شاہانِ مُغلیہ کے مُرشدِ کریم غوث العالمین

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ

(حالات و آثار)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مسعودیہ ۶/۲، ۵۔ای۔ ناظم آباد، کراچی، سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۔ نام کتاب — حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری

۲۔ مصنف — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۳۔ نظر ثانی — علامہ قاری محمد ظفر احمد

۳۔ طابع — پیرزادہ سید خطیر الدین شاہ شطاری

۴۔ ناشر — پیرزادہ سید محمد راشد شاہ شطاری

۵۔ مطبع — شاہکار پریس، کراچی

۶۔ مقام طباعت — کراچی (سندھ)

۷۔ سنہ طباعت اوّل — ۱۳۱۴ھ / ۱۹۶۴ء

۸۔ سنہ طباعت ثانی — ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

۹۔ تعداد — پانچ سو

۱۰۔ قیمت — ۹۰ روپے (پاکستان ہندوستان)، ۴ امریکی ڈالر (بیرونی ممالک)

ملنے کے پتے

۱۔ پیرزادہ سید محمد طاہر شاہ شطاری، مکان نمبر 36/B بلاک نمبر 16 گلستان جوہر، عقب یونیورسل فلیٹس، کراچی، فون نمبر 8118597

۲۔ ادارۂ مسعودیہ، ۲ / ۵۰۶ ۔ای، ناظم آباد، کراچی، فون نمبر 213973

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

مخدومی، والدی، استاذی و مرشدی حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ مد ظلہم العالی، خطیب شاہی، مسجد جامع فتحپوری، دہلی، کے نام نامی، جن کے فیضان صحبت اور فیضان نظر نے آداب زندگی و آداب فرزندی سکھائے۔

احقر

محمد مسعود احمد

فہرس

۱ ------- سرنامہ   پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان   ۸

۲ ------- سرآغاز (طبع اول) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد   ۱۰

۳ ------- تقدیم (طبع ثانی) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود   ۱۹

حصہ اول۔ حالات زندگی

۴ ------- نسب   ۳۲

۵ ------- ولادت   ۳۳

۶ ------- حالات زندگی   ۳۳

۷ ------- طلب وشوق   ۳۶

۸ ------- بیعت وریاضت   ۳۸

۹ ------- قیام گوالیار   ۵۲

۱۰ ----- خواجہ خانوں اور شاہ محمد غوث   ۵۷

۱۱ ----- شاہان ہند سے تعلقات   ۷۱

۱۲ ----- سفرِ گجرات   ۸۵

۱۳ ----- سفرِ اکبر آباد   ۹۵

۱۴ ----- وفات   ۹۹

۱۵ ----- مقبرہ   ۱۰۲

حصہ دوم۔ اولاد امجاد

۱۶ ----- شیخ عبداللہ ۱۱۹

۱۷ ----- شیخ نورالدین ضیاءاللہ ۱۲۳

۱۸ ----- شیخ اویس ۱۳۱

۱۹ ----- شیخ اسماعیل ۱۳۲

حصہ سوم۔ تصانیف

۲۰ ----- جواہر خمسہ ۱۳۵

۲۱ ----- اوراد غوثیہ ۱۵۰

۲۲ ----- معراج نامہ ۱۵۶

۲۳ ----- بحرالحیات ۱۵۸

۲۴ ----- ضمائر و بصائر ۱۵۹

۲۵ ----- کلید مخازن ۱۵۹

۲۶ ----- کنزالوحدہ ۱۶۰

حصہ چہارم۔ خلفاء کبار

۲۷ ----- شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ۱۷۳

۲۸ ----- شیخ لشکر محمد عارف ۱۸۱

۲۹ ----- شیخ عیسیٰ جنداللہ ۱۸۳

۳۰ ----- شیخ علی شیر بنگالی ۱۸۶

۳۱ ----- شیخ صدرالدین ذاکر	۱۸۶
۳۲ ----- شیخ شمس الدین شیرازی	۱۸۷
۳۳ ----- شیخ ودود اللہ شطاری	۱۸۸
۳۴ ----- شاہ منجھن	۱۸۹
۳۵ ----- شیخ عبدالحق جیوہ	۱۹۱

***

۳۶ --- ضمیمہ	۱۹۶
۳۷ --- کتابیات	۲۰۲



سرنامہ

مخدومی واستاذی پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان مدظلہ العالی
ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی۔ لٹ
صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد، (مغربی پاکستان)

۷۸۶

عزیز گرامی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب، ایم۔ اے، علمی دنیا میں غیر متعارف نہیں، انہوں نے تھوڑے عرصے ہی میں متعدد بلند پایہ مقالات شائع کئے ہیں، جن میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان پر بہت دیر میں اضافہ ہو سکے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے متعلق تحقیقی مقالہ رسالہ "معارف" (اعظم گڑھ) میں نو اقساط میں شائع ہو چکا ہے، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسے بالاقساط رسالہ "الفرقان" (لکھنؤ) میں بھی نقل کیا گیا اور بہت سے فضلاء نے تہنیتی خطوط بھی ارسال فرمائے، حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یہ مقالہ، جو اب کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، اسی قبیل کا ہے۔ وہ بھی "معارف" کی پانچ اقساط میں شائع ہو چکا ہے اور خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب، حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب مد ظلہ (خطیب مسجد فتحپوری۔ دہلی) کے صاحب زادے ہیں، اور ایسے گھوارۂ تہذیب کے پروردہ ہیں جہاں اسلامی اقدار خاص طور پر ملحوظ ہیں، اسی لئے عزیز موصوف "ہم خرما و ہم ثواب" کے مصداق اپنے بزرگان سلف کے کارنامے پیش کرتے ہیں اور علم کے ساتھ ساتھ قوم کی خدمت بھی کرتے ہیں، پھر بفضلہ تعالیٰ انھیں ایسی وسیع نظر

حاصل ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لئے حتی الوسع تمام ماخذوں کو کھنگال لیتے ہیں اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے، اللہ پاک ان کو اور ان جیسے دیگر فاضل نوجوانوں کو علم و عمل کی دنیا میں مہر و ماہ بنا کر قائم و دائم رکھے۔ آمین!

غلام مصطفیٰ خاں

جمعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء۔



سرآغاز

(طبع اول)

صوفیاء کرام تسخیر ممالک کے لئے نہیں، تسخیر قلوب کے لئے کوشاں رہے، ایک طرف مجاہدین اسلام نے سرزمین ہندو پاک فتح کی تو دوسری طرف اولیاء عظام نے اہل ہندو پاک کے دلوں کو مسخر کیا، فی الحقیقت جو فتح و نصرت حضرات اہل اللہ کو نصیب ہوئی، کسی کو نہ ہوئی، ان کے در پر شاہان عالم نے سر جھکاتے ہیں۔

دربارِ شہنشہی سے خوش تر
مردانِ خدا کا آستانہ

جن جن مقامات کی طرف اسلامی فوجیں پیش قدمی کرتی گئیں اور جہاں جہاں مسلمان تاجر آباد ہوتے گئے وہاں اولیاء کرام بھی تشریف لاتے رہے چنانچہ ۱۵۹ھ / ۷۷۵ء میں خلیفہ مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کے زیر کمان گجرات پر حملے کے لئے ایک بحری بیڑا بھیجا تھا جو ۱۶۰ھ / ۷۷۶ء میں بھڑوچ سے سات میل مغرب میں "بھاڑ بھوت" کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اس میں مشہور تابعی ابو حفص ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے۔ جزائر ہند کے کسی جزیرے میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ۱۷۱ھ / ۷۸۷ء میں شیخ ابو تراب (المعروف بہ حاجی ترابی) عہد بنو عباس میں سابق صوبہ سندھ (مغربی پاکستان) میں عرب سے کسی ممتاز عہدے پر فائز ہو کر آئے، آپ تبع تابعین میں سے تھے، یہیں وفات پائی، مزار مبارک ٹھٹھ (مغربی پاکستان) سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے، مقبرے پر سنہ تعمیر ۱۷۷ھ / ۱۳۶۶ء کندہ ہے۔ اسی صدی میں (دوسری صدی

ہجری)، شیخ بو علی سندھی علیہ الرحمہ بھی اس سرزمین پر نظر آتے ہیں۔ آپ کے متعلق مولوتا جامی نے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ "میں نے علم توحید اور فنا بو علی سندھی سے سیکھے اور اسلامی توحید بو علی سندھی نے مجھ سے سیکھی"۔

*

تیسری صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) میں حسین بن منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۳۱۰ھ / ۹۲۲ء) بحری راستے سے ہند و پاک تشریف لائے اور شمالی ہند ہوتے ہوئے بری راستے سے واپس تشریف لے گئے۔ پانچویں صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) میں بابا ریحان رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بغداد سے بھڑوچ تشریف لائے۔ اسی طرح حضرت علی بن عثمان الہجویری الغزنوی (۹۔۴۶۵ھ / ۶۔۱۰۷۲ء) لاہور تشریف لائے اور یہیں وفات فرمائی۔ چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی عیسوی) میں خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (م۔۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء) بھی پاکستان تشریف لائے۔

ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ متحدہ بنگال تشریف لائے، اسی صدی میں سید جلال الدین جلال سرخ رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے بھکر (سابق صوبہ سندھ) تشریف لائے، ۶۴۲ھ / ۱۲۴۴ء میں یہاں سے اچہ (سابق ریاست بھاول پور) منتقل ہو گئے، اور ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء میں یہیں وفات پائی۔ سید جلال الدین باری جن کا مزار مبارک اچہ میں ہے آپ ہی کے پوتے ہیں۔ موصوف نے ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں حاکم ٹھٹھ اور فیروز شاہ تغلق کے درمیان صلح کرائی تھی۔ ۱۳۸۳ء / ۷۸۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں شیخ محی الدین ابن العربی (م۔۶۳۸ھ /

۱۲۴۰ء) کے شارح عبدالکریم جیلی (۸۱۳ھ / ۱۴۱۰ء) نے بھی ہندو پاکستان کا دورہ کیا، ادھر بھارت میں سید گیسودراز (م۔ ۱۴۲۱ء / ۸۲۵ھ) نے پونا اور بلگام کے اضلاع میں اسلام کی اشاعت کی۔

*

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری (بارھویں اور چودھویں صدی عیسوی) میں ایران اور عراق سے تین مشہور سلاسل طریقت جنوبی بھارت میں داخل ہوئے۔ چشتیہ، سہروردیہ اور فردوسیہ، سلسلۂ چشتیہ بھارت کے علاقہ اتر پردیش میں زیادہ پھیلا۔ اس سلسلے کے سرگروہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۴ھ / ۱۱۹۷ء میں مغربی پاکستان ہوتے ہوئے بھارت تشریف لے گئے اور ۶۳۳ھ / ۱۲۳۴ء میں یہیں وفات پائی۔ آپ کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م۔ ۶۳۳ھ / ۱۲۳۴ء)، موصوف کے خلیفہ خواجہ فرید الدین گنج شکر (م۔ ۶۶۴ھ / ۱۲۵۶ء)، ان کے خلیفہ خواجہ نظام الدین اولیاء (م۔ ۷۰۵ھ / ۱۳۲۵ء) اور موصوف کے خلیفہ شیخ نصیر الدین محمد چراغ دہلوی (م۔ ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء) کے ذریعے سلسلۂ چشتیہ کو بڑا فروغ ہوا، ہندو پاک کے مشہور شاعر حضرت امیر خسرو (م۔ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) اور مشہور مورخ ضیاء الدین برنی کا تعلق اسی سلسلے سے تھا۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سلسلے میں بیعت تھے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ موصوف کا شجرۂ خلافت نو واسطوں کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاء سے ملتا ہے۔

سلسلۂ سہروردیہ پاکستان کے سابق صوبہ سندھ میں زیادہ پھیلا، سب سے پہلے اس سلسلے کے بزرگ حضرت مخدوم نوح بھکری جو شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ / ۱۱۴۴ء۔ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) کے مرید اور خلیفہ تھے، بھکر (سابق صوبہ

سندھ) تشریف لائے، اس کے بعد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م۔ ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء)، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ارشاد کے بموجب عراق سے مخدوم نوح کی خدمت میں بھکر تشریف لائے، لیکن مخدوم نوح پہلے ہی وفات پاچکے تھے، اس لئے ملتان تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ اسی سلسلے میں بھی بیعت تھے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا، آپ کا شجرۂ خلافت نو واسطوں کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ سلسلہ فردوسیہ مشرقی بھارت، بہار کے علاقے میں پھیلا، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا اسی سلسلے سے تعلق تھا۔ شاہ محمد غوث نے اس سلسلے میں بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ موصوف کا شجرۂ خلافت چھ واسطوں کے بعد شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے ملتا ہے۔

*

مغلیہ دور حکومت میں ہندو پاک میں باہر سے نئے سلاسل طریقت آئے، شطاریہ قادریہ اور نقشبندیہ، سلسلہ قادریہ کے سرگروہ شیخ عبدالقادر جیلانی (م۔ ۵۶۱ھ / ۱۱۶۵ء) ہیں، آندھرا پردیش (بھارت) میں شاہ نعمت اللہ (م۔ ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء) کا تعلق اسی سلسلے سے تھا، مگر موصوف سے اس سلسلے کی اشاعت نہیں ہوئی، صحیح معنوں میں مخدوم محمد گیلانی (م۔ ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) نے سلسلہ قادریہ کو پھیلایا، موصوف حلب (شام) میں پیدا ہوئے، والد کی وفات کے بعد سابق ریاست بھاول پور (مغربی پاکستان) میں اچہ کے مقام پر توطن اختیار کیا، پھر موصوف کے فرزند مخدوم عبدالقادر ثانی (م۔ ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء) نے اس سلسلے کو پھیلایا۔ ہندو پاکستان کے مشہور صوفی اور عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۔ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کا تعلق بھی

اس سلسلے تھا۔ شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ بھی سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، موصوف کا شجرۂ خلافت چودہ واسطوں کے بعد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ محمد باقی باللہ (م۔ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) اور موصوف کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی (م۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کو خاص امتیاز حاصل ہے، آپ ہی کے ذریعے شمالی ہند اور مغربی پاکستان میں پورے آب و تاب کے ساتھ اس سلسلے کی اشاعت ہوئی۔ آپ کا مبارک دور، تاریخ ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہند و پاک کے مشہور و معروف دانائے راز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء) کو بھی اس سلسلے سے خاص تعلق تھا۔

شیخ ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ ابن آدم بسطامی (۲۶۰ھ / ۸۷۳ء) سلسلۂ شطاریہ کے پیشوا ہیں، اس سلسلے کو ایران میں "عشقیہ" کہتے ہیں، روم میں "بسطامیہ" اور ہند و پاک میں "شطاریہ" کہتے ہیں، نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی) کے آخر میں شاہ عبداللہ شطاری (م۔ ۸۹۰ھ / ۱۴۵۸ء) ایران سے ہند و پاکستان تشریف لائے۔ اور اس سلسلے کو پھیلایا۔ شیخ موصوف پانچ واسطوں سے شیخ شہاب الدین سہروردی کے اولاد میں ہیں۔ اور سات واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی (م۔ ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء) سے بیعت ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مالوہ کے سابق دارالسلطنت مانڈو میں قلعہ کے اندر واقع ہے۔

شیخ موصوف کے انتقال کے بعد موصوف کے خلیفہ شیخ محمد علا المعروف بہ شیخ قاضن شطاری نے اس سلسلے کو پھیلایا، آپ کا مرکز ضلع مظفر پور (بہار) کا جنوبی علاقہ تھا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند اکبر شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست (م۔ مابعد ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء) نے سلسلۂ شطاریہ کی اشاعت کی۔ (موصوف کا مزار

مبارک حاجی پور (بہار کے قریب ہے) موصوف کے بعد موصوف کے خلیفہ شیخ ظہور حاجی حمید الدین حصور (م۔ ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء) نے اس سلسلے کو پھیلانا (آپ کا مزار مبارک ضلع سارن پور (بہار) میں رتن سرائے میں واقع ہے۔)

*

شیخ حاجی حمید الدین حصور کے انتقال کے بعد موصوف کے خلیفۂ اکبر حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری (م۔ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) سے سلسلۂ شطاریہ کی خوب اشاعت ہوئی، برصغیر ہند و پاک میں اس سلسلے کی اشاعت موصوف ہی کی رہین منت ہے۔ شاہ و گداسب ہی نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ظہیر الدین محمد بابر "بادشاہ" نصیر الدین محمد ھمایوں "بادشاہ" اور جلال الدین محمد اکبر "بادشاہ" کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ نور الدین محمد جہاں گیر "بادشاہ" نے بھی بڑے احترام سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ بھارت کے ہر حصہ میں آپ کے خلفاء و مریدین پھیلے ہوئے تھے چناں چہ آگرہ، دہلی، برہان پور، بڑودہ، احمد آباد، سنبھل، اجمیر شریف سرہند، کالپی، بیجا پور، اجین، سارن پور، (بہار) وغیرہ میں آپ کے بیشمار مریدین تھے۔

شاہ وجیہ الدین علوی (م۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۹۸ء)، (جو شاہ محمد غوث کے اجلۂ خلفاء میں ہیں) کے مرید شیخ صبغۃ اللہ البروجی (م۔ ۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶ء) نے سلسلۂ شطاریہ کو سرزمین حجاز میں پھیلایا۔ ان کے مرید المرید شیخ احمد قشاشی (م۔ ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء) اور ان کے جانشین ملا ابراہیم القرانی (م۔ ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۷ء) کے وساطت سے یہ سلسلۂ جزائر انڈونیشیا، جاوا اور سماٹرا وغیرہ میں پھیلا۔ شیخ علی قوام الجونپوری خلیفہ شیخ عبدالقدوس النظام آبادی سے بھی سلسلہ شطاریہ کی اشاعت ہوئی۔ شیخ عبدالقدوس، شیخ حافظ کے خلیفہ تھے اور موصوف شیخ عبداللہ شطاری کے خلیفہ

تھے۔ اس طرح ہند و پاک میں دو شاخوں سے سلسلۂ شطاریہ کی اشاعت ہوئی۔ ایک شیخ علی قوام جونپوری کے ذریعے اور دوسرے شاہ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے۔ سلسلۂ شطاریہ کا کافی عرصہ تک اثر و نفوذ رہا چناں چہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ (م۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء) نے اس سلسلے کے اشغال واذکار اپنے استاد گرامی شیخ ابو طاہر مدنی اور حاجی محمد سعید لاہوری سے سیکھے تھے۔

*

شاہ محمد غوث اور ان کے خلفاء و مریدین سے ایک طرف ہند و پاک میں سلسلۂ شطاریہ کو فروغ ہوا اور دوسری طرف ان حضرات کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے زبان اردو کی خدمت ہوتی رہی، اگر اس سلسلے کے بزرگوں کے ملفوظات جمع کیے جائیں تو معلوم ہو گا کہ زبان اردو کی اشاعت میں بھی ان حضرات نے کچھ کم حصہ نہیں لیا، چناں چہ شیخ وجیہ الدین علوی (م۔ ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء)، لشکر محمد عارف (م۔ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء)، ان کے خلیفہ شیخ عیسیٰ جنداللہ (م۔ ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء) وغیرہ کے ملفوظات میں بکثرت ہندی اقوال واشعار ملتے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہند و پاکستان کا مشہور مطرب میاں تان سین (م۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء)، شاہ محمد غوث کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہو کر بیعت ہوا۔ ایک عرصہ خدمت میں رہا۔ اور جب آپ کا وصال ہوا تو دربار اکبری سے وابستہ ہوا، زبان اردو کے مشہور شاعر سراج الدین علی خان آرزو (م۔ ۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۶ء) کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔

*

شاہ محمد غوث کی سوانح حیات پر ابتک کوئی جامع اور محقق کتاب نہیں لکھی گئی موصوف کے خلیفہ فضل اللہ شطاری نے موصوف کی حیات ہی میں مناقب غوثیہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جو (۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء) تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ موصوف کے ایک اور عقیدت مند سید فضل علی شاہ نے کلیات گوالیاری کے نام سے عہد اکبری میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس میں بعض حالات ملتے ہیں۔ شاہ محمد غوث کے خلیفہ شیخ وجیہ الدین علوی کے تلمیذ رشید مولانا محمد غوثی نے گلزار ابرار کے نام سے ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء میں جہاں گیر کے عہد میں ایک تذکرہ مرتب کیا تھا۔ اس میں شاہ محمد غوث کے شیخ طریقت اور خلفاء وغیرہ کے مجمل حالات ملتے ہیں، ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں ندوۃ المصنفین، دہلی، کے مجلہ "برہان" میں شاہ محمد غوث کی مشہور تصنیف "جواہر خمسہ" پر راقم کا ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ اس کے بعد راقم نے شاہ محمد غوث کے حالات زندگی، اولاد امجاد، تصانیف، اور خلفاء و مریدین کے حالات پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا۔ مقالہ کی تیاری میں مغربی پاکستان کی بعض لائبریری سے استفادہ کیا مثلاً سندھ یونیورسٹی لائبریری۔ حیدر آباد، سندھ پروونشل لائبریری۔ حیدر آباد، سنٹرل لائبریری۔ بھاول پور، پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور، پشاور یونیورسٹی، لائبریری۔ پشاور، اسلامیہ کالج لائبریری۔ پشاور، انڈیا آفس لائبریری۔ لندن سے بھی بعض مخطوطات کی فلمیں اور مصور اوراق حاصل کئے گئے بعض فضلاء کے ذاتی کتب خانوں کا بھی مطالعہ کیا مثلاً علامہ ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم (لاہور)، قاضی صبغتہ اللہ (شیر گڑھ) وغیرہ۔

مذکورہ بالا مقالہ "شاہ محمد غوث گوالیاری" کے عنوان سے دارالمصنفین، اعظم

گڑھ کے مجلہ "معارف" میں پانچ اقساط میں (جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۶۲ء) شائع ہوا۔ اور بحمداللہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اس مقالے میں بعض مستشرقین کی اغلاط کی اصلاح بھی کر دی گئی ہے مثلاً ہرمن ایتھے (Hermann Ethe)، بروکلمن (Brochelmann)، لوس (Loth)، سی۔اے۔اسٹوری (C.A.Storey)، ٹی۔ڈبلیو۔بیل (T.W.Beale)، وغیرہ، اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی بعض غلطیوں کی اصلاح بھی کری دی گئی ہے۔

*

ان مقالات کو جب خاندان غوثیہ کے چشم و چراغ سید محمد خطیرالدین شاہ صاحب نے مطالعہ فرمایا تو راقم سے ان کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے فرمائش کی، پھر پے در پے اصرار فرماتے رہے، حتیٰ کہ طباعت کے بارگراں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے، موصوف کے اخلاص و محبت کو دیکھتے ہوئے راقم نے عدیم الفرصتی کے باوجود دونوں مقالات (مقالہ "برہان" اور مقالہ "معارف") پر نظر ثانی کی اور جابجا ترمیم و اضافے کئے۔ اور بحمداللہ تعالیٰ اب ان مقالات کو کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

احقر محمد مسعود احمد
شعبۂ اردو۔ گورنمنٹ کالج
میرپور خاص (مغربی پاکستان)
جمعۃ المبارک ۱۵، رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ
مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۶۴ء



تقدیم

(طبع ثانی)

اولیاء اللہ کے ذکر اذکار اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہیں، ان سے روح کو غذا ملتی ہے اور دل کو قوت میسر آتی ہے، خود مولیٰ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کا اس لئے ذکر فرمایا تاکہ دل مضبوط ہوں اور ہمت بلند رہے۔[1] ..... راقم ۱۹۵۸ء میں سلسلہ قادریہ کے عارف کامل اور اردو کے عظیم رباعی گو شاعر میر سید علی غمگیں علیہ الرحمہ (م۔ ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۴ء) پر غمگیں اکیڈمی، گوالیار (بھارت) کے ڈائریکٹر رضا محمد حضرت جی علیہ الرحمہ کی خواہش پر تحقیق کر رہا تھا، زندگی میں راقم کی یہ پہلی تحقیقی کاوش تھی[2] البتہ اس سے قبل چند مضامین ضرور قلم بند کئے گئے..... اسی زمانے میں حضرت جی مرحوم کے محبین میں پیرزادہ خطیر الدین شاہ شطاری اپنے جد اعلیٰ اور سلسلہ شطاریہ کے ولی کامل حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ (م۔ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) کے حالات و آثار پر کام کرانا چاہتے تھے، حضرت جی مرحوم نے موصوف کو راقم کی طرف متوجہ کیا، چناں چہ ۱۹۶۰ء میں راقم کی موصوف سے پہلی ملاقات ہوئی اور اب الحمد للہ یہ رشتہ بہت قوی ہو گیا ہے ؎

ببریدن نرود ذوق تو از اندیشہ ما

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ پر کام کا آغاز ان کی شہرۂ آفاق تصنیف "جواہر خمسہ" سے ہوا۔ سب سے پہلے اس کتاب پر ۱۹۶۱ء میں ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جس کو ڈاکٹر نجیب اشرف ندوی (ڈائریکٹر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی) نے سراہا اور جو برہان (دہلی) میں شائع ہوا۔۔۔۔ اس کے بعد حالات و آثار پر ایک مبسوط مقالہ لکھا جو پانچ قسطوں میں معارف (اعظم گڑھ) میں شائع ہوا۔ پھر پیرزادہ خطیر الدین شاہ شطاری کی خواہش پر ان مقالات کو کتابی صورت دی گئی، اپنی نگرانی میں آفتاب پرنٹنگ پریس، میرپور خاص (سندھ) میں عربی رسم الخط میں کمپوز کرایا کہ اس زمانے میں وہاں کتابت کی یہی ایک ممکنہ صورت تھی اور ۱۹۶۴ء میں اسی پریس سے چھپوا کر یہ کتاب شائع کی۔ راقم کی یہ پہلی تصنیف تھی [۳]۔۔۔۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ابتک کہ ۱۹۹۷ء ہے اور پہلی تصنیف کو شائع ہوتے ۳۳ برس گزر چکے ہیں راقم کے تقریباً ایک سو ۱۰۰ تصنیفات و تالیفات اور تراجم شائع ہو چکے ہیں اور ساٹھ سے زیادہ کتابوں کے ترجمے دوسرے فضلاء نے کئے جن میں اکثر شائع ہو چکے ہیں اور باقی شائع ہو رہے ہیں۔ مبارک آغاز کا مبارک ہی انجام ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں تحدیث نعمت اور اظہار حقیقت کے طور پر لکھی جارہی ہیں، نعمت کا ذکر ہونا چاہیئے اور حقائق معلوم ہونے چاہئیں۔۔۔۔

کتاب کی اشاعت کے بعد ایک کاپی حضرت والدی، استاذی، مرشدی مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کی خدمت میں دہلی ارسال کی گئی، اس زمانے میں (۱۹۶۴ء) حضرت علیہ الرحمہ پاکستان تشریف لائے، حیدر آباد سندھ میں ایک خصوصی مجلس میں کتاب کے لئے اظہار خیال کرتے ہوتے فرمایا۔

"اس میں شک نہیں، کتاب خوب لکھی ہے"

حضرت علیہ الرحمہ کے یہ کلمات طیبات زبان مبارک سے کیا نکلے کہ محنت وصول ہو گئی اور عاقبت سنور گئی۔

کتاب کی ایک کاپی محقق اہل سنت، فاضل جلیل حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی علیہ الرحمہ (سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ، دہلی) کی خدمت میں بھی ارسال کی گئی۔ آپ نے اپنے مکتوب شریف (محررہ ۱۱ / جون ۱۹۶۴ء، از دہلی) میں اس کتاب کو سراہا، اپنے تاثرات عنایت فرمائے اور از راہ شفقت بعض مقامات کی اصلاح بھی فرمائی...... آپ نے تحریر فرمایا۔

۱ ------میں نے اس کتاب کو بالا ستیعاب مطالعہ کیا..... اس سے قبل میں حضرت شاہ محمد غوث (علیہ الرحمہ) کو منجملہ عاملین کے ایک عامل سمجھتا تھا، آپ کے متعلق دیگر معلومات کچھ نہ تھیں اور اب بھی میری معلومات کا انحصار آپ ہی کی کتاب ہے..... آپ نے کتاب لکھی اور بہت اچھی لکھی، تلاش و تحقیق میں آپ نے کافی وقت صرف کیا، جزاک اللہ خیراً۔[۴]

۲ ------آپ کی کتاب مطالعہ کرنے کے بعد جو خیال سابق تھا اس میں یہ اضافہ ہوا کہ آپ منجملہ عاملین کے ایک عامل نہ تھے بلکہ آپ امام العاملینؒ اور ان کے کامل مقتدا اور رہبر تھے، غالباً عملیات میں آپ کا مدمقابل کوئی نہیں ملے گا۔[۵]

۳ ------شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اور دیگر اکابر نے آپ کو اخیار میں شمار کیا ہے، آپ کو اولیاء اللہ میں لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر ولی اس عاجز کا سرتاج ہے۔[۶]

حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی علیہ الرحمہ نے اس مکتوب شریف میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ کے لئے جن تاثرات کا اظہار فرمایا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی ..... چند اقتباسات اور ملاحظہ فرمائیں۔

آپ غوث العالمین تھے۔ شغل اسماء اور عملیات میں آپ کے عصر میں نہ صرف ہند میں بلکہ عالم اسلام میں کوئی آپ کا مد مقابل نہیں تھا..... آپ یقیناً ایک کامل اور بے نظیر عامل تھے اور آپ کی کتاب جواہر خمسہ یقیناً عاملوں کے لئے معلم افعال ہے..... آپ کا کمال کا اعتراف صرف عوام ہی کو نہ تھا بلکہ سلاطین کو بھی اعتراف تھا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے۔

"خاص و عام ہندوستان کے شیخ کے ساتھ دلی ارادت اور اعتقاد رکھتے تھے اور ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ خود بادشاہوں کو اپنی دنیا کے کاموں میں بھی ان کی طرف رجوع کرنی پڑتی تھی" [7]

ہمایوں نہ صرف آپ کا معتقد تھا بلکہ وہ آپ سے اور آپ کے برادر کلاں سے عملیات کا شغل سیکھتا تھا..... بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔

"طریق دعوت اسماء ازیں اعزہ یاد می گرفتند" [8] .....

اور اکبر کے متعلق بدایونی نے لکھا ہے۔

"بادشاہ در صغر سن تحریص و ترغیب تمام بوسائل و وسایط در مسلک ارادت خود آورد" [9] .....

اکبر نے اپ کو "پیران پیر" اور "غوث الثقلین" لکھ کر اپنی نیاز مندی کا پوری طرح اعتراف کیا اور آپ کا بیش بہا وظیفہ مقرر کر کے عملی ثبوت دیا-----

"گویند کہ از جناب عرش آشیانی یک کرور درہم وظیفہ بود" [10]-----

یہی نہیں بلکہ-

"شیخ نہ لک روپیہ در جاگیر داشت و چہل خیل در فوج اوی رفت" [11]-----

بادشاہ نے نہ صرف آپ ہی کو جاگیر دی تھی بلکہ آپ کے نو صاحبزادے تھے اور

"تمام صاحبزادوں کے نام الگ الگ جاگیر مقرر کی تھی" [12]-----

اس عاجز کی نظر میں بدایونی نے آپ کے متعلق بہت درست لکھا ہے کہ

"در علوم دعوت اسماء مقتدا و صاحب تصرف و جذب کامل بود" [13]-----

دعوت اسماء میں آپ کے کمال کو آپ کے پیر و مرشد نے تسلیم کیا۔--- آپ کے تصرف کا کیا کہنا---- شیر شاہ سوری کی بارہ ہزار فوج ہلاک ہوئی۔ خود وہ بارود سے جل کر مرا۔ پھر اس کا لڑکا جلال خاں معروف بہ اسلام شاہ مارا گیا۔ بیرم خاں نے عہد اکبری میں آپ سے بے التفاتی کی۔ ایک سال نہیں گزرا کہ قتل کیا گیا۔

آپ کے جذب کرنے کی بہتر مثال مولانا وجیہ الدین کا واقعہ ہے
کہ چلے تو تھے علماء کی ترجمانی کرنے لیکن آپ کی نظر پڑتے ہی
آپ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور پھر متاع دل آپ کے
قدموں پر نچھاور کر کے آپ کے حلقہ بگوشوں کی صف میں آ بیٹھے
رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ و علی شیخہ [۱۴] ----

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی علیہ الرحمہ نے کتاب کی پذیرائی اور ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ بعض مقامات کی اصلاح بھی فرمائی۔ منجملہ ان کے ایک اصلاح یہ بھی فرمائی کہ اس کتاب میں اور شجرۂ نسب میں بعض خاندانی ناموں کے ساتھ "سید" لکھ دیا گیا ہے۔ امام بخش کی کتاب حدیقتہ الاسرار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاندان سادات سے تھے (چمن ہفتم، ص ۲۵۹) مگر شاہ محمد غوث گوالیاری نے جواہر خمسہ..... (۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء) میں خود کو خواجہ فرید الدین عطار (م۔۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء) کی اولاد میں لکھا ہے (مخطوطہ لندن، محررہ ۱۱۷۳ھ) [۱۵] جو بقول حضرت زید علیہ الرحمہ خاندان سادات سے نہ تھے۔ حضرت زید علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت شاہ محمد غوث (علیہ الرحمہ) نے خود اپنا نسب جواہر خمسہ
میں لکھا ہے، حضرت خواجہ فرید الدین عطار آپ کے چھٹے جد
ہیں..... اگر حضرت فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کی سیادت
نسبی معتبر کتابوں سے ثابت ہو تو اس عاجز کو مطلع کیا جائے۔ [۱۶]

عدیم الفرصتی کی وجہ سے راقم اس مسئلے کی تحقیق نہ کر سکا انشاء اللہ العزیز تیسرے اڈیشن میں تحقیق کی جائے گی۔ بہر حال بعض تسامحات سے قطع نظر یہ کتاب چوں کہ خالص علمی و تحقیقی تھی اس لئے اہل علم و تحقیق میں زیادہ مقبول ہوئی،

جرمنی کی فاضلہ پروفیسر ڈاکٹر انمیری شمل نے بھی اس سے استفادہ کیا، یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں بھی رکھی گئی، لیکن پذیرائی کے ساتھ ساتھ یہ تحقیق بعض خانقاہ نشینوں اور ان کے منتسبین کو گراں معلوم ہوئی اور وہ خفا ہو گئے جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کیوں کہ تحقیق کا مقصد کسی کو خوش کرنا یا ناراض کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد وحید حالات و واقعات کو دلائل و شواہد کی روشنی میں غیر جانبدارانہ پیش کرنا ہوتا ہے..... بہر کیف ۱۹۶۴ء میں یہ پہلا تلخ تجربہ ہوا پھر مستقبل میں مسلسل تجربے ہوتے رہے اور یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ بعض اہل علم خانقاہ نشیں، اور محقق و دانشور بھی تعصب و تنگ نظری کا شکار ہیں، علمی کاوشوں کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بعض اہل علم تو دھمکیوں اور دہشت گردیوں پر اتر آتے ہیں صرف اس لئے کہ سچی بات کیوں کہی گئی یا محض اس لئے کہ کہنے والا یا لکھنے والا ہمارا ہم عقیدہ کیوں نہیں..... حقیقت یہ ہے علم و دانش میں تعصب و تنگ نظری کی کوئی گنجائش نہیں..... یہاں تو روشنی ہی روشنی ہے، اندھیرا نام کو نہیں۔

بہر حال یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اب ختم ہوئے بھی عرصہ ہو گیا، پیرزادہ خطیر الدین شاہ شطاری نے کئی بار طبع ثانی کی طرف متوجہ فرمایا مگر حالات نے اجازت نہ دی۔ حسن اتفاق کہ ۹ مئی ۱۹۹۷ء کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد صادق برکاتہم العالیہ کی دعوت پر آزاد کشمیر کے شہر آبہار (کوٹلی) حاضر ہوا اور جامع مسجد الفردوس کے وسیع و عریض کتب خانے میں ۱۱ / مئی ۱۹۹۷ء تک قیام رہا، صحن مسجد میں کتب خانے کے بالکل سامنے حضرت قاضی فتح اللہ شطاری علیہ الرحمہ (م۔۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) کا مزار مبارک ہے جو خواجہ صاحب موصوف کے اجداد میں سے ہیں۔ خواجہ صاحب اسی مسجد شریف میں مسند نشین اور خلوت گزیں ہیں۔ مزار مبارک کی تین روز تک مسلسل زیارت اس کتاب کے طبع ثانی

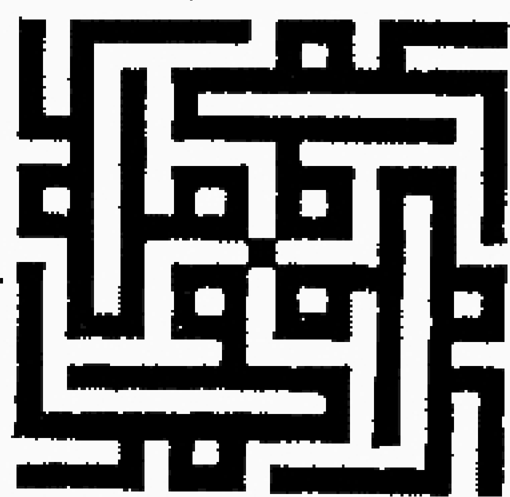
کافوری محرک ہوئی۔ پیرزادہ خطیر الدین شطاری سے جب اس مبارک سفر کا ذکر آیا تو ان کو بھی تحریک ہوئی اور انھوں نے کمر ہمت باندھ لی، طباعت و اشاعت کی ذمہ داری ادارۂ مسعودیہ، کراچی، کے ناظم حاجی محمد الیاس نقشبندی کے سپرد کی گئی اور کتاب کو کمپیوٹر میں دوبارہ کمپوز کرایا گیا۔ پیرزادہ صاحب نے سارا خرچ فراہم کیا، اس طرح یہ کتاب ۳۳ برس کے بعد دوبارہ منظر عام پر آرہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جناب پیرزادہ خطیر الدین شاہ شطاری اور طبع اول و طبع ثانی کے تمام معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ رکھے کہ رب کریم کا یہی حکم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ [۱۷]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)

احقر محمد مسعود احمد

کراچی، ۲۱/ اگست ۱۹۹۷ء



حواشی و حوالہ جات

۱ ------- قرآن حکیم، سورۃ ھود، آیت نمبر ۱۲۰

۲ ------- بقول حضرت جی مرحوم، میر سید علی غمگیں پر تحقیق کے لئے ہندوستان کے مشہور مؤرخ جادو ناتھ سرکار سے رابطہ کیا گیا تھا انھوں نے اس علمی خدمت کے عوض خطیر رقم طلب کی جو آجکل کے حساب سے دو لاکھ روپے بنتی ہے، حضرت جی کے مالی وسائل نے اجازت نہ دی پھر ایک عرصے کے بعد یہ سعادت راقم کو حاصل ہوئی۔ الحمدللہ راقم نے میر سید علی غمگیں علیہ الرحمہ پر متعدد علمی و تحقیقی مقالات قلم بند کئے جو ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۵ء کے درمیان اردو کے مؤقر جرائد میں شائع ہوئے۔ مثلاً اردو (کراچی)، قومی زبان (کراچی)، اردو نامہ (کراچی)، برہان (دہلی) معارف (اعظم گڑھ) نوائے ادب (بمبئی) وغیرہ وغیرہ اور ایک تحقیقی مقالہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں شائع ہوا۔ اس طرح ایک جلیل القدر گمنام عارف و شاعر کی شخصیت منظر عام پر آگئی اور راقم کے لئے آخرت کا سامان ہوگیا۔ مسعود

۳ ------- اس سے قبل بعض انگریزی کتابوں کے اردو تراجم ضرور کئے، چناں چہ ۱۹۵۴ء میں لیو پولڈ اسد کی کتاب کے بعض ابواب کا ترجمہ "اسلام دوراہے پر" کے عنوان سے کیا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں محمد حسین ترک کی کتاب کا ترجمہ "حیدرآباد (سندھ) کی "معاشی تاریخ" کیا گیا، ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر تارا چند کی کتاب کا ترجمہ "تمدن ھند پر اسلامی اثرات" کیا گیا۔ ۱۹۵۹ء میں ولیم شیکسپیئر کی تصنیف کا ترجمہ "ویرونا کے دو شریف زادے" کیا گیا۔

۴ ------- زید ابوالحسن فاروقی مجددی، مکتوب شریف محررہ ۱۱ جون / ۱۹۶۴ء از دہلی

۵ ------- ایضاً

۶ ------- ایضاً

۷ ------- ھندو شاہ استر آبادی: تاریخ فرشتہ، ص ۱۳

۸ ------- ملا عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، ص ۴۷

۹ ------- ایضاً، ص ۵۲

۱۰ ------- ایضاً، ص ۵۴

۱۱ ------- نوٹ۔ یہ اکبر بادشاہ کی زندگی کا وہ دور تھا جس میں وہ دین اسلام کی خدمت پر کمر بستہ تھا اور علماء و مشائخ کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا یہ دور ۹۸۳ھ تک رہا۔ بے راہ روی اور گمراہی کا

دور بہت بعد میں شروع ہوا جب کہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ وصال فرما چکے تھے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہدایت کے لئے حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ کا مبارک سایہ کتنا ضروری ہے، برصغیر کی اسلامی تاریخ پر اولیاء اللہ کی گہری چھاپ ہے۔ مسعود

۱۲ ------ ملا عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ، ص ۵۴

۱۳ ------ ایضاً، ص ۱۸

۱۴ ------ زید ابوالحسن فاروقی مجددی، مکتوب شریف، محررہ ۱۱/ جون ۱۹۶۴ء

۱۵ ------ نیز، مطالعہ کریں مندرجہ ذیل مطبوعہ تراجم۔

(ا) جواہر خمسہ، مترجمہ اردو محمد بیگ نقشبندی، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۹ء

(ب) جواہر خمسہ، مترجمہ اردو محمد عبد الحکیم، فخر المطابع، لکھنؤ، ۱۲۲۷ھ / ۱۹۰۹ء، ص ۵

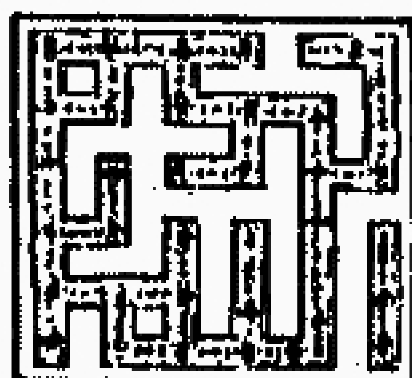
۱۶ ------ زید ابوالحسن فاروقی، مکتوب شریف، محررہ ۱۱ جون ۱۹۶۴ء

نوٹ۔ بقول علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور) ڈاکٹر احمد معوض نے "شاعر الصوفیہ فرید الدین عطار" میں شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ کی سیادت کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں شیخ عطار کی سیادت کا ذکر نہیں۔

(مکتوب محررہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء از لاہور، ملخصاً)

لیکن جناب سید ظہیر الدین شطاری کا کہنا ہے کہ انھوں نے خاندان کے قدیم نسب شجرے میں "سید" لکھا دیکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال ہنوز یہ پہلو تشنۂ تحقیق ہے۔
مسعود

۱۷ ------ قرآن حکیم، سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۹



*

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی علیہ الرحمہ

(متوفی۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء)

ساٹھ علوم و فنون کے ماہر، عارف کامل

شیخ (محمد غوث) کی ملاقات سے پہلے

مجھے خدا کی کچھ خبر نہ تھی، جس نے مجھ

کو خدا تک پہنچایا ہے، وہ شیخ محمد غوث

ہی تھے، رضی اللہ عنہ"

*

نورالدین محمد جہاں گیر بادشاہ

(متوفی۔ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء)

"شیخ محمد غوث سے شیخ وجیہ الدین کی

ارادت و عقیدت سے خود شیخ محمد غوث

کے بزرگ و برتر مرتبہ کا پتا چلتا ہے"

حصہ اوّل

حالاتِ زندگی

دربارِ شہنشہی سے خوش تر مردان خدا کا آستانہ



مقبرہ۔ شاہ محمد غوث گوالیاری

(م۔ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء)

(جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (م۔ ۱۶۰۵ء / ۱۰۱۴ھ) کے حکم سے شاہ عبداللہ (م۔ ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) کی زیر نگرانی ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء میں تعمیر ہوا۔)

شاہ محمد غوث گوالیاری

نسب | شاہ محمد غوث گوالیاری (متوفی ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) کا سلسلۂ نسب خواجہ فریدالدین عطار (متوفی ۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء) سے ملتا ہے[1] موصوف اپنی مشہور تصنیف جواہر خمسہ (۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء) کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:

فقال الفقیر الراجی الی اللہ ملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار محمد بن خطیرالدین بن لطیف بن معین الدین قتال بن خطیرالدین بن با یزید بن خواجہ فریدالدین عطار[2]

یوسف الیادر سرکیس نے فحش غلطی کی ہے اور تین واسطوں کو چھوڑ کر لکھا ہے:

"محمد بن خطیرالدین بن بایزید ابن فریدالدین العطار"[3]

تھامس ولیم بیل (T.W.Beale) نے لکھا ہے کہ آپ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں خواجہ فریدالدین عطار سے ملتا ہے[4] مگر اس نے بھی یہ غلطی کی ہے کہ شاہ محمد غوث کے دادا کا نام معین الدین قتال لکھا ہے جو ان کے پردادا کا نام ہے، دوسری غلطی یہ کی ہے کہ والد کا نام قیام الدین لکھا ہے، حالانکہ ان کا نام خطیرالدین تھا، مقالہ نگار دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے قول کے مطابق شاہ محمد غوث کے پردادا معین الدین قتال سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے، اور جونپور میں انتقال فرمایا[5] مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی لکھا ہے:

"وجد مرحوم وے از سادات عظام نیشاپور بود و بعد ازاں در ہندوستان تشریف آوردہ قیام پذیر گشت۔[6]

(ترجمہ) اور آپکے جد مرحوم نیشاپور کے سادات عظام میں سے تھے اس کے بعد

ہندوستان تشریف لاتے اور یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔

صاحب مناقب غوثیہ (۱۵۳۴ء / ۹۴۱ھ) نے بھی لکھا ہے۔

آپ کے جد امجد (پر دادا) سید معین الدین قتال جونپور میں مدفون ہیں اور والد ماجد سید خطیر الدین کھیرہ میں مدفون ہیں۔ یہ غازیپور کے علاقے میں ہے، آپ کا قیام بھی کھیرہ میں تھا۔

ولادت شاہ محمد غوث نے اپنی تصنیف اوراد غوثیہ (۹۴۹ھ) میں اپنی تاریخ ولادت ۷ رجب المرجب روز جمعہ وقت نماز پیشیں ۹۰۷ھ تحریر فرمائی ہے، لیکن مقالہ نگار دائرۃ المعارف الاسلامیہ نے خود شاہ محمد غوث کے حوالے سے تاریخ ولادت ۹۰۶ھ تحریر کی ہے، انھوں نے لکھا ہے۔

> "اپنے بیان کے مطابق محمد غوث کی ولادت ۹۰۶ھ (۱۵۰۰ء) میں ہوئی ۸ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے، ورنہ اوراد غوثیہ (۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) میں تو خود شاہ محمد غوث نے تحریر فرمایا ہے۔
>
> "وتولد این فقیر، ہفتم ماہ رجب روز جمعہ وقت نماز پیشیں سنہ سبع و تسعمائۃ شدہ بود"

حالات زندگی شاہ محمد غوث نے اوراد غوثیہ میں سات سال کی عمر سے ۴۳ سال کی عمر تک کے حالات زندگی نہایت اختصار سے تحریر فرماتے ہیں۔ یہاں موصوف کا بیان نقل کیا جاتا ہے، اس میں سنین کا تعین، سنہ ولادت ۹۰۷ھ کی روشنی میں راقم نے کیا ہے۔

"این درویش ہفت سالہ بود (۱۵۰۸ھ / ۹۱۴ء) کہ دریں راہ

آمد و نہ سالہ بود (۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء) کہ معرفت حاصل شد و پانزدہ سالہ بود (۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء) کہ رہ نمونی می کرد۔ و بیست و دو سالہ بود (۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء) کہ معراج شد و بیست و پنج سالہ بود (۹۳۲ھ / ۱۵۲۰ء) کہ طالبان راھم چون خودی می کرد۔ و سی و سہ سالہ بود (۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء) کہ مرجع خاص و عام شد، صورت اقتدائیت و امامیت روئے نمود، چہل سالہ بود (۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء) کہ از بادشاہان تفاوت پیدا شد، سفر اختیار کرد، در ولایت گجرات آمد۔ ایں اوراد در قلعہ جانپانیر بہ قلم آمد۔۔۔۔ در وقت انشا مذکور عمر ایں درویش چہل و سہ سالہ بود (۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) و تولد ایں فقیر ہفتم ماہ رجب روز جمعہ وقت نماز پیشین سہ سبع و تسعمائۃ شدہ بود و املائے مذکور در ماہ جمادی الاول سنہ تسع واربعین و تسعمائۃ است" [9]

(ترجمہ) اس درویش نے ۷ سال کی عمر میں راہ طریقت میں قدم رکھا، نو سال کا تھا تو معرفت حاصل ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں رہنمائی کر رہا تھا۔ بائیس سال کی عمر میں معراج ہوئی۔ پچیس سال کی عمر میں طالبان طریقت کو ہم رنگ بنا رہا تھا۔ تینتیس سال کی عمر میں تو مرجع خاص و عام ہو گیا تھا اور مقتدا و پیشوا بن گیا تھا۔ چالیس سال کی عمر میں بادشاہوں سے کچھ اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ چناں چہ سفر اختیار کیا اور ملک گجرات پہنچا۔ یہ اوراد (غوثیہ) قلعہ جانپانیر میں لکھے گئے۔۔۔۔ ان اوراد کو لکھتے

وقت اس درویش کی عمر تینتالیس سال تھی۔ یہ فقیر ۷ ماہ رجب
روز جمعہ وقت نماز پیشیں ۹۰۷ھ میں پیدا ہوا۔ اور مذکورہ بالا
تحریر ماہ جمادی الاول ۹۴۹ھ میں مکمل کی"

اس بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روحانی زندگی کا آغاز سات برس کی عمر میں (۹۱۴ھ / ۱۵۰۸ء) میں ہوا تھا لیکن صاحب مناقب غوثیہ (۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء) شاہ فضل اللہ شطاری نے لکھا ہے۔

"جب بارہ سال کی عمر ہوئی تو طلب خدا میں سرگرداں ہوتے
ہوتے جونپور تشریف لائے اور قاضی صدر جہاں کے مکان پر
قیام کیا، قیام کے دوران تحصیل علم میں مصروف رہے، کافیہ
وغیرہ تک عبور حاصل کر لیا، پھر اسی کو کافی سمجھ کر علم باطنی کی
تلاش میں مصروف ہو گئے"۔ [10] (ملخصاً)

روحانی زندگی کے آغاز کے سلسلے میں شاہ محمد غوث کا بیان ہی مستند سمجھا جائے گا، محمد غوثی کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی [11]
شاہ فضل اللہ شطاری کے مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث کی عربی تعلیم صرف کافیہ تک محدود تھی، مگر آپ کی متعدد تصانیف شاہد ہیں کہ آپ کو علوم منقولہ میں کافی دسترس حاصل تھی، آپ کے خلفا میں شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی (متوفی ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء) جیسے جلیل القدر اور متبحر عالم بھی شامل تھے، اس سے بھی آپ کی علمیت اور روحانیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

طلب و شوق بقول صاحب مناقب غوثیہ، شاہ محمد غوث روزانہ اپنے پر
اپنے پر دادا سید معین الدین قتال کے مزار مبارک پر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ
غلبۂ شوق میں رات وہیں بسر کی، صبح کو بشارت ہوئی:۔

بابا محمد! جاؤ صدیقی کی کفش برداری کرو اور ان کی خدمت بجا لاؤ
کہ جو انواع و اقسام کے انعام جمع ہو چکے ہیں ان کا ظہور ہو۔[۱۲]

یہ بشارت سن کر جون پور سے گور پہنچے، اور حضرت شاہ ابوالفتح ہدایت اللہ سر
مست (متوفی مابعد ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صحبت سے
مستفیض ہوئے، یہاں سے فیضیاب ہو کر کانودر گئے یہاں سے پھرتے پھراتے
ایک دوسرے شہر میں پہنچے، اس شہر کے قریب ایک پہاڑ تھا، جس پر ایک بزرگ
رہا کرتے تھے، ان کے حالات سن کر شاہ محمد غوث کو ان سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا
چناں چہ پہاڑ پر جا کر ان کی زیارت کی، ان بزرگ نے شاہ صاحب کو اپنے قریب
بٹھایا اور فرمایا:۔

"خوش آمدید! خوب آئے اور بر وقت آئے کہ میں بھی آپ
کے انتظار میں تھا، کیونکہ مجھے خدائے برتر نے مقام غوث بخشا
ہے اور اب میری دنیاوی عمر تمام ہو چکی ہے، حکم ہوا تھا کہ
فلاں وقت اس شکل و شمائل کا ایک مرد آنے والا ہے، تم ان کو
یہ درجہ غوثیت سونپ کر دنیا سے عالم بقا کی طرف آجاؤ، بحمدہ کہ
حق تعالیٰ نے آپ کو پہنچایا اب آپ اس وقت تشریف
لیجائیے"[۱۳]

ان سے مل کر شاہ محمد غوث پہاڑ سے اتر آئے، دوسرے روز جب پہنچے تو

دیکھا کہ وہ بزرگ نماز سے فارغ ہو کر سجدہ میں گئے اور جان، جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

یہ بیان شاہ فضل اللہ شطاری کی تصنیف مناقب غوثیہ سے نقل کیا گیا ہے، جو شاہ محمد غوث کے معاصر تھے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ محمد غوثی نے گلزار ابرار (۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء) میں شیخ پھول (متوفی ۹۴۰ھ / ۱۵۳۸ء) برادر بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری کی زبانی نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"شیخ فضل اللہ بنگالی، میرے بھائی شیخ محمد اور فقیر پھول ہم تین آدمی چنار کے کوہستان میں ریاضت کے ارادہ سے آئے تھے وہاں کے باشندوں نے بیان کیا کہ دو سو برس ہوتے ہم اپنے بزرگوں سے مسلسل سنتے چلے آتے ہیں، اس غار میں ایک درویش گوشہ گزیں ہیں اور مشغول بخدا ہیں، ہم میں سے کسی کو اندر جانے کی طاقت نہیں جو ان کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر لاتے، یہ سن کر ہم تینوں آدمیوں نے تلاش کے واسطے اس غار میں قدم رکھا، جب ہم دو منزل کے برابر راہ چل لیے تو وہاں پر ہم نے ایک پیر کو مراقب دیکھا کہ اسنے اپنی نورانی پیشانی سجادہ پر رکھ چھوڑی ہے، وہ پیر ہمارے پہنچنے سے آگاہ ہوا، اٹھا، اور نہایت ترحم کے ساتھ آگے بڑھا، بہت کچھ مرحبا اور التفات کے ساتھ پیش آیا، اور ہر ایک کو ایک جداگانہ خطاب سے سرفراز کیا، مجھکو جہانگیر، بھائی کو غوث اور فضل اللہ کو اہل اللہ کہا، اسرار و حقائق اپنی تقریر میں ظاہر کر کے آنے والوں کو آگاہ کیا، اور اصل حقیقت پر اطلاع بخشی، اس کے بعد جلدی سے خلوت میں گھس گیا، تھوڑی دیر بعد ہم لوگوں نے واپس آنیکی اجازت مانگی، جواب کہاں سے آتا، وہ تو واصل حق ہو چکا تھا، اس سفر کا سامان اس غار میں مہیا کر رکھا تھا، ہم نے اس سامان کو کام میں لا کر نعش سپرد خاک کی" [14]

اس درویش کو سپرد خاک کر کے شاہ محمد غوث دوبارہ گور تشریف لاتے، اور پھر شاہ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی آپ نے فرمایا۔

"تمہاری ارادت حضرت حاجی حمیدالدین کے دست خاص پر مقرر ہے، اب سارنپور جاؤ" ۱۵

بیعت وریاضت اس حکم پر شاہ محمد غوث گوالیاری سارنپور پہنچے اور حاجی حمیدالدین حضور (متوفی ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء) کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

بقول شاہ فضل اللہ شطاری جب شاہ محمد غوث، حاجی حمیدالدین حضور کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے پہلے تو آمد کی غرض و غایت دریافت کی پھر ایک مکتوب دیا اور فرمایا کہ حضرت ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے اس کا جواب لے کر آؤ۔ نہ معلوم اس میں کیا راز کی بات لکھی ہوگی، بہرکیف جب شاہ محمد غوث جواب لے کر گور سے واپس سارنپور پہنچے تو حاجی حمیدالدین حضور کچھ دیر تو آپ کا چہرہ دیکھتے رہے۔ اس کے بعد اپنے خادم احمد سے فرمایا۔

"شیخ احمد اس بچہ کو پہچانتے ہو؟" ۱۶

پھر خود ہی فرمایا۔ "یہ وہی بچہ ہے جو حضرت رسالت پناہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تھا" ۱۷

اس واقعہ کی تفصیل شاہ فضل اللہ شطاری نے یہ لکھی ہے کہ حاجی حمیدالدین حضور روضہ پاک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں تیس سال مجاورت کی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہندوستان جانیکا

اشارہ ہوا۔ چناں چہ واپسی میں جب بیت المقدس پہنچے تو خیال آیا کہ عمر عزیز کا بیشتر حصہ ۔(۱۶ سال) گزر چکا ہے لیکن نہ کوئی فرزند ہوا اور نہ کوئی مرید جس سے یہ امید ہوتی کہ مستقبل میں وہ میرے لئے یادگار ہو گا۔ آنکھ بند تھی مشغول حق تھے۔ اسی عالم میں کیا دیکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں، دونوں کے دست مبارک میں کاغذ کا ایک ایک ٹکڑا تھا جس پر ایک ایک صوفی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ تصویریں حاجی حمیدالدین حصور کے سامنے رکھ کر آں حضرت نے فرمایا کہ تم کبیدہ خاطر نہ ہو۔ یہ دو صوفی حق تعالی کی بارگاہ سے تمہارے لئے تحفتاً لائے گئے ہیں۔ ان سے قیامت تک تمہارا سلسلہ جاری رہے گا۔

حاجی حمیدالدین حصور جب ہندوستان پہنچے تو بمقام سارن پور ایک درخت کے نیچے چند سال اس طرح مشغول رہے کہ اپنی جگہ سے قدم نہ اٹھایا حتی کہ شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اس رویائے صادقہ کی تعبیر دکھائی گئی۔ چناں چہ آپ نے موصوف کو سلسلہ شطاریہ میں بیعت فرمایا، اپ ک ساتھ برادر بزرگ شیخ پھول (متوفی ۹۴۰ھ / ۱۰۳۸ء) بھی تھے۔ دوسری تصویر جو دکھائی گئی تھی وہ موصوف ہی کی تھی۔ ان دونوں حضرات سے سلسلہ شطاریہ کو بڑا فروغ ہوا۔

حاجی حمیدالدین حصور نے دونوں بھائیوں کی تعلیم و تلقین کی اوز شیخ پھول کو اپنے ہمراہ لے کر صوبہ بہار کی طرف روانہ ہو گئے اور شیخ محمد غوث کو کوہستان چنار میں ریاضت کے لئے چھوڑ دیا، پھر چند دن بعد شیخ پھول کو بھی حصول فیض کے لئے شیخ محمد غوث کے پاس بھیجدیا۔

شاہ محمد غوث تیرہ سال چند مہینے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے، اس کے بعد جب حاجی حمیدالدین حصور واپس ہوئے تو مرید کو بامراد پایا، شاہ محمد غوث نے

اس عرصے میں جواہر خمسہ (۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء) تصنیف کی تھی، وہ شیخ کے سامنے پیش کی، وہ دیکھکر بہت خوش ہوتے اور فرمایا۔

"اسرار و اعمال کے جواہرات جو میرے تصرف اور قوت میں تھے وہ قبل ازیں تم کو حوالہ کر چکا ہوں اور میں نے اپنے پاس نام کے سوا کچھ نہیں رکھا تھا، اب نام کو بھی کتاب کے صلے میں جو معلم افعال ہے، تمہارے اوپر تصدق کرتا ہوں" [۱۸]

چناں چہ بقول شاہ فضل اللہ شطار اسی دن سے حضرت حمیدالدین حضور کا اسم گرامی شیخ ظہور الحق والدین اور شاہ محمد غوث کا اسم گرامی حمیدالدین عرف محمد غوث ہوگیا م اسی لئے ہرمن ایتھے (Hermann Ethe) نے شیخ حمیدالدین حضور کو شیخ ظہورالدین حاجی حضور لکھا ہے، [۱۹]

شاہ محمد غوث نے جواہر خمسہ کے دیباچے میں اپنی طلب و سعی، شیخ کی خدمت میں حاضری، کوہستان چنار میں ریاضت و عبادت اور شیخ کی نوازش و عنایت کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں۔

"در اول حال چوں ولولہ عشق و محبت داشت بحکم والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا جد و جہد بسیار می کرد۔ لیکن بہ منتہائے ہمت خود نمی رسید تا بمقتضائے ان سعیہ سوف یری در واقعہ اول دیدہ بود باز نمودند کہ بمضمون اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب پیش حضرت سلطان الموحدین شیخ ظہور حاجی حضور متع اللہ المسلمین بطول بقائہ و تا بمقصودرسی و مطلوب حاصل شود (ن۔ گردد) قصد کرد، رو در طلب آورد، دراں سایہ عرش پایہ مشرف شد، بعد از

ملاقات فرمودند کہ خواجہ احمد کجاست، چوں مشارالیہ حاضر شد، گفتند، مارا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ وعدہ فرزند کردہ است، این ست توفیق ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ یافت۔ آں حضرت معمر بودند چناں چہ مشہور است۔ بعد از مدت مدید کہ بشرف خدمت حضرت مشرف شد جواہر علوم باطنی از دریا ولا یحیطون بشی من علمہ الا بماشاء وزاوھر افضال ظاہری از بوستان سرائے و یؤت کل ذی فضل فضلہ نثار ایں فقیر کردند۔ بعد ازاں در کوھستان قلعہ چنار رفتہ سیزدہ سال و چند (ن۔ چہار) ماہ در خلوت بود و انچہ فرمودہ بودند بہ آں عمل نمود، حال گذشتہ را نوشتہ جمع ساخت، بعد از چند سال کہ آں حضرت ہمائے صفت سایہ بر سر فقیر انداختند، تمامی را بعرض رسانید، خوش حال شدند و دعا کردند و پیراھن خاصہ خود را عطا فرمودند کہ بشارت اَلْقُہٗ علی وجھہ فارتد بصیرا یافتہ۔ ایں کتاب را کہ مسمی بجواہر خمسہ است بدست آں حضرت داد، ہر پنج جواہر بنظر کیمیا اثر مشرف شد، فرمودند کہ کار خود را خوب کردید و خلق را ہدایت وافر ابدالاباد و حجت اولیاء اللہ خواہد بود و ہیچ ولی نباشد کہ بریں اسرار مطلع نہ گردد۔ دراں وقت عمر ایں درویش بیست و دو سال بود" [20]

"ابتدا حال میں جب کہ مجھ کو کمال درجہ عشق و محبت کا ولولہ تھا، تو میں بموجب حکم والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

کے نہایت کوشش و محنت کرتا تھا، لیکن اپنی ہمت کی انتہا کو نہ پہنچتا تھا۔ یہاں تک کہ بمقتضائے ان سیعہ سوف یری جو کچھ کہ واقعہ اول میں میں نے دیکھا تھا، مجھ پر کھلا کہ موافق مضمون اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب کے بارگاہ حضرت سلطان الموحدین شیخ ظہور حاجی حصور متع اللہ المسلمین بطول بقاتہ، میں حاضر ہوتا کہ اپنے مقصد کو پہنچے، اور مطلب حاصل ہو، چناں چہ میں نے قصد کیا اور طلب مقصود میں مستعد ہوا۔ یہاں تک کہ آنحضرت کے سایہ عرش پایہ سے مشرف ہوا، بعد ملاقات کے آپ نے فرمایا کہ خواجہ احمد کہاں ہیں؟ جب خواجہ احمد حاضر ہوتے تو ارشاد کیا کہ حق سبحانہ و تعالی نے جو مجھ سے وعدہ فرزند کا فرمایا تھا، وہ یہی ہے، جس نے توفیق ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم کی پائی ہے، اور آپ کا سن شریف زیادہ تھا (جیسا کہ) مشہور ہے۔ بعد ایک مدت مدید کے شرف خدمت سے میں مشرف ہوا اور آپ نے جواہر باطنی کے دریائے ولا یحیطون بشی من علمہ الا بما شاء سے اور زواہر افضال ظاہری بوستان سرائے ویؤت کل ذی فضل فضلہ سے اس فقیر کو عطا کئے۔ اس کے بعد کوہستان چنار میں جاکے تیرہ برس اور کئی مہینہ خلوت میں رہا اور جو کچھ حضرت نے ارشاد کیا تھا، اس پر عمل کیا، اور حالات گذشتہ لکھ لکھ کے جمع کئے، چند برس کے بعد آنحضرت نے مثل ہما کے اپنا سایہ بلند پایہ اس فقیر کے

سر پر ڈالا اور اس نے جملہ حالات عرض کئے آپ خوش ہوئے
اور دعا فرمائی، اپنا پیراھن خاص مجھ کو عطا کیا جس سے میں نے
بشارت القاہ علی وجہ فارتد بصیرا کی پائی اور یہ کتاب جس
کا نام جواہر خمسہ ہے، حضرت ممدوح کے دست مبارک میں دی
جب یہ پانچوں جوہر نظر کیمیا اثر حضرت سے مشرف ہوئے،
فرمایا کہ تو نے اپنا کام خوب انجام دیا، اور خلق اللہ کو ہدایت
وافر کی، یہ ہمیشہ اولیاء اللہ کے لئے حجت ہوگی اور کوئی ولی ایسا نہ
ہوگا کہ ان بھیدوں سے خبردار نہ ہو، اس وقت درویش کی عمر
بائیس سال کی تھی" ۲۱

الغرض حاجی حمیدالدین حصور نے بیعت فرما کر تمام منازل سلوک طے کرائے اور خرقۂ خلافت عطا کیا۔ اکثر تذکرہ نگاروں اور مورخین نے شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کی بیعت کا ذکر کیا ہے۔ صاحب مرآت سکندری لکھتے ہیں۔

"ہدایت پناہی، حقایق دستگاہی، مخترع بدیع الاسلوب فی الکشف
والکرامات حضرت شیخ محمد غوث، طریقۂ ایشاں شطاری ست،
یعنی سلسلۂ ارادت و خلافت ایشاں بحضرت سلطان العارفین،
قطب المحققین، شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ منتہی می شود" ۲۲

ہندوستان میں شیخ عبداللہ شطاری (م۔ ۸۹۰ھ / ۱۴۵۸ء) نے شطاریہ سلسلے کی اشاعت کی، آپ کا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے، جو نویں صدی ہجری میں ایران سے ہندوستان تشریف لائے تھے، آپ کی خواب گاہ (مانڈو) میں ہے، بقول محمد غوثی:

"تمام مشائخ شطار کو ہند میں شاہ عبداللہ شطاری کی خدمت

سے اس مشرب کا حصہ ملا ہے" ۲۳

شاہ عبداللہ شطاری کے چند سال اور چند ماہ بعد خرقہ خلافت شاہ محمد غوث کو پہنچا: ۲۴

عبدالحئی الحسنی مشرب شطاریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اما الطریقۃ الشطاریہ فھی للشیخ عبداللہ الشطاری الخراسانی، و کان من رجال قرن ثامن، ورد الھند و اخذ عنہ خلق کثیر و ہا. جہتان، جہتہ الشیخ محمد غوث الگوالیری صاحب الجواہر الخمسہ وھو اخذ عن الشیخ ھدایتہ اللہ بن محمد بن العلاَ المنیری عن والدہ الشیخ قاضن عن الشیخ عبداللہ المذکور" ۲۵

(ترجمہ) "طریقہ شطاریہ، شیخ عبداللہ شطاری خراسانی سے چلا ہے، موصوف آٹھویں صدی ہجری کے متصوفہ میں سے ہیں۔ ہندوستان تشریف لائے اور آپ سے بیشمار لوگ مستفیض ہوئے۔ موصوف کے یہاں دو سلسلے ہیں پہلا سلسلہ صاحب جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیری سے چلتا ہے، یہ شیخ حمید سے بیعت تھے، وہ شیخ ھدایتہ اللہ بن محمد بن العلاَ المنیری سے بیعت تھے اور وہ اپنے والد (شیخ قاضن) سے بیعت تھے اور وہ شیخ عبداللہ مذکور سے بیعت تھے"

صاحب مجمع الاولیاَ نے بھی شیخ محمد غوث کا ذکر کیا ہے مگر ان سے سہواً ایک واسطہ رہ گیا ہے، انہوں نے لکھا ہے۔

"ریحان چمن معرفت، سرو جوتبار وحدت، سالک رشید شیخ حاجی حمید مرید شیخ قاذن است واو مرید شیخ عبداللہ شطاری

است۔۔۔۔ شیخ محمد غوث ملقب باشت برادر مرید اوست"[26]

یعنی شیخ محمد غوث (آٹھ بھائیوں سمیت) شیخ حاجی حمید سے بیعت تھے وہ شیخ قاذن سے بیعت تھے اور موصوف شیخ عبداللہ شطاری سے بیعت تھے۔

اکثر تذکروں میں یہی لکھا ہے کہ شیخ محمد غوث اپنے برادر شیخ پھول کے ساتھ شیخ حاجی حمید سے بیعت ہوتے۔ صاحب مجمع الاولیاؔ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ پھول کے علاوہ سات بھائی اور مرید تھے۔ راقم کے پاس ایک قدیم مخطوطہ ہے جس پر سنہ مرقوم نہیں۔ اس میں شیخ محمد غوث اور ان کے برادران کا ذکر ملتا ہے۔

۱ ------ شاہ رکن الدین رکن عالم قدس سرہ، مرقد مبارک شکوہ آباد کے قرب و جوار میں سرائے شیخ میں واقع ہے۔

۲------ حضرت شاہ پھول جہانیاں شہید، مرقد مبارک ہنڈون کے قریب بیانہ میں پہاڑ پر واقع ہے۔ ہمایوں بادشاہ کو شیخ موصوف سے بڑی انسیت تھی۔ چناں چہ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

بیانہ میں پہاڑ پر واقع ہے۔ ہمایوں بادشاہ کو شیخ موصوف سے بڑی انسیت تھی۔ چناں چہ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"و شیخ را برادرے بود شیخ پھول نام کہ بسبب اعتقاد ہمایوں بادشاہ نسبت شیخ بمراتب اعلیٰ رسیدہ بود و آخر بدست مرزا ہندال شہید شد"[27]

(ترجمہ) شیخ محمد غوث کے شیخ پھول نامی ایک بھائی تھے۔ ہمایوں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اسی بنا پر ان کو اعلیٰ مراتب پر فائز کیا تھا۔ ہمایوں سے اس تعلق کی وجہ سے مرزا ہندال نے آپ کو شہید کر دیا۔

ہمایوں بادشاہ کے خادم خاص جوہر آفتابچی نے شیخ پھول کے قتل کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں۔

> "نورالدین محمد مرزا نے مرزا ہندال سے عرض کیا کہ آپ شیخ پھول کو قتل فرمادیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ حضرت سلامت سے برگشتہ ہیں اس صورت میں ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ کے نام کا خطبہ پڑھائیں گے۔ مرزا ہندال نے حکم دیا کہ نورالدین مرزا ہی شیخ پھول کو کسی حیلے سے قتل کر دے۔ شیخ پھول پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اس نے شیر کاں کو ہتیار مہیا کئے اور خط و کتاب بھی کی۔ بس اس بہانے سے قتل کر دیا گیا اور مرزا ہندال کے نام کا خطبہ پڑھا گیا" [۲۸]

نورالدین جہاں گیر (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) نے تزک جہاں گیری میں [۲۹] دیگر مورخین میں کرنل وولزلے، [۳۰] (Colonel Wolseley) اور تھیوڈر ڈی بیری [۳۱] (Theodre De Bary) وغیرہ نے لکھا ہے کہ ہمایوں بادشاہ کو شیخ پھول سے عقیدت تھی، یہاں تک کہ وہ بیعت ہو گیا تھا۔ ٹی۔ ڈبلیو، بیل [۳۲] (T.W.Beale) اور محمد غوثی نے [۳۳] بھی لکھا ہے کہ ہمایوں بادشاہ، شیخ پھول سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ بلکہ ملکی معاملات میں بھی مشورہ لیا کرتا تھا۔ شاہ سے گدا تک سب دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ صاحب اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ ہمایوں آپ کا معتقد تھا۔ [۳۴]

۳ ------- شیخ محمد غوث کے تیسرے بھائی شاہ ابوالخیر سرمست قدس سرہ ہیں۔ ان کا مزار مبارک ظہور آباد میں ہے۔

۴ ------- چوتھے بھائی شاہ ابوالفتح قدس سرہ ہیں۔ ان کا مرقد فتح پور

میں ہے۔

۵------ پانچویں بھائی شاہ قطب الدین محمد احمد قدس سرہ ہیں ان کا مزار مبارک گوالیار سے مشرق کی طرف قصبہ بلارہ میں واقع ہے۔

۶------ چھٹے بھائی حضرت سید شاہ قدس سرہ ہیں۔ موصوف کا مزار مبارک، بقول صاحب مخطوطہ، کہیں نہیں کیوں کہ وہ ابدال تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷------ ساتویں بھائی شیخ قاضن ہیں۔

سلسلۂ شطاریہ کے علاوہ شاہ محمد غوث دوسرے سلاسل مین بھی مجاز تھے، بقول مفتی غلام سرور لاہوری؛۔

"گویند کہ شیخ محمد غوث قدس سرہ مقتدائے چہار دہ سلاسل بود، و سیاحت بسیار کردہ و از مشائخ عظام ہر یک خانوادہ فیض باطنی حاصل نمودہ بہ خرقۂ خلافت ممتاز گشت" ۳۵

شاہ محمد غوث نے اپنی تصنیف اوراد غوثیہ میں خود ان سلاسل سے استفادہ کا ذکر کیا ہے۔

"چشتیہ فردوسیہ، سہروردیہ، قادریہ، طیفوریہ، خلوتیہ، ربانیہ، مداریہ وغیرہ" ۳۶

ملا عبدالقادر بدایونی (متوفی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) جو شاہ محمد غوث کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، تحریر کرتے ہیں؛۔

"در علوم دعوت اسماء مقتدا و صاحب تصرف و جذب کامل بود و اجازت این علم از برادر بزرگ خویش شیخ پھول کہ صاحب کرامات و خوارق بود حاصل کرد" ۳۷

مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں:-

"از اعاظم مشائخ و کبرائے اولیاء متاخرین ہندوستان ست در طریقت سلسلہ ارادت بخدمت شیخ حاجی حمید کہ از اعاظم خلفائے شاہ قاذن (کذا) بود درست کردہ و شاہ قاذن نعمت خلافت از شیخ عبداللہ شطاری داشت و سوائے سلسلہ ظاہری تربیت باطنی از روح پر فتوح حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہ السامی ہم یافت۔ وبہ کمال مراتب اقطاب وا غواث رسید" ۳۸

موصوف، شاہ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

"و صاحب اخبار الاخیار می فرماید کہ شیخ محمد غوث چوں بروز اول بقصد ارادت بخدمت شیخ حمید رفت، شیخ حمید برخاست و اورا درکنار گرفت و گفت "بیا شیخ محمد غوث" ! حاضرین پرسیدند کہ ایں شخص را بے آں کہ بہ ایں مرتبہ رسیدہ باشد "غوث" خواندن چہ معنی دارد؟---- فرمود، فال نیک است کہ پدر نام پسر خود "شاہ عالم" می نہد اگرچہ اودراں وقت شاہ عالم نمی باشد" ۳۹

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے، شیخ محمد غوث کے متعلق اخبار الاخیار میں لکھا ہے:-

"شیخ محمد الملقب بہ غوث باہشت برادر مرید او بود گویند کہ روز اول کہ بقصد ارادت رفت، حاجی حمید برخاست واورا درکنار

گرفت و گفت بیا شیخ محمد غوث! پرسیدند کہ اورا بے سابقہ کار غوث خواندن بچہ سبب است گفت، باکے نیست پدر پسر خود را نام شاہ عالم نہد" [40]

"شیخ محمد ملقب بہ غوث آٹھ بھائیوں کے ساتھ (شیخ حاجی حمید سے) بیعت تھے کہتے ہیں کہ جب پہلے پہل بیعت کے لئے گئے تو حاجی حمید اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ محمد غوث کو بغل گیر کر لیا اور فرمایا شیخ محمد غوث آ! لوگوں نے پوچھا کہ ابھی سے غوث کہنے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ کوئی ڈر نہیں۔ باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم رکھدیا کرتا ہے"

صاحب حدیقۃ الاسرار نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے۔

"چوں اول اول بخدمت حاجی حمید صاحب مرشد خود مشرف شد فرمودند سید محمد غوث آمدید؟ حاضرین گفت یا حضرت ہنوز بدرجہ غوثیت نو سید، غوث چگونہ شد؟ فرمودند، فال نیک است۔ انشاء اللہ روزے غوث غوثان خواہد..... خاصہ پدر نام پسر خود شاہ عالم می دارد ازیں مضائقہ نیست و نہ جائے حیرت" [41]

(ترجمہ)۔ "جب پہلے پہل شیخ محمد غوث مرشد حاجی حمید کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا سید محمد غوث آ گئے؟ حاضرین نے کہا کہ حضرت ابھی تو یہ درجہ غوثیت تک نہیں پہنچے پھر غوث کس طرح ہو گئے؟ تو فرمایا کہ فال نیک ہے انشاء اللہ ایک دن یہ غوثوں کا غوث ہو گا۔ باپ بیٹے کا نام شاہ عالم رکھ

ہی لیتا ہے اس میں نہ تو کوئی مضائقہ ہے اور نہ یہ کوئی حیرت ہی کی بات ہے"

مفتی غلام سرور لاہوری نے ایک اور روایت نقل کی ہے۔

"نقل است کہ در اوائل شیخ محمد از اہل دعوت بود و در قلعہ کلچر ریاضت دعوت اسمائے الٰہی نمودہ ان کار را چناں بکمال رسانید کہ در ہند ثانی خود نداشت آخر کار آں کار را بکار صفائے باطن بر داخت و دریں کار ہم چناں سعی و جہد نمود کہ یکے از اقطاب وقت شدہ" ۴۲

شاہ محمد غوث کے فیض یافتہ سید فضل علی شاہ قادری الچشتی لکھتے ہیں۔

"در ابتدا از مان سلطنت عرش آستانہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دریں بلدہ اکابر نامدار، عالی مقدار و مشائخ بزرگوار ذوالمرجع می ماند ند و طالباں و معتقدان بودہ اند از اں جملہ شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز کہ از بزرگان عصر، غوث وقت خود گشتہ اند" ۴۳

(ترجمہ) "اکبر بادشاہ کے ابتدائے سلطنت میں اس شہر (گوالیار) میں بڑے بڑے علماء و مشائخ گزرے ہیں جن کے بہت سے لوگ معتقد مرید تھے۔ انھیں شیوخ میں شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز بھی ہیں۔ موصوف اپنے وقت کے غوث اور بزرگان عصر میں سے تھے"

صاحب حدیقۃ الاسرار نے شیخ محمد غوث کو اس طرح یاد کیا ہے۔

"آں دریائے رحمت بے غایت جاری حضرت سیدنا و مولانا سید محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ الباری بزرگے والا تبار و آل

اطہر جناب پاک سید الابرار و قطب وقت خود بود قدس اللہ سرہ العزیز و نور اللہ مرقدہ" ۴۴

"اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا وہ دریا تے رواں سیدنا و مولانا محمد غوث گوالیاری رحمتہ اللہ علیہ الباری زبردست بزرگ تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے تھے اور اپنے وقت کے قطب تھے۔ قدس اللہ سرہ العزیز و نور اللہ مرقدہ"

ٹی، ڈبلیو، بیل (T.W.Beale) لکھتا ہے:۔

ہندوستان کے اعاظم صوفیا میں آپ کا شمار تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ کوہستان چنار کے دامن میں جنگل کے اندر بارہ برس تک ترک نفس کی مشق کرتے رہے، آپ کی غذا جنگل کے پھل اور پتیوں کے سوا اور کچھ نہ تھی" ۴۵

موصوف نے کوہستان چنار پر مدت ریاضت ۱۲ سال لکھی ہے، حالانکہ خود شاہ محمد غوث نے جواہر خمسہ میں تیرہ سال چند ماہ تحریر فرمائی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے لکھا ہے:۔

"آپ شیخ ظہورالدین حاجی حضور کے شاگرد تھے، سلسلہ شطاریہ سے آپ کا تعلق تھا، آپ اور آپ کے آٹھ بھائی شیخ حاجی حمید کے مرید تھے" ۴۶

مقالہ نگار نے پہلے تو شاہ محمد غوث کو شیخ ظہور الدین حاجی حضور کا شاگرد بتایا ہے، پھر لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث اور ان کے آٹھ بھائی شیخ حاجی حمید سے بیعت تھے،

اس لئے بادی النظر میں پڑھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ظہور الدین حاجی حصور اور شیخ حاجی حمید دو شخصیتیں ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، حاجی حمید الدین حصور ہی کو بعد میں ظہور الدین حصور کہا جاتے لگا۔

مقالہ نگار نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ حاجی حمید کے ساتھ "حضور" لکھا ہے، حالانکہ اصل میں "حصور" ہے، اس کے معنی بے اولاد کے ہیں، چونکہ شاہ حمیدالدین کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے "حصور" کہا کرتے تھے، جو بعد میں کاتب کی ستم ظریفی سے "حضور" بن گیا، ایتھے نے بھی "حضور" لکھا ہے۔ [۴۷]

قیام گوالیار شاہ محمد غوث گوالیاری نے اپنے شیخ طریقت حاجی حمید الدین حصور (متوفی ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء) سے مستقل قیام کے لئے استفسار کیا تو موصوف نے فرمایا: "کل جہاں تمہارا ہے، جہاں مزاج چاہے رہو، اس میں تم کو اختیار دیا گیا ہے" [۴۸]

سید فضل علی شاہ نے کلیات گوالیار میں لکھا ہے۔

"دراں وقت حضرت شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز کہ از اکابر و اعاظم روزگار بودند در قلعہ بر قلوب تصرفے تمام داشت و از غازی پور پٹنہ کہ متوطن و مسکن حضرت شیخ مذکور بود بمقتضائے حکم مرشد حضرت بابا حصور شاہ ظہور الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز مفارقت گرفتند و بہ گوالیار رسیدند" [۴۹]

(ترجمہ) "اس زمانے میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری قدس اللہ سرہ العزیز، جو اکابر و اعاظم زمانہ میں سے تھے، قلعہ میں قلوب پر تصرف کامل رکھتے تھے اور غازی پور (پٹنہ) سے، جو آپ کا

مسکن و وطن تھا، اپنے مرشد حضرت بابا حضور شاہ ظہور الحق
والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ترک وطن کر
کے گوالیار تشریف لے آئے تھے"

لیکن جواہر خمسہ (۹۲۹ھ) کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوہستان چنار میں زمانہ ریاضت ہی میں قلعہ گوالیار میں قیام کا اشارہ ہوگیا تھا، چناں چہ شاہ محمد غوث تحریر فرماتے ہیں۔

"ایں درویش سیزدہ سال و ہفت ماہ در کوہستان چنار بہ عنوان
مسطور ریاضت کشید بعد ذالک از پردۂ غیب لاریب فدائے
رسید کہ ازیں کوہستان بدر شود در قلعۂ گوالیار برو..... آں حکم
بجا آوردیم" ۵۰

(ترجمہ) "یہ درویش کوہستان چنار میں مندرجہ بالا طریقہ پر تیرہ سال
سات ماہ عبادت کرتا رہا، اس کے بعد پردۂ غیب سے ایک واضح
ندا آئی کہ اس کوہستان سے نکل اور قلعۂ گوالیار میں جا.....
اس حکم کی تعمیل کی گئی"

قلعۂ گوالیار میں قیام کے یہ تو باطنی اسباب تھے، لیکن چند ظاہری اسباب بھی تھے، جن پر قاضی معراج الدین دھولپوری نے روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"ممدوح کے قلعۂ گوالیار پر قیام فرمانے کا سبب یہ تھا کہ اس
زمانہ میں سادات اور شرفا کے قدیم خاندان قلعہ پر ہی رہا کرتے
تھے، باہر جس جگہ اب گوالیار کی بستی ہے وہاں مسلمانوں کی
آبادی نہیں تھی، نیا نیا ان کا قبضہ قلعۂ گوالیار پر ہوا تھا، اور
جیسے جیسے اقتدار بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے مسلمان فضلاء اور کملا

روحانی بزرگ باہر سے آ آ کر یہاں آباد ہوتے جا رہے تھے، یہ وہ
وقت تھا جب حضرت شاہ محمد غوث قدس سرہ کو نہ کوئی جاگیر
ملی تھی اور نہ آپ کی جانب سے انتظام مہمانداری تھا۔" ۵۱

بہر حال شاہ محمد غوث گوالیار تشریف لائے اور یہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ
جاری کیا، صاحب مناقب غوثیہ لکھتے ہیں۔

"الغرض جب حضرت غوث اللہ، حضرت پیر جہاں (حاجی
حمیدالدین حضور کی درگاہ سے رخصت ہو کر گوالیار پہنچے اور
وہاں اقامت کی تو بانگ درویشی و صدائے عظمت ولایت موروثی
عالم میں پھیلی، عالم و عالمیاں، ملوک و سلاطین وقت مطیع و معتقد
ہوئے، مگر آپ کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص مجلس عالی میں دنیا کا
نام نہ لے سکتا تھا" ۵۲

گوالیار میں کچھ عرصہ قیام کیا تھا کہ مرض خیارک میں مبتلا ہو گئے اور چھ مہینہ
تک صاحب فراش رہے، جب اس مرض سے صحت پائی تو قاضی رکن الدین اور
قاضی خدا بخش کی وساطت سے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی حمیدالدین حضور کی
خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔۔۔۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر یہ حضرات پیام لے
کر چلے اور ادھر حاجی حمیدالدین نے شیخ سکندر سے فرمایا۔

"آج مجھ کو اطلاع ہوئی ہے کہ اس عالم دون سفلی سے عالم عقبیٰ
میں آؤں اور دار فنا سے دار بقا کا سفر اختیار کروں، میں نے جواب
دیا کہ چار روز کے بعد آؤں گا، کیونکہ بندگی میاں غوث کے
آدمی راستے میں ہیں، جب وہ آ جائیں گے تو صاحب مقام کو دستار
عطا کر کے اس عالم سے اس عالم میں آؤں گا" ۵۳

اس لئے جب قاضی رکن الدین اور قاضی خدا بخش، حاجی حمید الدین حضور کی خدمت میں پہنچے تو آپ بہت مسرور ہوئے اور اسی وقت جبہ و دستار طلب کر کے اپنے دست مبارک سے دونوں حضرات کے سپرد کیا، اور اپنی جانب سے شاہ محمد غوث (متوفی ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء) کے نام ایک ایک فرمان لکھوا کر دستخط فرما کر قاضی رکن الدین کے حوالے کیا، صاحب مناقب غوثیہ نے فرمان مذکور کا یہ مضمون لکھا ہے:۔

"صحیح فی الدنیا والآخرہ بندگی حضرت شیخ المشائخ میاں محمد غوث متع اللہ المسلمین بطول بقائہ از ظہور شمس انصاری المقدسی مطالعہ فرمایند تمام احوال قابل شکر ہے قل الحمدللہ دائماً معلوم و روشن ہو کہ اس درویش کو بھی بیس رمضان سے ران کا درد ہوا تھا اور جو کچھ حال و احوال اور اقوال اس فقیر کا ظاہر و باطن تھا آں فرزند کو سونپ کر اپنا قائم مقام کیا، بلکہ قالب کا حکم بھی تم شیخ المشائخ کے ہاتھ میں دیا، چناں چہ اپنی موجودگی میں صندوق طیار کرا کر حاضران مجلس کو (تمہارے) آدمیوں کی موجودگی میں نصیحت کر دی ہے کہ ہم کو امانت رکھو، قالب کا اختیار بھی فرزندم میاں محمد غوث کو دیا، جس جگہ وہ قابل سمجھیں لیجائیں، دوسرے یہ کہ آں فرزند کو اپنا قائم مقام کر کے جملہ خلفا و مریدین کو حوالہ کیا جس کو آں فرزند مقبول کرے، مقبول..... اور جس کو مردود کرے، مردود، اور جبہ و دستار اپنے حضور تمہارے آدمیوں کے سپرد کر دیا، یقین کر لو کہ جو کچھ رنج و مشقت اس فقیر نے اٹھایا اور درگاہ حق میں توکل پر ثابت رہا وہ سب آں فرزند کے واسطے تھا..... یہ فقیر درخت کے سایہ میں

مرقد کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور جو اس فقیر کے سفر کے بعد
ہو گا وہ شیخ سکندر کی کتابت سے معلوم ہو گا" ۵۴

حاجی حمیدالدین حضور کی وفات کے بعد شیخ سکندر نے جو مکتوب شاہ محمد غوث کے نام ارسال کیا تھا اور اس میں جو چشم دید واقعات بیان کئے تھے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حاجی حمیدالدین نے اپنی وفات کے بارہ میں جو کچھ فرمایا تھا حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔۔۔۔ مکتوب مذکور کے آخر میں شیخ سکندر تحریر فرماتے ہیں۔

"اکیس ذی الحجہ کو ایک پاس شب باقی تھی کہ یکایک فرمایا "یارو اٹھو، رحمت کا وقت ہے، اس درویش کو پھر حکم ہوتا ہے کہ آج چوتھا روز ہے کہ تمام انبیا و اولیا تمہاری ملاقات کے منتظر ہیں شتاب آؤ" ۔۔۔۔ اور اس وقت چوڈول پر سوار ہو کر باہر آئے، اور اپنے حضور میں قبر درست کرائی، بعدہ اس چوڈول کو درخت کے سایہ کے نیچے لائے جو کوئی اپنا حال عرض کرتا فرماتے "فرزندم میاں محمد غوث کے حوالہ کیا، یہاں تک کہ صبح صادق چمکی اور آپ سر سے پا تک چادر اوڑھ کر شغل مع اللہ کے ساتھ دارالفنا سے دارالبقا کو رحلت فرما گئے"

دیگر معروض کہ اس خاک روب آستانہ کو خاک روبی آستانہ کی خدمت پر نواز کر جامۂ خلافت عطا فرمایا ہے لیکن ثابت جب ہی ہو سکے گا جب آنحضرت قبول فرمائینگے" ۵۵

الغرض حضرت حاجی حمیدالدین حضور کی وفات کے بعد شاہ محمد غوث گوالیاری مسند خلافت پر متمکن ہوئے، اور گوالیار میں قیام کر کے دور و نزدیک فیض رسانی کا

سلسلہ جاری کیا۔

شاہ محمد غوث گوالیاری کے زمانے میں ایک اور بزرگ بھی قیام پذیر تھے، جن کو خواجہ خانون کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، بعض تذکرہ نگاروں نے شیخ خانو بھی لکھا ہے، خواجہ خانوں اور شاہ محمد غوث کے درمیان غائبانہ ربط باطنی تھا، ان کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالتے چلیں۔

خواجہ خانون اور شاہ محمد غوث شاہ محمد غوث کے زمانے میں خواجہ خانوں (متوفی ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء) بھی گوالیار میں تشریف رکھتے تھے موصوف کی ولادت ۸۵۳ھ میں ہوئی، ناگور کے رہنے والے تھے، وہاں سے ترک وطن کرکے گوالیار تشریف لے آئے تھے، [56] خواجہ حسین ناگوری سے بیعت تھے اور شیخ حسین سرمست کے فرزند شیخ اسماعیل سے خرقۂ خلافت ملا تھا، جو چندیری میں رہا کرتے تھے، [57] اپنے وقت کے اجلہ صوفیہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ یکتائے زمانہ تھے۔

خواجہ خانون کی درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین کا یہ خیال ہے کہ جب خواجہ خانون گوالیار تشریف لائے تو اس وقت شاہ محمد غوث گوالیار میں سلسلۂ رشد و ہدایت میں مصروف تھے، موصوف نے ایک عجیب و غریب حکایت نقل کی جس کی اصلاح ضروری ہے، اپنی تالیف فیضان ولایت میں لکھتے ہیں۔

"جب آپ (خواجہ خانون) گوالیار میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر نو وارد و مسافر تین یوم مہمان رہا کرتا تھا، مگر آپ ان کے دسترخوان پر نہ پہنچے، محمد غوث نے اپ کی خدمت میں اپنے خادم کو بلانے کے لئے بھیجا، آپ غسل فرما کر بحالت سکون ایک پتھر پر بیٹھے تھے،

خادم کے عرض کرنے پر آپ نے جواباً فرمایا کہ فقیر آمد و رفت کے لئے نہیں ہے اور نہ یہ فقیر کے مناسب حال ہے، پس اسے معذور رکھو، محمد غوث کو اس تعارض سے ناگواری ہوئی اور اپنے خدام "اجنہ" کو حکم دیا کہ جس پتھر پر وہ بیٹھے ہیں مع اس پتھر کے ان کو اٹھا لاؤ، چار "جن" تعمیل حکم کے لئے آئے لیکن وہ پتھر نہ اٹھا سکے، اور لاچار ہو گئے، حضرت خواجہ خانون نے ان "اجنہ" سے کہا کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو جنوں نے ادب سے عرض کیا کہ "ہم تو تابعدار ہیں جو حکم دیا گیا تھا تعمیل کر رہے تھے، اب جو حکم دیا جائیگا اس کی تعمیل کرینگے" حضرت خواجہ نے متبسم ہو کر فرمایا "جاؤ غوث کو مع اس تخت کے اٹھا لاؤ جس پر وہ بیٹھے ہوئے ہیں" ----- جن گئے اور آن واحد میں حضرت محمد غوث کو مع تخت کے سامنے لا کر رکھدیا، حضرت محمد غوث بہت حیران ہوئے اور سلام شوق کے بعد اس طرح معذرت کی:-

"اے شیخ محترم مجھے یہ قطعی علم نہ تھا کہ آپ شاہ ولایت ہیں، ورنہ مجھ سے ہرگز یہ عمل نہ ہوتا" حضرت خواجہ نے مسکرا کر کہا، "کوئی حرج نہیں، دوستوں کی ملاقات چھیڑ چھاڑ سے ہی ہوا کرتی ہے،" حضرت محمد غوث کے تخت پر بہت سے اسباب عملیات بخورات وغیرہ رکھے تھے، اور ایک بیاض بھی رکھی تھی، جسے حضرت خواجہ نے اٹھا کر دریافت کیا "محمد غوث کیا ہے" ؟

حضرت غوث کی زبان کی لغزش سے اتفاقاً نکل گیا "حضور کچھ نہیں" ----- پس حضرت خواجہ نے بیاض یہ کہتے ہوئے رکھدی "اچھا کچھ نہیں" ----- تھوڑے وقفہ کے بعد کسی ضرورت سے محمد غوث نے اس بیاض کو کھولا تو اس کے سب اوراق سفید تھے، بہت سراسیمہ ہوئے اور حضرت خواجہ کی جانب رحم طلب نظروں سے دیکھا، حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے مسکرا کر فرمایا، "محمد غوث اس میں کچھ نہیں، تجھ میں سب کچھ ہے،" تین مرتبہ زبان فیض ترجمان سے اس جملہ کا ادا ہونا ہی تھا کہ حضرت محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کامل ہو گئے، بخورات وغیرہ سب اٹھا کر پھینک دئے اور غلبۂ ترک سے مغلوب ہو کر نظارۂ جمال وحدت میں مستغرق ہو گئے، کیف و سرور اور معراج معرفت یاب، حضرت غوث رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ خانوں سے وقت رخصت گاہ بگاہ حاضر ہوتے رہنے کی اجازت چاہی، مگر حضرت خواجہ نے فرما دیا کہ ایک کام وقت پر موقوف ہے، اس کی ادائیگی تم کرو گے، اسی وقت ملاقات ہوگی"۔[58]

اس حکایت میں جتنی صداقت ہے وہ خود اس کے انداز بیان سے ظاہر ہے، صاحب فیضان ولایت کے قول کی روشنی ہی میں خود اس واقعہ کی تردید ہو جاتی ہے، موصوف نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ خانوں تقریباً ۹۰۰ھ میں گوالیار تشریف لائے تھے [59] شاہ محمد غوث کوہ چنار کی ریاضت کے بعد گوالیار تشریف لائے، جواہر خمسہ ایام ریاضت کی تصنیف ہے، اس کا سنہ تصنیف ۹۲۹ھ ہے، اس سے ظاہر ہے کہ

شاہ محمد غوث، خواجہ خانون کے تقریباً ۲۹ برس بعد گوالیار تشریف لائے،....
حکایت مذکور کی بنیاد اسی پر قائم تھی کہ خواجہ خانون بعد میں تشریف لائے، جب بنیاد ہی قائم نہ رہی تو حکایت کی صحت و عدم صحت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے، یہ بھی واضح رہے کہ شاہ محمد غوث کی ولادت ۹۰۷ھ میں ہوئی تھی، یعنی جس وقت خواجہ خانون گوالیار تشریف لائے ہیں (بقول غلام محی الدین) شاہ محمد غوث پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

صاحب فیضان ولایت کی ایک تحریر سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ خانون اور شاہ محمد غوث زندگی میں نہیں مل سکے، موصوف نے لکھا ہے۔

> "۹۴۰ھ میں مورخہ یکم جمادی الاول کو آپ نے اپنے بڑے فرزند حضرت خواجہ بندگی احمد قدس اللہ سرہم سے ارشاد فرمایا کہ میں اب تم سب سے رخصت ہوتا ہوں، بعد وفات میری تجہیز و تکفین حضرت محمد غوث گوالیاری کریں گے، میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ملاقات ان کی ہماری اس وقت پر منحصر ہے" ۶۰

آخری جملے سے صاف ظاہر ہے کہ زندگی میں دونوں بزرگوں کی ملاقات نہیں ہوئی، اور مذکورہ بالا قصہ من گھڑت ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ خانوں کے فرزند اکبر حضرت خواجہ بندگی احمد (متوفی ۱۰۱۵ھ / ۱۶۱۶ء) نے جو واقعہ بیان کیا ہے، صاحب فیضان ولایت نے اسی میں مبالغے سے کام لے کر بات بڑھادی ہے، اصل واقعہ یہ ہے جو بڑی حد تک مستند سمجھا جاسکتا ہے۔

> "ایک روز حضرت قبلہ گاہی طہارت فرمارہے تھے، اور کچھ افاقہ

بھی تھا، اچانک شیخ محمد غوث کے ہاں سے دو خادم آئے، سلام
پیش کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ کہاں سے
اور کس لئے آئے ہو؟ مقیم ہو یا مسافر؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو شیخ
محمد غوث کے خادموں میں سے ہیں، شیخ نے پیام دے کر آپ
کے پاس بھیجا ہے، ور دعائے شوق کے بعد کہا ہے کہ آپ کے
دیدار کا بحد اشتیاق ہے، اور باہمی ملاقات کا شوق مرتبۂ کمال
پر پہنچا ہوا ہے، اگر غریب خانے پر تشریف لے آئیں تو
آپ کا گھر ہے، ورنہ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ حاضر ہو کر
دیدار سے مشرف ہوں اور وصال باہمی سے لطف اندوز ہوں،
حضرت قبلہ گاہی کو علم اولین و آخرین تھا، ان دونوں کی باتیں
سنکر مسکرائے اور جواباً فرمایا کہ فقیر خانوں کو ان دونوں باتوں سے
معذور رکھیے، کیونکہ یہ فقیر کہیں جانے کے لئے مامور نہیں، اور
کسی کے لئے تعظیماً قیام سے بھی معذور ہے، شفقت دوستی کا
یہی تقاضا ہے کہ فقیر کو ان دونوں تکالیف سے معذور رکھیں،
ہماری ملاقات ایک وقت پر موقوف ہے، اس وقت کے منتظر
رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اگر ہونی ہے تو ضرور ہوگی" [61]

فیضان ولایت کا جو اقتباس پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس کا اول و آخر اسی مذکورہ بالا اقتباس سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، باقی جو کچھ ہے وہ اختراع ذہنی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

خواجہ خانوں کے فرزند اکبر خواجہ احمد نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان کی روشنی میں بھی صحیح معلوم ہوتا ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

"از جہت کبر سن و ضعف بنیہ بہ تعظیم مردم قیام نہ نمودے، خدمت والا بہ صحبت شریفش رسیدہ بودند از ترک تعظیم و قیام کہ ازوے در مردم شہرت یافتہ بود پرسیدہ، فرمود کہ من پیر شدہ ام و ضعیف گشتہ از برائے تعظیم ہر داخل و خارج قیام نتوانم کرد۔ مخصوص ساختن بعضے دون بعضے لائق بہ حال فقرآ بناشد، مرا معذور دارید" ۶۲

سید فضل علی شاہ کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں ان دونوں حضرات کی ملاقات نہیں ہوئی۔ موصوف نے لکھا ہے:۔

"خواجہ خانوں قدس اللہ سرہ العزیز جو شیخ (محمد غوث) کے ہم عصر تھے گو کہ دونوں ایک ہی زمانے میں تھے مگر واللہ اعلم ان دونوں حضرات کی ملاقات کیوں نہ ہوئی۔ اس کا کیا سبب تھا۔ البتہ یہ بات تحقیق میں آئی ہے کہ حضرت خواجہ خانوں نے رحلت کے وقت اپنے صاحب زادے شیخ محی الدین کو وصیت فرمائی تھی کہ حضرت شیخ محمد غوث کے آنے تک میری تجہیز و تکفین نہ کرنا۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ کو خبر کی گئی، آپ فکر ہی میں تھے کہ شیخ محی الدین روتے ہوتے پہنچے حضرت شیخ نے فرمایا۔ "بہت اچھا کیا، آ گئے اور والد کی وصیت کو پورا کیا۔ آفرین ہو"

"اس کے بعد حضرت (محمد غوث) روانہ ہوئے۔ جنازے کے نزدیک پہنچ کر آپ نے "سلام علیک" کیا، حضرت خواجہ

(خانوں) کے جنازے سے پردۂ شریعت کی وجہ سے جواب میں
ایک آواز بلند ہوئی "لبیک و علیک" شیخ (محمد غوث) بیٹھ گئے،
آپ کے فرمانے کے بموجب (خواجہ خانوں کے) صاحب
زادگان نے تکفین و تدفین کی" [۶۳]

غلام محی الدین صاحب نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث نے خواجہ مرحوم کے صاحب زادگان کے ساتھ غسل دیا، تجہیز و تکفین فرمائی، اس کے بعد نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی، ۹۴۰ھ دوم جمادی الاول وقت چاشت تدفین سے فارغ ہوئے [۶۴]

محمد اسماعیل رمزی نے ایک کتاب بعنوان "آئینۂ ولایت" لکھی ہے جو ۱۹۶۲ء میں علوی پریس بھوپال سے شائع ہوئی ہے۔ سرورق پر بتایا تو یہ گیا ہے کہ اس میں حضرت خواجہ خانوں علیہ الرحمہ کے حالات زندگی کا مختصر اور محققانہ تذکرہ ہے مگر کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دو مقاصد ہیں ایک حضرت خواجہ خانون کے حیات پاک کے حالات اور دوسرے شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کی "غوثیت" کی پر زور تردید، نہ معلوم فاضل مولف نے اپنے مقالے کے لئے اس بحث کو کیسے مناسب خیال فرمایا۔

یہ کتاب سولہ صفحات پر مشتمل ہے صرف ساڑھے ساتھ صفحات میں خواجہ خانوں کا تذکرہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اولیاء اللہ کے مدارج و مراتب پر بحث ہے، پھر شاہ محمد غوث کے مختصر حالات زندگی بیان فرما کر مؤلف موصوف رقمطراز ہیں۔

"ان شواہد کی روشنی میں یہ بات بالکل صاف اور واضح ہو جاتی ہے
کہ حضرت محمد غوث کا شیخ محمد نام تھا اور ان کے پیر و مرشد
نے بوقت بیعت ان کے نام میں "غوث" کا اضافہ فرمادیا تھا اور
اس کے بعد سے وہ شیخ محمد غوث کے نام سے مشہور ہو گئے۔

غوث دراصل ان کے نام کا جزو ہے اور وہ بلحاظ مرتبہ غوث نہیں تھے" ۶۵

کتاب کے آخر میں بتایا ہے کہ شاہ محمد غوث، خواجہ خانوں سے ۵۳ سال چھوٹے تھے اس کے بعد یہ جملہ لکھ کر کتاب ختم کر دی گئی۔

"اس لئے دونوں بزرگوں میں موازنہ اور مقابلہ کرنیکا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا" ۶۶

جو کتاب خواجہ خانون کے حالات زندگی پر لکھی جارہی ہے اس کا اس طرح ختم کر دینا اس شک میں مبتلا کر دیتا ہے کہ مؤلف موصوف کا یہ مقصد تو نہیں کہ شاہ محمد غوث کے مراتب کو گھٹایا جائے۔ اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت غوثیت و قطبیت کو نکالا جائے۔ راقم کے خیال میں یہی سبب ہے کہ خاندان غوثیہ کے ایک فرد سید خطیر الدین شطاری نے ایک کتاب "سندان غوثیت بہ تردید آئینۂ ولایت" تالیف فرمائی اور سال رواں ۱۹۶۳ء میں مطبع سعیدی، قرآن محل۔ کراچی سے چھپوا کر شایع کی جس میں شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کے مقام "غوثیت" کی تائید اور رمزی صاحب کے بیانات کی تردید ہے۔ بہر کیف دو بزرگ خاندانوں کے افراد کا اسلاف کے بارے میں یہ اختلاف خوش آیند نہیں۔ راقم کے خیال میں اگر کسی تذکرہ نگار یا سوانح نگار یا مورخ نے کسی بزرگ کی شان کو دوبالا کیا ہے تو خوش ہونا چاہئے نہ کہ تحقیق کر کے اس کو گرانے کی سعی میں مصروف ہونا چاہئے۔

اختلاف کا یہ سلسلہ اخبار جنگ (کراچی) کے ایک مضمون بعنوان "فیض خانوں" سے ہوا جو ایک مجہول الاسم ع۔ع خانونی نے ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں شائع کرایا تھا۔ چناں چہ ۴ نومبر ۱۹۶۰ء کے اخبار انجام میں سید خطیر الدین صاحب نے اس مضمون کی مختصراً تردید کی اس کے بعد اور اخبارات میں تردیدات شائع ہوتی رہیں

مثلاً اخبار " انکشاف " (جھانسی) کے ۲۸ / ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۱ء کے شمارے میں سید
علی حسن سجادہ نشین درگاہ شاہ محمد غوث نے ایک مضمون بعنوان "من عند اللہ
بالغوث" کے عنوان سے لکھا۔ اسی عنوان سے موصوف کا ایک اور مضمون اخبار
" احساس " (آگرہ) کے ۵ نومبر ۱۹۶۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ پھر قاضی معراج
الدین دہولپوری کا ایک مضمون اخبار نو روز (کراچی) کے دسمبر ۱۹۶۱ء کے چند
شماروں میں مسلسل شائع ہوا۔ بہر کیف سب کچھ ہوتا رہا۔ اور اس لئے ہوتا رہا کہ ایک
بزرگ کی عظمت کو ٹھیس پہنچائی جارہی تھی۔

اس سلسلے میں راقم نے جو تحقیق کی ہے اس کا مقصود کسی کی دل آزادی نہیں
بلکہ حقائق کا بیان ہے۔ راقم کے لئے جتنے شاہ محمد غوث محترم ہیں اتنے ہی خواجہ
خانون بھی ہیں، یہ سب اہل اللہ تھے، ہر طرح احترام کے لائق۔

شاہ محمد غوث کے مقام "غوثیت" کے متعلق صرف انہیں اصحاب کے تذکروں
سے استفادہ کیا ہے جنہوں نے براہ راست شاہ محمد غوث سے فیض حاصل کیا ہے
کیونکہ استناد و استدلال کے لئے ان ماخذات سے بہتر اور ماخذ نہیں ہو سکتے۔

۱ ------ مناقب غوثیہ، یہ کتاب شیخ فضل اللہ شطاری کی تالیف ہے جو عرصہ
دراز تک شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتے
رہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:۔

"بندۂ ضعیف و نحیف، راجی الی اللہ، حضرت غوث اللہ کے
آستانہ کا خادم، معروف فضل اللہ مخاطب بہ خطاب زمنی ابن
سید بدہ ابن سید قطب الدین ابن سید اوحد ابن سید احمد اہل اللہ از
نسل شیخ الکامل۔۔۔۔ سید احمد کبیر قدس اللہ سرہ العزیز" ۶۷

مناقب غوثیہ میں شاہ محمد غوث کے ۹۴۱ھ تک کے حالات و مناقب ہیں۔ گویا یہ

کتاب شاہ محمد غوث کی وفات سے ۲۹ سال قبل ہی تالیف ہو چکی تھی۔
یہ کتاب پانچ مناقب پر مشتمل ہے، جسمیں پہلی منقبت میں "غوثیت" پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مؤلف اس کے اسباب و علل بیان کرتے ہوتے لکھتے ہیں۔

"اور جو لوگ کہ اس درگاہ کا وقوف نہیں رکھتے اور غوثیت کے مراتب میں گفتگو کرتے ہیں، اس سے باز آجائیں اور فضول سوال و جواب کے درپے نہ ہوں" ۶۸

پہاڑ پر جس بزرگ سے شاہ محمد غوث کی ملاقات ہوئی، جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، اس کے الفاظ بھی فضل اللہ شطاری نے اس طرح نقل کئے ہیں۔

"خوب آتے اور بروقت آتے کہ میں بھی آپ کے انتظار میں تھا کیوں کہ مجھ کو خدائے برتر نے مقام "غوث" بخشا ہے اور اب میری دنیاوی عمر تمام ہو چکی ہے، حکم ہوا تھا کہ فلاں وقت اس شکل و شمائل کا ایک مرد آنیوالا ہے، تم ان کو یہ درجہ "غوثیت" سونپ کر دنیا سے عالم بقا کی جانب آجاؤ۔ بحمدہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو پہنچا دیا" ۶۹

شاہ فضل اللہ شطاری نے محمد غوث کے مرتبۂ "غوثیت" کی تشہیر کے اسباب بیان کرتے ہوتے یہ واقعہ لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث کے حجرہ شریف کے پاس نگہبان رہتے تھے، ان کے پاس تلوار اور نیزہ بھی رہا کرتا تھا، ایک دن شاہ محمد غوث کے مرید شیخ احمد دانا نے عالم سکر میں وہ تلوار اور نیزہ اٹھا کر دریائے گنگا میں پھینکدیا۔ نگہبان نے اس حرکت کی شکایت جب شاہ محمد غوث سے کی تو آپ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا۔

"تو نے یہ کیسی عجلت کی اور اس ضعیف پر بے وجہ رنج ڈالا؟" ۷۰

اس کے جواب میں شیخ احمد دانا نے عرض کیا۔

"اگر حکم ہو تو تمام اشیاء لا کر حاضر کروں" ارشاد ہوا "ہاں ابھی لے کر آؤ، اور بہت جلد آؤ" ...... شیخ احمد دانا کو سب نے دیکھا کہ بالائے حصار سے "یا غوث" کہہ کر دریا میں گرے اور یہ کہتے ہوئے پانی میں غرق ہو گئے کہ "یا حضرت ہماری امانت جو تیرے پاس ہے، دے" چند لمحوں میں "یا غوث" کہتے ہوئے دریا سے باہر آئے، اور تمام اشیاء بجنسہ موجود تھیں۔ حضرت شیخ احمد دانا متواتر "یا غوث" کے نعرے لگا رہے تھے کہ ان کی آواز سے دشت و جبل گونج اٹھے۔ مگر وہ خاموش و فراموش نہ ہوتے۔ یہاں سے آپ کی شان "غوثیت" عالم آشکار ہوئی جو اظہر من الشمس ہے" [1]

شاہ فضل اللہ شطاری ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ قلعہ چنار میں ریاضت و مجاہدے کے زمانہ میں ایک دن معاملے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔

..... "غوث وقت کا مقام تم کو عنایت کیا گیا ہے" ..... دونوں حضرات رضوان اللہ علیہم کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا، کہ اگر آپ کے طفیل سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار فیض آثار حاصل ہو اور خود حضور ارشاد فرمائیں تو نور علی نور، دونوں بزرگوار رضی اللہ عنہما نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کر سید کونین کی حضور میں پہنچا کر سب حال عرض کیا، ارشاد ہوا "تو غوث وقت ہے" [2]

یہ واقعہ شاہ محمد غوث نے خود شاہ فضل اللہ شطاری سے بیان فرمایا جیسا کہ سیاق و سباق سے مترشح ہے۔ شاہ فضل اللہ نے مناقب غوثیہ میں جا بجا شاہ محمد غوث کو "غوث الاسلام والمسلمین" "غوث المسلمین" "غوث العالم" لکھا ہے۔

"شیخ محمد غوث" کے عرف ہونے کا عقدہ بھی شاہ فضل اللہ کے اس بیان سے کھل جاتا ہے جو قلعہ چنار سے ریاضت کے بعد شیخ حمیدالدین حصور سے ملاقات کے سلسلے میں لکھا ہے، لکھتے ہیں:۔

"اور خلافت ظاہری و باطنی اور نعمت وغیرہ سے سرفراز فرما کر ارشاد کیا کہ میاں محمد غوث جو کچھ میں نے ایکسو ساٹھ سال کی مدت میں ایک سو اور چند مقام پر جا کر اور در بدر پھر پھرا کر حاصل و جمع کیا وہ سب آج تم کو بخشتا ہوں۔ یہ فرما کر خرقہ مبارک بدن مبارک سے اتار کر آپ کو پہنایا اور فرمایا کہ جمیع انعام و اکرام جو مجھ پر تھے تم کو مبارک، البتہ ایک نام رہا ہے وہ بھی عنایت کرتا ہوں...... اس روز سے حضرت پیر. جہاں (حمیدالدین حصور) کا اسم عالی شیخ ظہور الحق والدین اور حضرت غوث العالم کا شیخ حمیدالدین عرف شیخ محمد غوث تمام عالم میں شہرت پذیر ہوا" [۳]

شاہ فضل اللہ شطاری کے متذکرہ بالا تمام بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث بلاشبہ درجہ "غوثیت" پر فائز تھے اور یہ کہ مرشد گرامی کا نام نامی اپنانے کے بعد اصل نام عرف ہو گیا تھا...... موصوف نے ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"بیشک جو کوئی "غوث" کے سایہ عنایت میں آگیا اس کا مستغاث کسی شئے میں نہ رہا، اس کا استغاثہ اس کی استعانت

میں تھا" ۴؎

۲ ------ کلیات گوالیاری، یہ سید فضل علی شاہ کی تالیف ہے۔ اس میں اکبر کے عہد تک کے حالات ہیں، یہ تذکرہ گوالیار کے بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ مؤلف کو شاہ محمد غوث سے خاص عقیدت ہے خود تحریر فرماتے ہیں۔

"الغرض مراد ایں فقیر دینی و دنیوی از خاندان غوثیہ یعنی از حیات غوث اولیا۔ قدس اللہ سرہ العزیز حاصل و تسلی و تشفی بخوبی تمام شد۔ ایں معاملات حقیقت ربانی موقوف بر قسمت" ۵؎

شاہ محمد غوث نے آپ کو سکندرہ میں ایک ابدال کی جگہ مقرر فرمایا تھا۔ اس واقعہ کو مؤلف نے یوں لکھا ہے۔

"روزے جناب غوث اولیا۔ در مراقبہ مشغول بودند، بعد فراغ مراقبہ فرمودند کہ در سکندرہ ابدال انتقال کردہ است بجز تو لائق ایں امر دیگرے نیست، پس بخلعت فاخرہ نواختہ بجائے آں ابدال لقب کردہ روانہ فرمودند" ۶؎

سید فضل علی شاہ گوالیار کے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"در ابتدائے زمان سلطنت عرش آستانہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دریں بلدہ اکابر نامدار، عالی مقدار، و مشائخ بزرگوار، ذوالمرجع می مانند، و طالبان و معتقدان بودہ اند ازاں جملہ شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز کہ از بزرگان عصر، "غوث وقت" خود گشتہ اند...... واز ابتدائے سلطنت محمد اکبر بادشاہ طالبان شیخ مذکور قیام داشتہ اند و ہر دو بادشاہ عظیم الشان بودہ اند بکمال ارادت و

عقیدت نسبت شیخ محمد غوث می داشتند، و در فرمان عرضی خود "پیران پیر" و "غوث الثقلین" می نگاشتند""

"جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ابتداء دور حکومت میں اس شہر میں بڑے بڑے مشائخ رہا کرتے تھے۔ شیخ محمد غوث بھی انھیں مشائخ میں سے ہیں۔ موصوف اپنے وقت کے بزرگ اور "غوث" تھے..... اکبر بادشاہ کے ابتداء سلطنت سے اس شہر میں شیخ موصوف کے مریدین رہے ہیں۔ دونوں بادشاہ (ہمایوں اور اکبر) شیخ محمد غوث سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور اپنے فرامین اور عرائض میں "پیران پیر" اور "غوث الثقلین" لکھا کرتے تھے۔ (ملخصا)

اس بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث، "غوث وقت" تھے اور شاہان ہند ان کو "غوث الثقلین" کے خطاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان شواہد کی روشنی میں کوئی وجہ نہیں کہ شاہ محمد غوث کی عدم غوثیت پر اصرار کیا جائے۔ اگر لفظ "غوث" کو شیخ طریقت کی طرف سے خطاب بھی تسلیم کرلیں تو اس سے غوثیت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ تصدیق ہوتی ہے کیونکہ خطاب مرشد کی طرف سے ہے، مرید کے روحانی کمالات کا اس سے زیادہ کس کو علم ہوسکتا ہے۔ چناں چہ جیسا کہ اخبار الاخیار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے حاجی حمیدالدین حضور نے پہلے ہی روز "غوث" کہہ کر پکارا،^ شیخ کا "غوث" کہنا کچھ معنی رکھتا ہے۔ ان کی نظر اس وقت، جب کہ شاہ محمد غوث کی عمر ۷ سال کے قریب تھی، مستقبل کی ترقیوں کی طرف تھی اگرچہ حاضرین کو تعجب ہوا مگر آپ نے جواب معقول دیا کہ "باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم

رکھدیتا ہے اگرچہ وہ اس وقت بادشاہ نہیں ہوتا" یعنی گو بظاہر اس وقت یہ بچہ معلوم ہوتا ہے مگر ایک وقت وہ آئیگا جب کہ یہ مسند غوثیت پر جلوہ فگن ہوگا چناں چہ جو کچھ شیخ طریقت نے فرمایا تھا زمانے نے ثابت کر دکھایا شاہ فضل اللہ اور سید فضل علی کے متذکورہ بالا بیانات سے مزید تصدیق ہو جاتی ہے۔

سید فضل علی نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ جب شیخ محمد غوث گوالیار سے گجرات پہنچے تو وہاں ایک دن عالم سکر میں اپ کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ "ہم کو معراج ہوئی ہے" اس پر تمام علماء چراغ پا ہو گئے اور سب نے واجب القتل ٹھرایا۔ تقریباً دو سو ستر علماء و فضلا جو اس وقت جمع ہو گئے تھے، شیخ محمد غوث کے مکان پر پہنچے۔ سرخیل وجیہ الدین علوی تھے۔ جب شیخ محمد غوث کی نگاہ شیخ وجیہ الدین پر پڑی تو فرمایا کہ "تم کس لئے آئے ہو"؟ شیخ وجیہ الدین نے فرمایا۔

"بیشک آپ غوث آخر الزماں ہیں، جو اس میں شک کرے کافر ہو جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ہم سب آپ سے بیعت کے لئے حاضر ہوتے ہیں" ۹؎

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزوری کشد * عشق کی ابتداء عجب، عشق کی انتہا عجب

شاہان ہند سے تعلقات فقراء کے دربار ہمیشہ سے شاہان عالم کے ملجاء و ماوی رہے ہیں، چناں چہ شیخ محمد غوث کے دربار سے بھی شاہوں کی وابستگی رہی، صاحب مناقب غوثیہ (۹۴۹ھ) شاہ فضل اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت غوث العالم کی باطنی استقامت اور قلبی استعانت عالم میں مشہور و معروف ہے، تصرف کونین ان کے ہاتھ میں ہے گدا کو چاہیں تو تخت پر بٹھائیں اور شاہ کو گدا بنائیں، چناں چہ

> سلطان ابراہیم افغان اور بابر بادشاہ و ہمایوں بادشاہ کے قصے عالم صورت مشہور ہیں، اسی طرح سلطان صوفی سے باطنی نعمت لے کر شیخ مبارک مجذوب عامی کو دینا عالم معنی میں اظہر من الشمس ہیں"[80]

تاتار خاں والی گوالیار کو جب اطراف کے زمینداروں نے پریشان کرنا شروع کیا اور اس کو ان شر پسندوں کے حملہ کا خطرہ پیدا ہوا تو اس نے بابر بادشاہ سے کمک مانگی چناں چہ اس نے کمک بھیجی، اس زمانہ میں شاہ محمد غوث گوالیاری بھی قلعہ میں تشریف فرما تھے۔

فرشتہ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے[81] جس کو محمد حسین آزاد نے بھی دربار اکبری میں نقل کیا ہے، فرشتہ لکھتا ہے۔

> "خاص و عام ہندوستان کے شیخ (محمد غوث) کے ساتھ دلی ارادت اور اعتقاد رکھتے تھے، اور ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ خود بادشاہوں کو اپنے دنیا کے کاموں میں ہی ان کی طرف رجوع کرنی پڑتی تھی، گجرات، بنگالہ، اور دہلی میں نامی مشائخ ان کے دامن وسیع کو پکڑے رہے، جبکہ بابر بادشاہ آگرہ تک پہنچ کر ملک گیری کر رہے تھے، اس وقت تاتار خاں والی گوالیار کو اپنے اطراف کے بعض سرداروں کی طرف سے خطرہ معلوم ہوا، اس نے بابر کو عرضی بھیجکر اطاعت ظاہر کی، بابر نے خواجہ رحیم داد اور شیخ گھورن کو فوج دے کر بھیجا کہ قلعہ پر قبضہ کر لیں جب یہ فوج لیکر پہنچے تو تاتار خاں اپنے قول سے پھر گیا۔۔۔۔ شیخ محمد غوث ان دنوں قلعے میں رہتے تھے، انہوں نے ایک با اقبال بادشاہ

کی آمد آمد دیکھکر اندر سے تدبیر بتائی، اس کے بموجب انہوں
نے تاتار خاں کو کہلا بھیجا کہ ہم جو یہاں آتے تو فقط اس لئے کہ
تمہیں تمہارے دشمنوں سے بچائیں اور آتے تو تمہارے
بلانے سے آتے، اب کف دست میدان میں پڑے ہیں۔۔۔۔
اتنی اجازت دو کہ ہم چند خدمت گاروں کے ساتھ رات کو قلعہ
میں آجائیں، لشکر باہر رہے گا۔۔۔۔ تاتار خان۔۔۔۔ نے اجازت
دیدی۔۔۔۔ سرداران مذکور نے راتوں رات اپنے بہت سے
آدمی قلعہ میں پہنچا دتے۔۔۔۔ دروازے پر پہرہ دار (شیخ محمد)
کے مرید تھے، انہیں بھی مرشد کا حکم پہنچ چکا تھا، غرض تاتار
خاں کو اس وقت خبر ہوئی کہ فوج بابری کی جماعت کثیر اندر پہنچ
چکی تھی اور کام ہاتھ سے نکل چکا تھا، چار و ناچار قلعہ حوالہ کرنا
پڑا۔۔۔۔ اور آپ دربار میں حاضر ہوا" ۸۲

تاتار خاں کے زوال کا یہی سبب تھا کہ اس نے شاہ محمد غوث کی ہدایت و نصائح پر عمل نہیں کیا، اور تمرد و سرکشی اختیار کی، اور بابر بادشاہ کی سرفرازی اور قلعۂ گوالیار پر فتح بھی شاہ محمد غوث کی عنایات کا نتیجہ تھی۔

رسالہ عالمگیری میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے، جس کی تلخیص مناقب غوثیہ کے مترجم* نے تتمہ کی صورت میں آخر میں منسلک کر دی ہے، اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ نے شاہ محمد غوث سے ملاقات کی اجازت چاہی تھی،

چناں چہ بابر نے قلعہ گوالیار میں پہنچ کر شرف قدمبوسی حاصل کیا" ۸۳

اس میں شک نہیں کہ بابر بادشاہ کو شیخ محمد غوث سے خاص عقیدت تھی۔ جیسا کہ سید فضل علی شاہ نے لکھا ہے:۔

"دراں وقت حضرت محمد شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کہ از اکابر و
اعاظم روزگار بودند در قلعہ قلوب تصوفے تمام داشت بلکہ
بادشاہ بابر، شاہزادہ ہمایوں، وقت بیعت حضرت بندگی شیخ
پھول قدس اللہ سرہ العزیز، کہ برادران کلاں و حقیقی حضرت
محمد غوث، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ از بس داشت و خود دست
بیعت حضرت شیخ شدہ بود" [۸۴]

لیکن یہ بات تحقیق طلب ہے کہ خود بابر بادشاہ اس موقعہ پر موجود تھا اور اس نے قلعہ میں جاکر شیخ محمد غوث سے شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ تزک بابری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بابر بادشاہ آگرے میں تھا، بابر نے خود اس واقعہ کا ذکر کیا ہے لیکن کہیں اپنی حاضری کا ذکر نہیں کیا۔ ۹۳۳ھ میں تسخیر گوالیار کے ذیل میں لکھتا ہے کہ تاتار خاں سارنگ خانی گوالیار پر قابض تھا، مگر اطاعت گزار نہ تھا، جب رانا سانگا نے کندار چھین لیا اور نواح گوالیار کے راجاؤں میں در منگت اور خان جہاں نے گوالیار چھیننے کے ارادے سے اطراف میں فساد پھیلایا تو مجبوراً تاتار خان گوالیار دینے پر راضی ہوگیا چناں چہ رحیم داد کو۔ بھیرا اور لاہور کی فوج دے کر مستی جی تنقطار کو مع اس کے بھائیوں کے گوالیار کی جانب روانہ کیا، شیخ گھورن کو ساتھ کر دیا کہ رحیم داد کو گوالیار میں قائم کر کے چلا آئے یہ سردار جب گوالیار کے قریب پہنچے تو تاتار خاں کی نیت پلٹ گئی، ان لوگوں کو قلعہ میں نہ بلایا۔

"اس اثنا میں شیخ محمد غوث نے جو ایک بہت (بڑے) بزرگ
اور درویش ہیں اور جن کے مرید و معتقد کثرت سے ہیں، شہر میں
سے رحیم داد کے پاس کہلا بھیجا کہ جس طور سے ہوسکے تم شہر میں
داخل ہوجاؤ، اس لیے کہ اس شخص (تاتار خاں) کا خیال بدل گیا

ہے اور یہ بر سر فساد ہے۔ رحیم داد نے یہ پیام سنتے ہی تاتار
خاں سے کہلا بھیجا کہ باہر ہندؤں کا بڑا خوف ہے،۔ بہتر ہے کہ میں
چند آدمیوں سمیت قلعہ میں چلا آؤں اور باقی لشکر وغیرہ باہر
رہے، تاتار خاں بڑے اصرار سے اس بات پر راضی ہو گیا، جس
وقت رحیم داد تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اندر آگیا اس
وقت اس نے کہا کہ دروازے پر ہمارے سپاہیوں کا پہرہ
رہے، ہتیا پول دروازے پر رحیم داد کے سپاہیوں کے پہرے
لگ گئے، اسی رات میں رحیم داد نے اپنی ساری فوج اندر بلالی
صبح کو تاتار خاں کے چھکے چھوٹ گئے، خواہی نخواہی قلعہ
سونپ دیا اور خود میرے پاس آگرے میں چلا آیا" ۸۵

قلعہ گوالیار کی تسخیر میں شیخ محمد غوث کا بڑا ہاتھ تھا۔۔۔۔ ایک موقع پر بابر بادشاہ رحیم داد سے نالاں ہو گئے تھے، شیخ محمد غوث کی سفارش پر اس کے قصور کو معاف کیا اور حکومت برقرار رکھی۔ ۸۶

بابر بادشاہ ۹۳۵ھ میں گوالیار آیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت شیخ محمد غوث سے شرف نیاز حاصل کیا ہو۔ متذکرہ بالا اقتباس کے شروع میں جس انداز سے بابر نے شیخ محمد غوث کا ذکر کیا ہے اس سے اس کے تاثر کا اندازہ ہوتا ہے۔

بابر بادشاہ کے علاوہ ہمایوں بادشاہ بھی شیخ محمد غوث سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ چناں چہ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) سلسلۂ شطاریہ میں بھی بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں مثلاً محمد
غوث (علیہ الرحمہ) جن کے مریدین و معتقدین میں شہنشاہ
ہمایوں بھی شامل تھے جب ۱۵۶۲ء میں شیخ مذکور کا وصال ہوا تو

اکبر بادشاہ نے ان کے اعزاز میں گوالیار میں ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا۔

شاہ وجیہ الدین (گجراتی) م۔ ۱۵۸۹۔ بھی شیخ موصوف کے مریدین میں ہیں۔ یہ علامۂ دہر تھے، ان کی بہت سی تصانیف ہیں، احمد آباد میں ان کا مزار ہے، اسی سلسلے کے ایک اور بزرگ شاہ پیر (م۔ ۱۶۳۲ء) ہیں جن کا مقبرہ شہنشاہ جہاں گیر کی بیگم نور جہاں نے تعمیر کرایا تھا۔ [۸۷]

ہمایوں بادشاہ (متوفی ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء) کو بھی شاہ محمد غوث سے بڑی عقیدت تھی، ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے۔

"ہمایوں بادشاہ معغفرت پناہ را بہر دوتے ایں بزرگوار (شیخ پھول و شیخ محمد غوث) نسبت عقیدت و اخلاص بکمال بود چناں چہ بہ کم کسے دیگر آں جہت داشتہ باشد و طریق دعوت اسماء ازیں اعزہ یاد می گرفتند" [۸۸]

(ترجمہ) ہمایوں بادشاہ کو ان دونوں بھائیوں (شیخ پھول و شیخ محمد غوث) سے اس کمال کی عقیدت و اخلاص تھا کہ دوسروں سے کم ہی رہا ہو گا۔ طریق دعوت اسماء انھیں عزیزوں سے سیکھا تھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی لکھا ہے۔

"نصیر الدین ہمایوں بادشاہ از معتقدان وے گشت" [۸۹]

(ترجمہ) نصیر الدین محمد ہمایوں اپ کے معتقدوں میں ہو گیا۔

پیٹر ہارڈی نے جہاں سلاسل طریقت کا ذکر کیا ہے وہاں تذکرتاً لکھا ہے کہ

ہمایوں بادشاہ شاہ محمد غوث کا مرید تھا، وہ لکھتا ہے:۔

"ایران سے نئے سلاسل آئے..... شطاری..... شیخ محمد غوث، جو اسی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے، ہمایوں کے روحانی پیشوا تھے" [90]

ڈاکٹر تارا چند [91] اور دائرۃ المعارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے بھی یہی لکھا ہے [92] اس لئے یہ مسلمہ ہے کہ ہمایوں کو شاہ محمد غوث سے بعد عقیدت تھی، اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جب ۹۴۷ھ میں افغانان سور کا غلبہ ہوگیا اور ہمایوں بادشاہ نے صوبہ دہلی سے یک سوئی اختیار کر لی تو اس وقت شاہ محمد غوث بھی گوالیار سے ہجرت کر کے گجرات چلے آئے، یہاں ہمایوں بادشاہ کی طرف سے شاہ محمد غوث کو یہ مکتوب موصول ہوا:۔

"بعد از عرض آداب دست بوس معروض آنکہ عنایت قدیر لم یزل از کرب و دشواری تقدیر بہ بدرقہ توجہ و دعائے ایشاں و جمیع درویشاں بہ آسانی بر آوردہ واز سوانح روز گار فتنہ انگیز آنچہ پیش آمد بجز محرومی ملازمت باعث آزادی خاطر و سبب تیرگی دل نہ گردید و در ہر نفس و ہر گام خیال درگرد ایں اندیشہ بود کہ آں دیو سرشت مردم بہ آں ذات ملکوت صفات چہ سلوک کردہ باشند، چوں شنید کہ در ہماں نزدیکی ایشاں نیز ہجرت بہ دیار گجرات فرمود ند، دل ازاں اندوہ گرفتاری بقدرے رہائی یافت، و پیوستہ از صدق عقیدت امیدوار ست کہ فیض فضل کردگار ھم چناں کہ از تنگنائے آفت بیروں آوردہ از بند اندوہ ناکی مذکور آزاد ساخت از محنت مفارقت صوری نیز خلاصی بخشد۔

سبحان اللہ چہ گونہ سپاس و شکر گزاری تلقین باطن نشین آں رہنمائے حقیقی بتقدیم رساند کہ باکثرت اسباب پریشانی کہ بہ ظاہر قالب فرو پیچیدہ ست در جمعیت و وحدت سر سودائے قلب باندازہ یک ذرہ تصورے راہ و فتورے نیافتہ۔ راہ آمد و رفت قافلۂ دعائے خیر پیوستہ مسلوک باد! "[۹۳]

(ترجمہ) "آداب و دست بوسی کے بعد عرض ہے کہ مولی تعالی کی عنایت نے آں جناب اور دیگر بزرگوں کی توجہات اور دعاؤں کے طفیل مشکلات سے بہ آسانی نکال لیا۔ آں جناب کی قرب و معیت سے محرومی میرے لئے زمانے کا سب سے بڑا حادثہ ہے، اس سے دل کو بہت دکھ پہنچا ہے۔ ہر دم اور ہر قدم اس فکر میں تھا کہ ان دیو پیکر انسانوں نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہوگا جب سنا کہ آں جناب بھی انہیں دنوں گجرات ہجرت کر آتے تھے، تو دل نے قید غم سے ذرا خلاصی پائی، امید ہے کہ جس طرح مولی تعالی کے کرم نے اس آفت سے نجات بخشی ہے اور قید الم سے آزاد کیا ہے، اسی طرح ظاہری مفارقت کے غم سے بھی خلاصی بخشے گا۔

سبحان اللہ! اس رہنمائے حقیقی کی دل نشیں تلقین کا کس طرح شکر ادا کروں کہ گو بظاہر جسم ہزار پریشانیوں میں گرفتار رہا لیکن سویدائے قلب کی وحدت و جمعیت میں ذرہ برابر بھی قصور و فتور واقع نہیں ہوا"

شاہ محمد غوث نے مذکورہ بالا مکتوب شاہی کے جواب میں یہ صحیفہ ارسال فرمایا۔
"وصول نامہ نامی سلطانی و مطالعہ صحیفہ گرامی ہمایونی مبارک باد زند گانی بہ مخلصاں ایں حدود رسانید و نوید سعادت صحت و عافیت ملازمان رکاب دولت برداد۔۔۔ آن چہ بہ کلک و قائع نگار قلمی بود مطابق نفس الامر ست ہیچ گونہ تکلفے دراں واقع نیست۔ مصرع

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم در دل

المرام سر خداوند افسر از اندوہ تاکی سر گزشت سوریدہ مباد! مصرع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

ہر گاہ حق سبحانہ و تعالیٰ بندہ سعادت مند خود رامی خواہد بدرجہ کمال رساند، پرورش بہ اسمائے جمال و جلال ہر دو می فرماید۔ یک دور جمالی گزشت۔ اکنوں روز نوبت جلالی ست، بحکم فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسراً۔ بزود باز نوبت جمال خواہد رسید زیر اکہ بہ قانون عربیہ یک "عسر" میان دو "یسر" واقع شدہ و زود بہ جہت آنکہ سطح محاط بحسب مسافت کمتراز دائرہ محیط ست پس عنقریب عروس مراد بر منصۂ ظہور جلوہ گر خواہد شد، انشاءاللہ تعالیٰ" ۹۴

(ترجمہ) صحیفہ گرامی مژدۂ زندگانی بن کر آیا، وابستگان دامن دولت کی نوید صحت و عافیت بھی ملی، جو کچھ لکھا ہے، فی الحقیقت ایسا ہی ہے، اس میں کسی قسم کا تکلف نہیں ہے ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

خدا کرے کہ آپ حادثات زمانہ کے غم و اندوہ سے پریشان نہ ہوں! طریقت میں جو کچھ سالک کے سامنے آتا ہے اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے۔

چون کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے سعادت مند بندے کو مرتبہ کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اس لئے جمالی اور جلالی دونوں قسم کے اسماء سے پرورش کر رہا ہے۔ ایک دور جمالی گزر گیا، اب جلالی کا دور دورہ ہے۔ بہ فحوائے آئیہ کریمہ

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا

جلد ہی جمالی دور آنے والا ہے۔ عربی قاعدے کی رو سے ایک "عسر" دو "یسر" کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور چوں کہ سطح محاط باعتبار مسافت دائرۂ محیط سے کم ہوتی ہے اس لئے جلد ہی مراد پوری ہونے والی ہے انشاء اللہ تعالیٰ"

چناں چہ جو بات زبان فیض ترجمان سے نکلی تھی ہو کر رہی، شیر خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جلال خاں، اسلام شاہ کے خطاب سے تخت نشین ہوا، یہ بھی مارا گیا، بہر کیف اسی زمانے میں۔

(ترجمہ) نصیر الدین محمد ہمایوں نے حضرت شیخ (محمد غوث) کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ "اس کمترین کے متعلق کیا حکم ہے" آپ نے جواباً تحریر فرمایا "سلطان کرم کی درگاہ سے تجھ کو سلطنت مبارک ہو"...... جب یہ امر عالی پہنچا تو بادشاہ سجدہ شکر بجا لایا اور عازم ہندوستان ہوا، اور تھوڑے عرصے میں ہندوستان کو

فتح کر لیا۔۔۔۔ حضرت شیخ محمد غوث بہت مسرور ہوتے" ۹۵

ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ صغر سن ہی میں شاہ محمد غوث کا معتقد ہو گیا تھا۔

"و بادشاہ را در صغر سن بتحریص و ترغیب تمام بوسائل و وسائط در سلک ارادت خود آورد" ۹۶

معتمد خاں نے اقبال نامہ میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ۹۷ سید فضل علی نے بھی کلیات گوالیاری میں لکھا ہے۔

(ملخصاً) جب سلطنت و خلافت کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے زینت بخشی تو اس نے ندماء سے صلاح کی اور کہا کہ میں حضرت شیخ محمد غوث سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ چناں چہ حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے آگرے بلوایا۔ اور دست مبارک پر بیعت ہوا۔۔۔۔ ۹۷۰ھ میں دارالخلافتہ آگرے ہی میں آپ کا انتقال ہوا، بادشاہ سے کہا گیا کہ حضرت کی وصیت یہی تھی کہ غوث پورہ میں دفن کیا جائے چناں چہ جنازہ آگرے سے گوالیار لایا گیا" ۹۸

معتمد خاں نے بھی اقبال نامہ میں اکبر کی ارادت و بیعت کا ذکر کیا ہے ۹۹ گوالیار میں اکبر بادشاہ نے آپ کے مزار مبارک پر شاندار مقبرہ تعمیر کرایا۔ (جس کا تفصیلی ذکر آگے آئیگا)۔ شیخ محمد غوث سے ارادت و عقیدت اور مزار مبارک کی تعظیم و تکریم کا یہ عالم تھا کہ۔

"سید قاسم علی اور علی قلی خاں کو جب شہر گوالیار کی قلعہ داری اور کوتوالی کے لئے متعین کیا تو شاہی حکم ہوا کہ "جمعرات کو

قاضی شہر کو ہمراہ لے کر روضہ منورہ جناب سلطان المرشدین، و برہان المحققین، غوث الاسلام و المسلمین، حاجی حمید الدین محمد، غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز، پر نہایت اعتقاد سے حاضر ہوں اور ساری رات مراقب رہیں، اور شاہی سلطنت کے قیام کے لئے دعائے خیر کریں، شیریں حلوا تیار کرا کر رکھیں اور صبح ہی صبح تقسیم کر دیں اور پھر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ یہ خدمت تمہارے اور قاضی شہر گوالیار کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور اس خدمت پر تمہاری نگہداشت رکھی جائیگی، اگر غوث اولیاء کے روضہ کی خدمت میں کوئی کوتاہی یا خرابی واقع ہوئی تو تم کو اور قاضی شہر کو تبدیل کر کے سنگین سزا دی جائیگی، اور یہ خدمت دوسروں کے سپرد کر دی جائیگی، اس امر میں تاکید مزید سمجھ کر پوری پوری کوشش کریں، روضہ منورہ اور سجادہ نشین کی خدمت دل و جان سے کریں کہ سعادت دارین ہے"۔ اس خدمت کی بجا آوری کے صلے میں قاضی شہر کو خلعت فاخرہ عنایت کی گئی اور گزر اوقات کے لئے دیہات نام کئے گئے" ۱۰۰

اکبر نے شاہ محمد غوث کے روضہ منورہ کے لئے بھی جاگیر مقرر کی تھی چناں چہ سید فضل علی شاہ لکھتے ہیں:

"اکبر بادشاہ را اعتقاد از قطب الاقطاب (شاہ عبداللہ پسر شیخ محمد غوث) بسیار بود، جمیع پسران حضرت شیخ (محمد غوث) را جاگیر جداگانہ مقرر کردہ بودند، و برائے مدد خرچ مقبرہ جاگیر از پر

گنات دتیا قریب سہ لک و پنج ہزار روپیہ جدا مقرر کرد، نصف شہر کہ برکنار دریا موسوم بہ "غوث پورہ" آباد کردہ حضرت شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز است۔ و پانزدہ محل دیگر بنابر نذر و نیاز فرمان شاہی بنام قطب الاقطاب شاہ عبداللہ عرف بڑی نافذ گردیدہ، آں جاگیر ہنوز موجوداست" [101]

(ترجمہ) اکبر بادشاہ کو قطب الاقطاب سے بڑی عقیدت تھی (بادشاہ نے) حضرت شیخ (محمد غوث) کے تمام صاحب زادوں کے نام الگ الگ جاگیر مقرر کی تھی اور مقبرہ کے اخراجات کے لئے پرگنات دتیا میں سے تقریباً تین لاکھ پانچ ہزار روپیہ کی جاگیر علیحدہ مقرر کی تھی۔ دریا کے کنارے آدھا شہر جو "غوث پورہ" کے نام سے مشہور ہے، حضرت شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز کا بسایا ہوا ہے، نذر و نیاز کے لئے پندرہ اور محل قطب الاقطاب شاہ عبداللہ عرف بڑی کے نام فرمان شاہی کے ذریعہ مقرر کئے تھے یہ جاگیر ابھی موجود ہے"

صاحب ماثر الامراء نے لکھا ہے۔

"گویند کہ از جناب عرش آشیانی یک کرور دراہم وظیفہ بود" [102]

اسی طرح صاحب ذخیرۃ الخوانین نے لکھا ہے۔

"شیخ نہ لک روپیہ در جاگیر داشت و چہل خیل در فوج اومی رفت" [103]

غرض اپنے والد نصیر الدین محمد ہمایوں اور دادا ظہیر الدین محمد بابر کی طرح جلال الدین محمد اکبر بھی شاہ محمد غوث سے خاص ربط خاطر رکھتا تھا، چناں چہ جب شاہ محمد

غوث اکبر آباد تشریف لائے اور بیرم خاں و شیخ گدائی کے ناروا سلوک سے خاطر برداشتہ ہو کر واپس گوالیار تشریف لے گئے تو اکبر بادشاہ بیرم خان سے آزردہ ہو گیا، اس ربط خاص کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ بیرم خاں کی شہادت کے بعد آپ پھر اکبر آباد تشریف لے آئے، اور یہیں انتقال فرمایا، گوالیار میں دفن کیے گئے۔

غرض ہمعصر بادشاہوں اور حکمرانوں کو شاہ محمد غوث سے خاص عقیدت و محبت تھی، ابوالفضل نے آئین اکبری میں شیخ محمد غوث کو اس عہد کے اجلۂ مشائخ میں شمار کیا ہے۔ [۱۰۴]

نورالدین جہانگیر بادشاہ بھی شاہ محمد غوث گوالیاری کے علو مرتبت کا قائل تھا، بارہویں جشن نوروز کے ذیل میں جو حالات لکھے ہیں اس میں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (متوفی ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء) کے روضہ کی زیارت کے تاثرات کا بیان ہے، اسی ضمن میں شاہ محمد غوث گوالیاری کا بھی ذکر آگیا ہے، لکھتا ہے:-

> "شیخ وجیہ الدین، شیخ محمد غوث کے ایسے بلند مرتبہ خلیفہ تھے جن پر خود مرشد کو فخر ہوتا ہے، شیخ محمد غوث سے شیخ وجیہالدین کی ارادت و عقیدت سے خود شیخ محمد غوث کے بزرگ و برتر مرتبے کا پتہ چلتا ہے" [۱۰۵]

تھامس ولیم بیل (T.W. beale) نے صحیح لکھا ہے:-

> "آپ (شیخ محمد غوث) مستجاب الدعوات تھے، جو پیشن گوئی فرماتے تھے پوری ہوتی تھی، اس وجہ سے آپ کافی مشہور و معروف ہو گئے تھے، اور اولوالعزم بادشاہ بھی آپ کے دربار میں حاضر ہو کر آداب بجالاتے تھے" [۱۰۶]

سفر گجرات ۹۴۷ھ میں جب افغان سور کا غلبہ ہوا اور شیر شاہ بر سر اقتدار آیا تو اس نے شیخ محمد غوث کو پریشان کرنا شروع کیا، چناں چہ مجبوراً آپ ہجرت فرما کر گجرات تشریف لے آئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی (متوفی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) لکھتے ہیں:۔

> "وبعد از فترات ہند چوں شیر شاہ در مقام آزار شیخ محمد شد، سفر گجرات اختیار نمودہ، و حکام و سلاطین آں جا نیز در ربقۂ انقیاد او داخل گردیدہ، بتمام در مقام خدمت بودند" [۱۰۷]

مولانا رحمان علی نے بھی تذکرہ علمائے ہند میں یہی بیان نقل فرمایا ہے [۱۰۸] خود شیخ محمد غوث نے جواہر خمسہ (۹۵۶ھ) میں اس طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:۔

> "بعد از چند سال از روئے قضاؤ قدر بہ ولایت گجرات رسید" [۱۰۹]

اوراد غوثیہ (۹۴۹ھ) میں اس طرح فرماتے ہیں:۔

> "چہل سالہ بود کہ از بادشاہان تفاوت پیدا شد سفر اختیار کرد در ولایت گجرات آمد" [۱۱۰]

شاہ محمد غوث، ۹۲۹ھ کے لگ بھگ گوالیار تشریف لائے تھے اور ۹۴۷ھ میں یہاں سے گجرات ہجرت فرمائی۔ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ (متوفی ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء) نے بھی شیخ محمد غوث کے نام اپنے ایک مکتوب میں ہجرت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

> "و در ہر نفس و ہر گام خیال در گرد ایں اندیشہ بود کہ آں دیو سرشت مردم بہ آں ذات ملکوت صفات چہ سلوک کردہ باشند چوں شنید کہ در ہماں نزدیکی ایشاں نیز ہجرت بدیار گجرات فرمودند دل ازاں اندوہ گرفتاری بقدرے رہائی یافت" [۱۱۱]

متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث گوالیار سے سیدھے گجرات تشریف لاتے مگر ایک ہم عصر تذکرہ نگار فضل علی شاہ کے بیان سے کچھ اور باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں، دیگر معاصرین اور خود شاہ محمد غوث نے یہ باتیں نہیں لکھیں۔ بہر کیف چوں کہ ہم عصر تذکرہ نگار ہے اس لئے ان کا بیان نقل کر دینا فائدے سے خالی نہ ہو گا۔

سید فضل علی شاہ کلیات گوالیاری میں لکھتے ہیں:۔

"ہمایوں بادشاہ شکست کھا کر قندھار کے راستہ خراساں و ایران چلا گیا تو حکومت شیر خاں کے ہاتھ آئی۔ شیر خاں کے گوالیار پہنچنے سے پہلے شیخ محمد غوث بندھیر کھنڈ تشریف لے گئے۔ وہاں کے زمینداروں نے آپ کی اطاعت کی،۔ یہیں پر ایک دن آپ نے فرمایا "بماند بندھیرا یا نماند اندھیرا" شیر خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس کو بہت غصہ آیا، چناں چہ اس نے اپنے ہمشیر زاد باختر جنگ کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر شیخ محمد غوث کا سر قلم کرنے اور اہل و عیال کو گرفتار کرنے کے لئے بندھیر کھنڈ روانہ کیا اور خود گوالیار پہنچا۔

جب یہ لشکر عظیم شیخ محمد غوث کی قیام گاہ پر حملہ آور ہوا اور حرم تک پہنچ گیا تو آپ کی والدہ نے فرمایا "تیری غوثیت اور ولایت کب ظاہر ہوگی"؟

حضرت شیخ محمد غوث کو اچانک جلال آیا اور آپ نے فرمایا:۔

"مریخ تو کجائی تا کار خود نمائی؟"

آپ کے فرماتے ہی مشرق سے ایک تلوار نمودار ہوئی اور مغرب تک چمکتی چلی گئی۔ اس کے بعد آپ نے شیر خاں کے لشکریوں سے فرمایا کہ "بادشاہوں کو درویشوں سے دعا لینے کے علاوہ اور کیا کام ہے۔ جاؤ، اس فقیر سے نہ الجھو" مگر وہ تو قتل کے لئے آمادہ ہو کر آتے تھے۔ جب اپ نے یہ رنگ دیکھا تو غضب ناک ہو کر فرمایا۔

"اقتل مریخ!"

یہ کہنا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ میں بارہ ہزار سر بریدہ پڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت شیخ محمد غوث یہاں سے گجرات تشریف لے گئے۔

شیخ محمد غوث کے گجرات کے زمانہ قیام میں شیر خاں نے سلطان محمود کو خط لکھا کہ شیخ محمد غوث کا سر مبارک کاٹ کر جلد بھیجدو ورنہ گجرات کو تہ و بالا کر دوں گا۔ اور خود کالنجر روانہ ہو گیا۔

جب یہ اطلاع شیخ محمد غوث کو ملی تو آپ بہت متاسف ہوئے، تھوڑی دیر بعد مراقب ہوئے اور اچانک پانی سے بھرے ہوئے آفتابے کو جلال میں آکر زمین پہ دے مارا اور فرمایا۔

"جابرے را کشتم، امروز گشت تا من کشتم، فردا گشت تا خدا کشت"

حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمایا۔

"شیرا سوختہ شد بر قلعہ کالنجر از سرنگ باروت"

چناں چہ یہی ہوا۔ [112] (ملخصاً)

مفتی انتظام اللہ شہابی نے بھی اپنی کتاب سوانح محمد غوث میں اس بیان کا کچھ

حصہ نقل کیا ہے۔ ۱۱۳

دیگر تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث پر شیر شاہ نے اس لئے عتاب کیا کہ آپ کا تعلق ہمایوں بادشاہ سے تھا، اس کے علاوہ بعض حاسدوں نے آپ کی تصنیف معراج نامہ شیر شاہ کے سامنے پیش کی اور یہ کہا کہ اس میں بہت سے خلاف شرع باتیں ہیں، اس پر وہ اور غضب ناک ہوا اور آپ کی ایذا رسانی کے در پے ہوگیا اور آپ مجبوراً ہجرت کر کے گجرات تشریف لے آئے، مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی یہی لکھا ہے۔

"و وے در حالت عروج حال خویش کتاب موسوم بہ معراج نامہ تصنیف کردہ بود، و دران کتاب مقامات حال عروج خود درج کردہ، چوں بادشاہ ہمایوں معزول الریاست گشت و از ہند بہ طرف ایران رفت، حاسداں معراج نامہ شیخ را نزد شیر شاہ بادشاہ بردند و بہ عرض رسانیدند کہ وے دریں کتاب کلمات خلاف شرع تحریر فرمودہ است، شیر شاہ در پے آزار وے شد، پس شیخ از گوالیار بہ گجرات رفت" ۱۱۴

(ترجمہ) "آپ نے اپنے عروج حال میں ایک کتاب موسوم بہ معراج نامہ تصنیف فرمائی تھی اور اس میں اپنے عروج حال کے مقامات کا ذکر کیا تھا۔ جب ہمایوں بادشاہ معزول الریاست ہوا اور ہندوستان سے ایران چلا گیا تو حاسدوں نے شیخ کی تصنیف معراج نامہ شیر شاہ کے سامنے پیش کی اور کہا کہ اس میں شیخ نے بہت سی باتیں خلاف شرع لکھی ہیں۔ (چناں چہ) شیر شاہ آپ کی آزار رسانی کے در پے ہوگیا، مجبوراً شیخ گوالیار سے

ہجرت فرما کر گجرات تشریف لے آئے"

شاہ محمد غوث جب گجرات تشریف لے آئے تو یہاں علماء نے معراج نامہ کے مندرجات پر ایک طوفان برپا کر دیا اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے، مفتی غلام سرور لاہوری نے اس کا حال بھی لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"علمائے گجرات ہم بہ عداوت وے برخاستند، محضرے نوشتہ مستعد قتل وے شدند دراں حال شیخ وجیہ الدین گجراتی کہ سر دفتر علماء و صلحاء و مشائخ گجرات بود و بخدمت شیخ ارادت ہم داشت بہ عرض رسانید کہ چون مجلس علماء منعقد شود و سخن در معراج افتد شیخ بفرمائید کہ ایں معراج مرا در عالم واقعہ بوقوع آمدہ ست نہ در ہوش و بیداری، غرض چوں معرکہ علماء درمیان آمد شیخ فرمود کہ ایں معراج عالم بیھوشی ست کہ از ظاہر خبر نداشتم ازیں سبب علماء از آزار شیخ درگزشتند" ۱۵؎

(ترجمہ) "علماء گجرات بھی شیخ کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے، اور محضر تیار کر کے قتل کے درپے ہوئے، ان حالات میں شیخ وجیہ الدین گجراتی (جو گجرات کے علماء و صلحاء اور مشائخ کے پیشوا تھے اور شیخ محمد غوث سے ان کو ارادت بھی تھی) نے فرمایا کہ جب علماء کی مجلس منعقد ہو اور معراج کے بارے میں بات آئے تو شیخ یہ فرمادیں کہ مجھ کو یہ معراج عالم واقعہ میں پیش آئی تھی۔ بیداری اور ہوش کے عالم میں نہیں، الغرض جب علماء کا معرکہ گرم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ معراج عالم بیخودی میں واقع ہوئی تھی، اس وقت مجھے ظاہر کی کچھ خبر نہ تھی، چناں چہ اس تدبیر سے علماء

گجرات نے شیخ کی آزار رسانی سے درگزر کیا"

ملا عبدالقادر بدایونی نے اس واقعہ کو دوسرے انداز سے لکھا ہے، وہ شیخ کے ہمعصر ہیں، اس لئے ان کا بیان زیادہ مستند ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"جب سلطان محمود گجراتی کے زمانے میں شیخ محمد غوث ہندوستان سے گجرات گئے تو شیخ علی متقی نے جو مشائخ کبار اور اپنے وقت کے علماء روزگار میں تھے، ان کے قتل کا فتوی دیا، سلطان نے اس کا اجراء میاں وجیہ کی رائے پر موقوف کر دیا چنانچہ میاں وجیہ الدین شیخ کی ملاقات کو گئے، اور پہلی ہی ملاقات میں ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ بے اختیار ہو گئے اور اس فتوے کو پرزے پرزے کر ڈالا، یہ سن کر شیخ علی متقی ان کے مکان پر گئے، اور ان سے کہا تم کیوں بدعت کے رواج پر راضی ہو گئے؟ شرع میں رخنہ ڈالتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہم ارباب قال ہیں اور شیخ اہل حال، ہمارا ذہن ان کے کمالات کو نہیں سمجھ سکتا اور ظاہر شریعت میں کوئی اعتراض ان پر نہیں آتا، غرض ان کے اثر سے تمام گجرات کے حکام شیخ محمد غوث کے معتقد ہو گئے اور شیخ نے اس بلا سے نجات پائی" [116]

مولا رحمان علی [117] اور فقیر محمد جیلی [118] نے بھی اسی بیان کو نقل کر دیا ہے۔

شیخ وجیہ الدین علوی، شاہ محمد غوث سے اتنے متاثر ہوئے کہ شرف بیعت حاصل کر لیا، (اس کی تفصیل شاہ محمد غوث کے خلفاء کے ذیل میں بیان کی جائے گی)۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے۔

"و میاں شیخ وجیہ الدین عالم ربانی، متبحر مدرس، عاشیہ اطاعت اورا

بردوش کشیدہ وایں جملہ دال بر کرامات شیخ است" ۱۱۹

شیخ وجیہ الدین علوی کوئی معمولی عالم نہ تھے، اپنے عہد کے جلیل القدر علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، بلکہ اگر موصوف کو سرآمد علماء کہا جاتے تو مبالغہ نہ ہوگا، سکندر بن محمد نے مرات سکندری میں جہاں سلطان محمود گجراتی کے ہمعصر علماء کا ذکر کیا ہے وہاں شاہ محمد غوث کے بعد شیخ وجیہ الدین کا ذکر کیا ہے اور ان القاب کے ساتھ:-

"اعلم العلماء، افضل الفضلاء، جامع المنقول و المعقول، حاوی الفروع و الاصول، کاشف اسرار وجود، ناظر انوار شہود، بندگی میاں وجیہ الدین علوی" ۱۲۰

سید فضل علی شاہ شطاری نے شاہ محمد غوث کے خلاف علماء گجرات کی برانگیختگی اور برگشتگی کا سبب قدرے مختلف بتایا ہے، موصوف نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے، گو ان کے رنگ میں خوش عقیدگی کی جھلک نظر آتی ہے مگر معاصر ہونے اور شیخ محمد غوث سے براہ راست استفاضہ کی وجہ سے ان کے بیانات نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں۔ اس لئے جابجا ان کی کتاب کلیات گوالیاری سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سید فضل علی شاہ، شیخ محمد غوث کے خلاف علماء گجرات کی مخالفت کے اسباب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ایک روز حالت وجد میں آپ نے فرمایا "قدمی علی رقبات کل اولیاء اللہ" سب حضرات نے اس جملے کو سنا اور خاموش ہو گئے...... ایک مرتبہ اور حالت سکر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یوں فرما رہے ہیں کہ "مارا معراج شد" "معراج شد" جب علماء کو اس کی خبر ہوئی تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ بات خلاف شریعت ہے، اور شیخ واجب القتل ہیں، چناں چہ

تمام علمائے جمع ہو کر شیخ محمد غوث کے مکان پر پہنچے، شیخ وجیہ الدین سب کی پیشوائی فرمارہے تھے۔ جب شیخ کو اس بلوہ عظیم کی اطلاع ہوئی تھی تو آپ نے پہلے ہی تحریر فرمایا تھا۔

"علمائے شریعت کہ از حقیقت بے خبرانند و محجوب، معلوم نمایند کہ ایں بلوہ برائے کیست؟ اگر برائے ایں فقیرست، دیر چیست؟ مارا منصور نباید انگاشت، انچہ بر سراو گزشت خواہش اوبود، ایں جا عوض منصور ہم منظور است۔ والدعا۔

علما کے سامنے جب شیخ کا یہ مکتوب پہنچا تو وہ لرزہ براندام ہو گئے۔ بہر کیف سزا دینے کے ارادے سے تقریباً ۷۰ ۲ علما شیخ وجیہ الدین کے ساتھ دولت خانہ پر آئے، جب شیخ محمد غوث نے ان حضرات کو دیکھا تو شیخ وجیہ الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"وجیہ الدین تم فقیر کے مصلے پر بیٹھو"

دیگر حضرات سے بھی بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اس کے بعد شیخ وجیہ الدین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

"سچ کہو کہ تم اور یہ سب حضرات کس لئے آئے ہیں۔ اپنا کام جلد کرو"

شیخ وجیہ الدین نے دستہ بستہ عرض کیا۔

"بیشک آپ غوث آخرالزماں ہیں، جو کوئی اس میں شک کرے

وہ کافر ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ میں تو ان سب حضرات کو
لے کر آپ سے بیعت ہونے آیا ہوں"

جناب غوث الاولیاء نے پہلے تو تھوڑی دیر سوچا پھر فرمایا۔
"فقیر تو مار دینے کے لائق ہے، پیری و پیشوائی اور رہنمائی کے
لائق نہیں"

"لیکن آخر کار شاہ وجیہ الدین کو بیعت فرمایا اور مقام ثلاثہ
یعنی فنافی الشیخ فنافی الرسول اور فنافی اللہ فوراً حاصل
ہو گئے" ۱۲۱ (ملخصاً)

دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں شاہ محمد غوث کے سفر گجرات اور شیخ وجیہ الدین علوی کے واقعہ بیعت کو بڑے مبہم انداز سے بیان کیا گیا ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، مقالہ نگار نے لکھا ہے۔

"کوہستان چنار میں تیرہ برس سے زیادہ ریاضت و مجاہدے کے
بعد (شاہ محمد غوث) گجرات تشریف لائے۔ جہاں آپ مشہور و
معروف عالم اور صوفی شیخ وجیہ الدین گجراتی سے آشنا ہوئے" ۱۲۲

شاہ محمد غوث کوہستان چنار میں ریاضت و مجاہدے کے بعد ۹۲۹ھ کے لگ بھگ گوالیار تشریف لائے، پھر شیر شاہ سوری کے ناروا سلوک سے خاطر برداشتہ ہو کر ۹۴۷ھ میں گجرات تشریف لے گئے، وہاں واقعہ تکفیر، شیخ وجیہ الدین علوی کی بیعت و خلافت کا ذریعہ بن گیا یہ واقعہ شاہ محمد غوث اور شیخ وجیہ الدین کی زندگی کا بڑا اہم واقعہ ہے، مگر فاضل مقالہ نگار نے بعد اختصار سے کام لیا ہے۔
بعض ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث گوالیار سے دہلی تشریف لے

گئے، پھر وہاں سے گجرات آئے، اور یہاں سے اکبر آباد بھی تشریف لے گئے، مولانا شیر علی بنگالی تحریر فرماتے ہیں۔

> "جب غوث الاولیاء آسودگان دہلی کی زیارت کے واسطے دہلی تشریف لائے تھے اس وقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوا، اور آپ کی خدمت میں حاضر رہا، اور جب آپ کو گجرات کا سفر پیش آیا تو ہمراہ تھا، احمد آباد کے بعض کوتہ اندیش عالم اور چھوٹی نظر والے خرقہ پوش آپ کے ساتھ دشمنی کا بہانا ڈھونڈھنے لگے اور نادانستہ و نافہمیدہ باتیں آپ کے متعلق کہنے لگے" ۱۲۳

بقول تکملہ نگار مناقب غوثیہ، شاہ محمد تقریباً ۱۸ سال (۹۴۷ھ لغایت ۹۶۵-۶ھ) گجرات میں مختلف مقامات پر رہے، جن میں قابل ذکر جانپانیر، بھروچ اور احمد آباد ہیں، احمد آباد میں آپ نے ایک مسجد و خانقاہ تعمیر کرائی تھی اس کے اتمام کی تاریخ یہ ہے۔

حضرت غوث جہاں، شیخ محمد خطیر
مظہر اسرار حق، معدن سر مدی
کعبہ صدق و صفا، قبلہ اہل فیوض
ساخت چوں بہر خدا، مسجد حاجت روا
مسجد ضو بخش در دل عباد ازاں
سال بنایش بگو معبد اہل ضیاء

۹۶۳ھ

گجرات کے اٹھارہ سالہ قیام نے شاہ محمد غوث کا حلقہ اثر بہت وسیع کر دیا تھا،

سلاطین گجرات میں سلطان محمود ثانی آپ کا عقیدت مند تھا، حضرت شاہ وجیہ الدین جیسے عالم ربانی و فاضل و متبحر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، اور گجرات و دکن و مالوہ وغیرہ کے علماء و فضلاء نے اس سلسلہ کو آپ سے حاصل کیا، گجرات و دکن میں یہ سلسلہ بہت ترقی پذیر ہوا۔[۱۲۴]

سفر اکبرآباد | گجرات میں اٹھارہ انیس سال گزارنے کے بعد شاہ محمد غوث ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں اکبرآباد تشریف لائے، ملا عبدالقادر بدایونیؒ (متوفی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) "۹۶۶ھ میں شیخ مشارالیہ (محمد غوث) اپنے مریدین اور معتقدین کے ساتھ بڑے کروفر سے گجرات سے آگرے تشریف لائے، شہنشاہ (اکبر) عقیدت مندانہ پیش آیا، شیخ گدائی کو تنگ نظری اور نفاق و حسد کی وجہ سے، جو ائمہ، ہند کا لازمہ حیات ہے، (شیخ محمد غوث) کا آنا اور ان کی دکان پر دکان لگانا یکلخت نہ بھایا۔ خان خاناں کو بھی جس طرح شیخ سے پیش آنا چاہیے تھا، پیش نہ آیا، کیونکہ شیخ گدائی نے اس کے مزاج میں پورا رسوخ پیدا کر لیا تھا، بلکہ اس نے تو مختلف مجالس منعقد کر کے شیخ محمد غوث کے رسالہ کو سامنے رکھا اور کہا کہ شیخ نے اس میں اپنی معراج کی کیفیت بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ مجھ کو بیداری میں حضرت رب العزت شانہ سے مجالسہ و مکالمہ ہوا ہے، اور اس طرح حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تقدیم کی ہے، اسی قسم کی اور خرافات جو عقلاً و نقلاً قابل

ملامت اور مذموم ہیں، مجالس میں شیخ کی طرف منسوب کی گئیں، شیخ کو اس میں گھسیٹ کر نشانۂ تیر ملامت بنایا گیا، یہانتک کہ شیخ محمد غوث آزردہ خاطر ہو کر گوالیار تشریف لے گئے۔ اور وہاں سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا اور جو ایک کرور کی جاگیر عطا کی گئی تھی اسی پر قناعت کی" ۱۲۵

عبدالقادر بدایونی نے شاہ محمد غوث کی بھی زیارت کی تھی، چناں چہ انہوں نے اپنے چشم دید حالات اس طرح بیان کئے ہیں۔

(ترجمہ) "۹۶۶ھ میں فقیر نے آگرے کے بازار میں دور سے (شیخ محمد غوث کو) دیکھا تھا (گھوڑے پر) سوار تشریف لے جارہے تھے، اور چاروں طرف لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ وہاں سے کسی کا گزرنا محال تھا، بڑے تواضع و انکسار کے ساتھ دائیں بائیں لوگوں کے سلام کا جواب دیتے جاتے تھے، اور ایک لحظہ بھی چین و قرار نہیں تھا، تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپ کی خمیدہ کمر قابوس زین تک جا پہنچتی تھی، سنہ مذکور میں آپ گجرات سے آگرے تشریف لائے تھے" ۱۲۶

تاریخ فرشتہ نے جہاں شاہ محمد غوث کا ذکر کیا ہے، وہیں آگرہ میں آپ کی آمد اور آزردہ خاطر ہو کر گوالیار کی مراجعت کا بھی ذکر کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ بیرم خاں نے شاہ محمد غوث کے ساتھ جو سرد مہری اور معاندانہ رویہ اختیار کیا اس سے اکبر بادشاہ کو بڑا افسوس ہوا اور وہ بیرم خاں سے بحد آزردہ ہوا، چناں چہ فرشتہ لکھتا ہے۔

"در ماہ رجب آں سال (۹۶۶ھ) شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول (پھول) کہ حق خدمت برآں دودماں داشت و بوقت استیلائے

افغانان بہ گجرات رفتہ بود، دریں وقت با فرزندان و مریداں
بدرگاہ آمد و چوں از بیرم خاں گوشۂ خاطرے ندید باز بہ گوالیار کہ
مسکن قدیم او بود، رفت، خاقان اکبر بر سر ایں مقدمہ از بیرم
خاں ترکمان بہ غایت آزردہ شد، بیت

بلے سلطان معشوقاں غیور است
ز شرکت ملک[2] معشوقیش دور است

(ترجمہ) "اس سال ۹۶۶ھ ماہ رجب میں شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول
(پھول) کہ جو اس خاندان پر حق خدمت رکھتے تھے اور افغانوں
کے غلبہ کے وقت گجرات تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت اپنے
صاحب زادگان اور مریدوں کے ہمراہ دربار شاہی میں تشریف
لائے۔ اور جب بیرم خاں کو اپنی طرف متوجہ نہ پایا تو پھر اپنے
مسکن قدیم گوالیار تشریف لے گئے، خاقان اکبر اسی سبب سے
دوبارہ بیرم خاں ترکماں سے بہت ہی آزردہ خاطر ہوا، بیت

بلے سلطان معشوقاں غیور است
ز شرکت ملک معشوقیش دور است

اکبر کی یہی آزردہ خاطری رنگ لائی، بیرم خاں دربار شاہی سے
مردود ہوا اور بالآخر قتل کیا گیا۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار نے شاہ محمد غوث کے حالات کے ذیل میں
بعض باتیں غیر واضح اور بعض باتیں غلط لکھ دی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:۔

"۹۶۶ھ (۱۵۵۸ء) میں جب آپ (شیخ محمد غوث) آگرے
تشریف لے گئے، جہاں اکبر نے آپ کے ساتھ سرد مہری کا
برتاؤ کیا،"[۱۲۸]

ملا عبدالقادر بدایونی اور فرشتہ کے جو بیانات اوپر نقل کیے گئے ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آگرے میں شیخ گدائی اور بیرم خاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے شاہ محمد غوث نے گوالیار مراجعت کی تھی، اکبر کو آزردہ خاطر ہو کر آپ کے واپس جانے کا بڑا قلق تھا، اسی وجہ سے وہ بیرم خاں سے آزردہ ہو گیا تھا، اگر اکبر ناخوش ہوتا تو خزانہ شاہی سے شاہ محمد غوث کو جو وظیفہ ملتا تھا، اور حکومت کی طرف سے جو جاگیریں عطا کی گئی تھیں، وہ بند ہو جاتیں، اس سلسلے میں ہم سید فضل علی شاہ، ملا عبدالقادر بدایونی، صاحب ماثر الامراء اور صاحب ذخیرۃ الخوانین کے بیانات اوپر نقل کر چکے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں کی جاگیر اور لاکھوں کا وظیفہ تھا، اکبر کی عقیدت شاہ محمد غوث کی حیات تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ وفات کے بعد آپ کے مزار مبارک پر اکبر نے شاندار مقبرہ بھی تعمیر کرایا، جس کا مفصل ذکر آگے آئیگا، اس کی تعریف میں اسمتھ (Smith) نے لکھا ہے۔

"اس عہد کی ممتاز ترین یادگاروں میں شاہ محمد غوث کا مقبرہ
ہے، گو کہ وہ مقابلتاً زیادہ مشہور و معروف نہیں"[۱۲۹]

شاہ محمد غوث نے اکبر آباد سے گوالیار پہنچنے کے بعد ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور بیعت وارشاد میں مشغول ہو گئے، ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

"رنجیدہ بہ گوالیار رفت وبہ تکمیل مریداں مشغول شد و خانقاہے تعمیر فرمودہ بہ سماع و سرود و وجد و اشتغال داشت و خود دراں وادی تصنیف و در کسوت فقر بسیار صاحب جاہ و جلال بود"

یک کرور تنکہ مدد معاش داشت" [130]

بدایونی کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث اکبر آباد سے گوالیار جانے کے بعد پھر تشریف نہیں لائے، لیکن وفات کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے۔

"در سنہ نہصد و ہفتاد (۹۷۰ھ) بعد از ہشتاد سالگی در آگرہ
رحلت بدار الملک آخرت نمود و در گوالیار مدفون شد" [131]

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پھر اکبر آباد تشریف لاتے تھے، اور آخر وقت تک وہیں رہے، ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں جب پہلی مرتبہ آپ اکبر آباد تشریف لائے تو بیرم خاں خیات تھا، ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں اس کو شہید کر دیا گیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء اور ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء کے درمیان شاہ محمد غوث دوبارہ اکبر آباد تشریف لائے، کیونکہ اکبر آپ سے بہت متاثر تھا، بلکہ بیعت و عقیدت رکھتا تھا۔

وفات شاہ محمد غوث گوالیاری ۷ رجب المرجب ۹۰۷ھ [132] میں ظہور آباد (غازیپور) میں پیدا ہوئے اور ۱۴ رمضان المبارک ۹۷۰ھ میں اکبر آباد میں وفات پائی اور گوالیار میں مدفون ہوئے، مفتاح التواریخ میں ہے۔

"غوث گوالیاری، مرشد شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ست،
بتاریخ چہار دہم ہم رمضان نہصد و ہفتاد ہجری فوت کردہ، در
گوالیار مدفون گردیدہ۔ (ص۔ ۲۵۲)

مخبر الواصلین میں جو قطعہ تاریخ وفات ہے، اس میں ان دو شعروں میں تاریخ و سنہ وفات کا ذکر کیا ہے۔

از مہ صوم بود چہار دہم   کہ گزشت از زمانہ غوث اسم
سال نقلش بتعمیہ رضوان   غوث بے لوث زد رقم برخوان
۱۵۰۶-۵۳۶=۹۷۰ھ

• مخبرالواصلین میں یہ قطعہ تاریخ وفات بھی ہے:۔

آں شیخ محمد المخاطب   بالغوث بہ لطف معبود
تاریخ وصال او ملائک   گفتند کہ شیخ اولیاء بود
۹۷۰ھ

تھامس ولیم بیل نے سنہ وفات تو ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء لکھا ہے مگر تاریخ وفات ۱۴ رمضان المبارک کے بجائے ۱۴ محرم لکھدی ہے [۱۳۳] نظامی بدایونی کی قاموس المشاہیر میں بھی یہی لکھا ہے:۔

۱۴ ستمبر ۱۵۶۲ء مطابق ۱۴ محرم ۹۷۰ھ کو وصال ہوا، شیخ اولیاء بود سے تاریخ وفات ۹۷۰ھ نکلتی ہے" [۱۳۴]

ہرمن ایتھے (Hermann Ethe) نے لکھا ہے:۔

"غالباً ۹۷۰ھ مطابق ۳-۱۵۶۲ء میں انتقال فرمایا" [۱۳۵]

معلوم نہیں سنہ وفات کے ساتھ لفظ غالباً لکھ کر کیوں مشکوک بنادیا، جب کہ جملہ معاصرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

مناقب غوثیہ (۹۴۹ھ) کے تکملہ نگار نے یہ قطعہ تاریخ نقل کیا ہے:۔

شیخ دوراں غوث انس و جاں محمد غوث را
شد بہ سال نہ صد و ھفتاد در جنت خرام
عرس او خواہی بہ دل کن یاد ایں مصراع را
نیم شب از جمعہ بود و نصف از ماہ صیام ١٣٦

تاریخ ولادت (٧ رجب ٩٠٧ھ) اور تاریخ وفات (١۴ رمضان ٩٧٠ھ) کے لحاظ سے عمر شریف تریسٹھ سال دو ماہ سات یوم ہوتی ہے، عمر کے تعین کے سلسلے میں عبدالقادر بدایونی سے فاحش غلطی ہوتی ہے، حالانکہ انہوں نے شاہ محمد غوث کو ٩٦٦ھ / ١۵۵٨ء میں بہ چشم خود اکبرآباد میں دیکھا تھا، لیکن چوں کہ غوث الاولیاء کی کمر خمیدہ اور جسم بہت ضعیف نظر آرہا تھا، اس لئے بدایونی نے قیاس سے ٨٠ سال عمر لکھ دی، وہ لکھتے ہیں۔

"و در سنہ نہصد و ھفتاد ٩٧٠ھ بعد از ہشتاد سالگی در آگرہ رحلت بدار الملک آخرت نمود و در گوالیار مدفون شد" ١٣٧

دارا شکوہ نے بھی سفینۃ الاولیاء میں بدایونی کے بیان کو نقل کر دیا ہے کہ شاہ محمد غوث نے "اسی سال کی عمر پائی" ١٣٨

مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی بدایونی پر اعتماد کر کے لکھا ہے کہ "مدت عمر ہشتاد سال" ١٣٩ مگر دارا شکوہ اور مفتی غلام سرور نے تاریخ وفات ١٠ رمضان المبارک لکھی ہے ڈاکٹر عبدالحق مرحوم نے بدایونی کی تقلید میں شاہ محمد غوث کی عمر ٨٠ سال لکھی ہے ١۴٠ شیخ محمد اکرام نے بھی یہی لکھدیا ہے غرض ایک معاصر کی قیاس آرائی سے پورے کا پورا سلسلہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا، اگر خود شاہ محمد غوث کے بیانات سامنے نہ ہوتے تو صحیح عمر کا معلوم کرنا مشکل ہو جاتا۔

دوسرا مسئلہ جائے وفات کا ہے، اس سلسلے میں بھی لوگوں نے غلطیاں کی ہیں، دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار نے لکھا ہے۔

"بالآخر آپ گوالیار تشریف لے آئے جہاں ۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) میں آپ کی وفات ہوئی" ۱۴۱

مگر اس سلسلے میں عبدالقادر بدایونی کا بیان مستند سمجھا جائیگا کیوں کہ شاہ محمد غوث کا انتقال ان کی حیات میں ہوا، اور جیسا کہ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث کا انتقال اکبر آباد میں ہوا، اور لاش مبارک گوالیار لیجائی گئی اور یہیں دفن کیا گیا۔

مقبرہ مزار مبارک پر اکبر بادشاہ کی طرف سے شاہ محمد غوث کے صاحبزادے شیخ عبداللہ (متوفی ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) کی نگرانی میں شاندار مقبرہ تعمیر ہوا، محمد غوثی نے لکھا ہے۔

"اس زمانہ میں شہنشاہ زماں اکبر شاہ کو منظور ہوا کہ روضۂ غوثیہ کی عمارت دولت کی طرف سے تیار کی جاوے" ۱۴۲

اور بقول صاحب کلیات گوالیار۔

"برائے مدد خرچ مقبرہ جاگیر از پرگنات..... قریب بہ لک وبست و پنج ہزار روپیہ جدا مقبرہ کردہ" ۱۴۳

مولوی ذکاء اللہ مرحوم نے مدد معاش اور مصارف روضۂ شریف کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کی جاگیر لکھی ہے ۱۴۴

شاہ محمد غوث کے احاطہ میں دربار اکبری کے مشہور مطرب تان سین کا بھی مزار ہے، اور حکومت ہند کی طرف سے اس کا بھی باقاعدہ عرس ہوتا ہے *

شاہ محمد غوث کے مقبرے کی عمارت اکبری عہد کی ممتاز یادگاروں میں ہے، وی۔اے۔اسمتھ (V.A.Smith) نے اس عمارت پر مفصل تبصرہ کیا ہے، ہم یہاں اس کا بیان نقل کرتے ہیں، جس سے مقبرہ کی شان وشوکت کا پورا پورا اندازہ ہوسکے گا، اسمتھ نے لکھا ہے۔

"اس عہد کی ممتاز ترین یادگاروں میں گوالیار میں شاہ محمد غوث کا مقبرہ ہے، گو کہ یہ مقابلتاً زیادہ معروف نہیں، یہ عمارت مقبرہ ہمایوں (دہلی) کے قریبی زمانے میں تعمیر ہوئی ہے، لیکن اس کا ڈیزائن بالکل انوکھا ہے، کچھ بعید نہیں اگر کوئی شخص اس کو خالص ہندوستانی یادگار سمجھ لے"

"یہ عمارت مربع ہے، ہر طرف سے ۱۰۰ فٹ ہے، ہر کونے پر ایک زاویہ کے ساتھ مسدس برج بنے ہوئے ہیں، صرف مقبرہ کا ایوان ۴۳ مربع فٹ ہے، اس کے چاروں طرف برآمدہ ہے، یہ غیر معمولی بڑے بڑے چھجوں سے محفوظ ہے"

"باہر کا حصہ پہلے ایرانی طرز کے نیلے چمکدار ٹائلوں سے ڈھکا ہوا تھا، گنبد پٹھان طرز کا قدرے اونچا ہے، اور اطراف سے قدرے فاصلے پر ترچھا ہے، بعض Kiosks مسلم طرز کے ہیں لیکن بعض کے مربع ستون ہیں اور دیوار کہنی نما راس عمود ہیں جو ہندوؤں کے مندر کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں"

"ہندو مسلم طرز تعمیر کا یہ خالص امتزاج محض مقامی حالات کی

> بنا پر ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں اسلام اور ہندو مت کو ہم آہنگ کرنے کی نظری سعی کی گئی ہے، اور یہ کہنا بھی مناسب نہ ہو گا کہ اس عمارت کی تعمیر پر اکبر کی رائے اثر انداز ہوتی ہوگی، کیوں کہ جب یہ عمارت بنی ہے اس وقت شہنشاہ بڑا پر جوش مسلمان تھا" ۱۴۵

اسمتھ (Smith) کا خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ مقبرۂ غوث الاولیا۔ میں ہند و مسلم طرز تعمیر کا امتزاج محض مقامی حالات کی بنا پر ہے اور یہ کہ اس پر اکبر کی رائے اثر انداز نہیں ہوئی کیوں کہ ابتدائی دور میں اکبر پر جوش مسلمان تھا۔۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ اکبر اپنے ابتدائی دور میں ایک سرگرم اور پر جوش مسلمان تھا، لیکن اس وقت بھی ہندوؤں سے اس کا ربط و ضبط بہت تھا چناں چہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں جب وہ اجمیر حاضر ہوا تھا تو واپسی میں جے پور کے راجہ بہاری مل کی لڑکی سے اس نے شادی بھی کی تھی۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقبرے کی تعمیر اکبر کی فرمائش پر شاہ محمد غوث کے فرزند رشید شیخ عبداللہ کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ ۱۴۶

خود صاحب مزار شاہ محمد غوث کی رواداری اور وسعت قلبی کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان ہندوؤں کے لئے بھی تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے، عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

"ہر کرامی دید حتی کہ کفار را نیز تعظیم و قیام می نمود ازیں جہت اہل فقر اند کے بملامت و انکار اور برخاستند والغیب عند اللہ۔۔۔۔ تاچہ نیت داشتہ باشد۔ بیت

چوں کردو قبول ہمہ در پردہ ۔ غیب ست
زنہار کسے رانہ کنی عیب کہ عیبست ۱۴۷

(ترجمہ)۔ "جس کسی کو بھی دیکھتے یہاں تک کہ کفار کے لئے
بھی تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے بعض صوفیاء
کچھ ان پر ملامت کرتے تھے اور ان کی ولایت کے منکر ہو گئے
تھے۔ والغیب عنداللہ...... معلوم نہیں آپ کی کیا نیت ہوگی"

سید علی ہمدانی نے رسالہ فتوتیہ میں شیخ فضل عیاض کا یہ قول مقام فتوت کے
سلسلے میں نقل کیا ہے:۔

"والفتوۃ ان لا تمیز من یاء کل عندک مومن او کافر،
صدیق او عدو"

پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فرمود کہ فتوت آن ست کہ فرق نہ کنی کہ نعمت تو کہ می خورد،
یعنی از مقام خدمت وایثار نعمت حق ببندگان او میاں مومن و
کافر تمیز نہ کنی و میان دوست و دشمن تفاوت نہ نہی" ۱۴۸

شاہ محمد غوث مقام "فتوت" سے آشنا تھے، اسی لئے تعظیم و تکریم اور داد و دہش
میں کبھی کافر و مومن کی تمیز نہیں کی۔ چناں چہ ایک مرتبہ راجہ ٹوڈرمل شیخ جلال
تھانیسری کے پاس گیا تو وہ اس کے لئے کھڑے نہ ہوئے اور فرمایا کہ کافر کی تعظیم
حرام ہے، شاہ محمد غوث کے دربار میں آیا تو آپ کھڑے ہو گئے، اس پر اس نے شیخ
جلال کے نہ کھڑے ہونے اور آپ کے کھڑے ہونے کے سبب دریافت کیا، یہ واقعہ
علی اکبر اردستانی نے مجمع الاولیاء میں لکھا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"گویند کہ شیخ (جلال تھانیسری) تعظیم کافر ہرگز نمی کرد، راجہ
تودرمل کہ وزیر اعظم سکندر جاہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بود
بدیدن حضرت شیخ آمد، او تعظیم نہ کرد وگفت کہ در دین ما تعظیم
کافر حرام ست، چوں راجہ مذکور راگذر بر گوالیر افتاد شیخ محمد
غوث استقبال راجہ کرد، راجہ از شیخ محمد غوث پرسید کہ "دین
مسلمانی شما یکے ست یا مختلف"؟ گفت "یکے ست" گفت "من
بدیدن شیخ تھانیسری رفتہ بودم او تعظیم من نہ کرد کہ تعظیم کافر
حرام ست، و شما استقبال من کردید، وجہش چیست"؟ شیخ محمد
غوث گفت کہ "شیخ جلال فی الحقیقتہ بزرگ است و من مقلد نا
درستم کہ در تقلید نیز صدق ندارم چناں کہ شعبدہ بازاں تقلید
شیخ و صوفی می کنند، ما نیز ازاں قبیلہ ایم" [۱۴۹]

ظاہر ہے کہ ٹوڈرمل کو مقام "فتوت" کا کیا علم، عجز و انکسار کے الفاظ سے ہی اس کی تسکین خاطر ہوتی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ شاہ محمد غوث بیحد منکسر المزاج تھے۔
شاہ محمد غوث کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ زندگی میں کبھی اپنے لئے لفظ "میں" استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خود کو "فقیر" سے تعبیر کیا کرتے تھے، اگر کسی کو غلہ بخشش فرماتے تو اس وقت بھی لفظ "من" استعمال نہ کرتے تھے، بلکہ فرماتے کہ اتنے "میم" "نون" فلاں شخص کو ہدیہ کر دیا جاتے۔

عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:-

"و می گویند کہ ہرگز لفظ "من" بزبان او نگزشتے و ہمیشہ تعبیر از
خود بہ "فقیر" کردے۔ چناں چہ در وقت بخشش غلہ ہم می گفت
کہ ایں قدر میم و نون بہ فلانے بہ ہدیہ تا من نبایستے گفت،

مندرجہ بالا حقائق سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مقبرے کی تعمیر میں مقامی حالات و اثرات کے ساتھ جو ایک فطری امر ہے، اکبر کی رائے کو بھی پورا دخل تھا، اور جس طرح شاہ محمد غوث زندگی بھر روادار رہے، اسی طرح یہ مقبرہ بھی ان کی رواداری کا آئینہ دار ہے، یہ محض حسن اتفاق نہیں بلکہ عمداً اس امتزاج کی کوشش کی گئی ہے۔

سر و ولزلے ہیگ (L.S.W.Haig) نے بھی شاہ محمد غوث کے مقبرے کے متعلق اظہار خیال کیا ہے، جو اسمتھ کے خیالات سے ملتا جلتا نظر آتا ہے، اس نے لکھا ہے

(ترجمہ) "اسی زمانے میں کچھ فاصلے پر گوالیار کے ہندو ماحول میں محمد غوث کا مقبرہ تیار کیا جا رہا تھا، یہ عمارت اپنے غیر معمولی ڈیزائن کی وجہ سے بعض دلچسپیاں رکھتی ہے، یہ اس مسلم صوفی کے مزار مبارک پر بنائی گئی ہے جس کا ابتدائی مغل عہد میں بہت چرچا تھا۔ اس عمارت میں "لودھی" طرز تعمیر خصوصیات کی امیزش ہے، یہ خصوصیات مغربی ہند کی عمارات میں پسند کی جاتی ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ امتزاج مقامی معماروں کی فنکاری کا نتیجہ ہے، ان لوگوں کے سامنے اپنے مسلم آقاؤں کی پسند کی بہ نسبت مالوہ طرز تعمیر کے امتزاج کی کمی ہے کیوں کہ یہ اتحادی امتزاج ابھی پیدا نہیں ہوا تھا، شہنشاہ اکبر کی روادرانہ پالیسی کے تحت بعد میں یہ امتزاج پیدا ہوا، بہ ایں ہمہ اس عمارت میں بعض ممتاز خوبیاں بھی ہیں، بالخصوص اس کی مشبک دیواریں، لیکن کونے کے مسدس برجوں کو جوان کے زاویون سے ملا دیا گیا ہے تو اس سے مجموعی

طور پر عمارت کی رفعت متاثر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ غیر مربوط نظر آتی ہے" ۱۵۱

شاہ محمد غوث کے مقبرے کے متعلق مزید معلومات حسب ذیل ماخذوں سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ۱۵۲

حواشی اور حوالے

۱ ------- Levy = Presian Literature, London, 1948, p-48

۲ ------- شاہ محمد غوث = جواہر خمسہ (قلمی) انڈیا آفس لائبریری، لندن، مکتوبہ محمد واصل بیگ قادری، محررہ

۳ ------- یوسف الیادر سرکیس = المطبوعات العربیہ والمعربہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۶ھ / ۱۹۶۸ء

۴ ------- T.W.Beale = Oriental Biographical Dictionary Calcutta, 1881 p-186

۵ ------- دائرۃ المعارف الاسلامیہ (ہالینڈ) ایڈیشن ۱۹۱۳ء، ص ۸۱ ـ ۶۸۰

۶ ------- مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیا، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

۷ ------- شاہ فضل اللہ شطاری مناقب غوثیہ (اردو) مترجمہ ظہیر الحق احمد آبادی، مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۳ء

۸ ------- دائرۃ المعارف الاسلامیہ (لائیڈن) ۱۹۱۳ء

۹ ------- شاہ محمد غوث: اوراد غوثیہ (فارسی)، مطبوعہ مطبع صبغۃ اللہی ۱۳۱۲ھ ص ـ ۵۴

------- (۲) ایضاً ص ـ ۵۴

۱۰ ------- مناقب غوثیہ (اردو) مطبوعہ آگرہ، ۱۹۳۳ء

۱۱ ------- محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو) مترجمہ فضل احمد، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص ۲۲۲

۱۲ ------- مناقب غوثیہ (اردو)، ص ۹۰

۱۳ ------- مناقب غوثیہ (اردو)، ص ـ ۸

۱۴ ------ ترجمہ گلزار ابرار (اردو)۔ ص ۵-۲۳۴

۱۵ ------ مناقب غوثیہ (اردو)۔ ص ۸،

۱۶ ------ فضل اللہ شطاری: مناقب غوثیہ۔ مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۳ء، ص۔ ۱۰

۱۷ ------ ایضاً، ص۔ ۱۰

۱۸ ------ محمد غوث: گلزار ابرار (اردو) مترجمہ فضل احمد، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۲۲۳

۱۹ ------ Hermann Ethe: Catalogue of the Persian Manus cripts in the Library of the India Office, vol I, p.1042-3, Oxford, 1903.

۲۰ ------ (الف) شاہ محمد غوث: جواہر خمسہ (قلمی) انڈیا آفس لائبریری۔ لندن (نسخۂ بیجاپور نمبر ۳۶۴۱)

(ب) نسخۂ فورٹ ولیم کالج (قلمی) مکتوبہ ۸ صفر ۱۱۷۳ھ ۔ نمبر ۲۱۲۴ مملوکہ ٹیپو سلطان مرحوم، انڈیا آفس لائبریری، لندن

۲۱ ------ جواہر خمسہ (اردو) مترجمہ محمد عبدالحکیم، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء، ص۔ ۵

۲۲ ------ سکندر بن محمد: مرآت سکندری، مطبوعہ بمبئی (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء)

۲۳ ------ گلزار ابرار: ترجمہ (اردو)۔ ص ۷-۲۸۶

۲۴ ------ ایضاً ص۔ ۲۸۷

۲۵ ------ عبدالحیٔ الحسنی: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، مطبوعہ دمشق، (۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء)

۲۶ ------ علی اکبر حسینی اردستانی: مجمع الاولیاؔ (قلمی) انڈیا آفس لائبریری۔ لندن (مخطوطہ نمبر ۶۴۵) مکتوبہ علی اکبر، محررہ ۲ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ

۲۷ ------ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاؔ، مطبوعہ لاہور، ۱۸۷۳ء، ج۔ ۲، ص ۳۳۳

۲۸ ------ جوہر آفتابچی: ہمایوں نامہ (اردو) مترجمہ احمد الدین، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۱ء، ص۔ ۴۰

۲۹ ------ جہانگیر: تزک جہانگیری (اردو) مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص۔ ۵۳۵

۳۰ ------ Lt. Colonel Sir Wolseley : The Cambridge History of India, Vol. IV, Delhi, 1957, p. 32.

۳۱ ------ Theodre De Bary : Sources of Indian Tradition, New York, 1959.

۳۲ ------ T.W.beale : Oriental Biographical Dictionary, Calcutta, 1881, p. 186.

۳۳ ------ محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، ص ـ ۲۳۴

۳۴ ------ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ، ص ـ ۲۵۴

۳۵ ------ خزینۃ الاصفیاء، جلد دوم، ص ـ ۳۳۲

۳۶ ------ اوراد غوثیہ، مطبوعہ ۱۳۱۳ھ، ص ـ ۴ ـ ۳۳۲

۳۷ ------ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، جلد سوم، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ص ـ ۶

۳۸ ------ مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۷۳ء، جلد دوم ص ـ ۳۳۲

۳۹ ------ ایضاً ص ـ ۳۳۳

۴۰ ------ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ، ص ـ ۲۵۲

۴۱ ------ امام بخش: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار، چمن ہفتم، ص ـ ۲۵۹

۴۲ ------ خزینۃ الاصفیاء، ج دوم، ص ـ ۳۳۳

۴۳ ------ فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری ـ (قلمی) مکتوبہ عبدالرحیم محررہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء، مطابق ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

۴۴ ------ امام بخش: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار ـ چمن ہفتم ـ ص ـ ۲۵۹

۴۵ ------ T.W. Beale : Oriental Biographical Dictionary Calcutta, 1881

۴۶ ------ M. TH. Houtsma etc : Encyclopaedia of Islam, Leyden (Holland), 1913, vol.III PT 2, pp.687-8

۴۷ ------ Hermann Ethe : Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of the India Office, Oxford, 1903, vol. I, p.1042

۴۸ ------ فضل اللہ شطاری: مناقب غوثیہ (اردو) مطبوعہ آگرہ، ۱۹۲۳ء، ص ـ ۳۲

۴۹ ------ سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (قلمی)، محررہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص ـ ۱۴

۵۰ ------ محمد غوث گوالیاری: جواہر خمسہ فارسی (قلمی) ۸ صفر المظفر ۱۱۷۳ھ، مکتوبہ محمد واصل بیگ قادری ـ (لندن)

۵۱ ------ قاضی معراج الدین دھولپوری: مضمون مطبوعہ روزنامہ "نوروز" کراچی ۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء

۵۲ ------ فضل اللہ شطاری: مناقب غوثیہ (اردو)، ص ـ ۴۴

۵۳ ------ایضاً، ص ۔ ۵۲

۵۴ ------ایضاً، ص ۔ ۴ ۔ ۵۳

۵۵ ------ایضاً، ص ۔ ۵۵

۵۶ ------محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص ۔ ۲۴۳

۵۷ ------شیخ عبدالحق محدث دہلوی : اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ

۵۸ ------غلام محی الدین : فیضان ولایت، مطبوعہ علوی پریس "گوالیار" ص ۔ ۱۴ ۔ ۱۵

۵۹ ------ایضاً، ص ۔ ۱۸

۶۰ ------ایضاً، ص ۔ ۱۸

۶۱ ------بحوالہ مضمون قاضی معراج الدین دہولپوری مطبوعہ "نوروز" کراچی دسمبر ۶۱ء

۶۲ ------شیخ عبدالحق محدث دہلوی : اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۔ ۲۳

۶۳ ------سید فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (فارسی)، ص ۔ ۴

۶۴ ------غلام محی الدین : فیضان ولایت، ص ۔ ۱۸

۶۵ ------محمد اسماعیل رمزی : آئینۂ ولایت، بھوپال، ۱۹۶۲ء ص ۔ ۶ ۔ ۱۵

۶۶ ------ایضاً، ص ۔ ۱۶

۶۷ ------فضل اللہ شطاری : مناقب غوثیہ (اردو) مطبوعہ آگرہ، ۱۹۳۴ء، ص ۔ ۲

۶۸ ------ایضاً، ص ۔ ۳

۶۹ ------ایضاً، ص ۔ ۸ ۔ ۷

۷۰ ------ایضاً، ص ۔ ۱۳

۷۱ ------ایضاً، ص ۔ ۴ ۔ ۱۳

۷۲ ------ایضاً، ص ۔ ۱۵

۷۳ ------ایضاً، ص ۔ ۲۱

۷۴ ------ایضاً، ص ۔ ۴ ۔ ۳۳

۷۵ ------فضل علی : کلیات گوالیاری (قلمی) محررہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص ۔ ۲۱

۷۶ ------ایضاً، ص ۔ ۲۲

۷۷ ------ایضاً، ص ۔ ۳

۷۸ ------شیخ عبدالحق : اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ، ص ۔ ۲۵۲

۷۹ ------سید فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (قلمی)، ص ۔ ۲۳

۸۰ ------مناقب غوثیہ (اردو)، ص ۔ ۳۴

۸۱ ------ محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی معروف بہ فرشتہ: تاریخ فرشتہ، جلد اول، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۷ھ / ۱۹۳۲ء، ص۔ ۳۸۵
۸۲ ------ محمد حسین آزاد: دربار اکبری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۱۰ء، ص۔ ۹۔۷۷۵
۸۳ ------ محمد ظہیر الحق احمد آبادی: تتمہ مناقب غوثیہ (اردو) مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۳ء، ص۔ ۶۱
۸۴ ------ سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۴
۸۵ ------ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ: تزک بابری (اردو) مترجمہ میرزا نصیر الدین حیدر، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۲ء، ص۔ ۵۔ ۳۵۴
۸۶ ------ سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۴
۸۷ ------ James Hastings etc : Encyclopaedia of Religion and Ehics, vol. XI, New York, 1954, p. 69 ('Saints and martyres' by T.W.Arnold)
۸۸ ------ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، جلد سوم، ص۔ ۴
۸۹ ------ مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء مطبوعہ لکھنو، ۱۸۷۳ء، ص۔ ۳۴۳
۹۰ ------ Theodre de Bary : Sources of Indian Tradition, New York, 1959, p. 438
۹۱ ------ Dr. Tara Chand : The Influence of Islam On Indian Culture, Illahbad.
۹۲ ------ M.TH. Houtsma etc : Encyclopaeda of Islam, Leyden (Holland), 1913, vol. III, Pt 2. pp. 687-88
۹۳ ------ محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۳۔ ۲۹۲
۹۴ ------ ایضاً، ص۔ ۴۔ ۲۹۳
۹۵ ------ سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری، (قلمی)، ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص۔ ۱۶
۹۶ ------ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔ ۳، ص۔ ۵
۹۷ ------ معتمد خاں: اقبال نامہ
۹۸ ------ سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۶۔ ۱۷
۹۹ ------ محمد حسین آزاد: دربار اکبری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۱۰ء، ص۔ ۷۷
۱۰۰ ---- سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۲۰

۱۰۱ ---- ایضاً، ص۔ ۱۷

۱۰۲ ---- شیخ محمد اکرام: رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۰۸ء، ص۔ ۳۹

۱۰۳ ---- ایضاً، رود کوثر، ص۔ ۳۹

۱۰۴ ---- ابوالفضل: آئین اکبری، جلد اول، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۹۳۸ء، ص۔ ۴۸۹

۱۰۵ ---- جہانگیر بادشاہ: تزک جہانگیری (اردو)، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص۔ ۴۵۰

۱۰۶ ---- T.W.Beale : Oriental Biographical Dictionary, Calcutta, 1881, pp. 186-7

۱۰۷ ---- عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔ ۳، ص۔ ۵

۱۰۸ ---- مولانا رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، ص۔ ۴۵۶

۱۰۹ ---- شاہ محمد غوث: جواہر خمسہ (دیباچہ)، قلمی۔ انڈیا آفس لائبریری۔ لندن

۱۱۰ ---- شاہ محمد غوث: اوراد غوثیہ، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ، ص۔ ۷۶

۱۱۱ ---- محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، ص۔ ۲۹۲

۱۱۲ ---- سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری، فارسی (قلمی)، ۱۳۶۲ھ / ۱۹۰۸ء، ص۔ ۱۴۔۱۵

۱۱۳ ---- انتظام اللہ شہابی: سوانح محمد غوث، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۵۸ھ، ص۔ ۸۔۹

۱۱۴ ---- مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۷۳ء، ص ۲۔۳۳۲

۱۱۵ ---- ایضاً، ص۔ ۳۳۴

۱۱۶ ---- عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ (اردو) مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۸۹ء، ص۔ ۴۱۴

۱۱۷ ---- مولانا رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (اردو) مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، ص۔ ۲۴۹

۱۱۸ ---- فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء، ص۔ ۳۸۹

۱۱۹ ---- عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ (فارسی) مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔ ۳

۱۲۰ ---- سکندر بن محمد: مرآت سکندری، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء، ص۔ ۳۳۶

۱۲۱ ---- سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری (فارسی) ص۔ ۲۳

۱۲۲ ---- M.T.H. Houtsma etc : Encyclopaedia of Islam, Leyden (Holland), 1913, vol. III, PT. 2, pp. 687-88

۱۲۳ ---- محمد ظہیر الحق احمد آبادی: تتمہ مناقب غوثیہ، مطبوعہ آگرہ، ۱۹۳۳ء، (بحوالہ گلزار ابرار)، ص۔ ۶۵۔۶۶

۱۲۴ ----ایضاً، ص۔ ۶۳

۱۲۵ ---- (الف) عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ، (فارسی)، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔ ۲، ۵۔۴۴

(ب) Sir H.M. Elliot : The History of India, (Muhammadan Period), Calcutta, 1953, pp. 21-22

۱۲۶ ----عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ (فارسی)، ج۔ ۳، ص۔ ۵۔۶

۱۲۷ ---- محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی : تاریخ فرشتہ، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء، ج۔ ۱، ص۔ ۶۲۷

۱۲۸ ----انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مطبوعہ ہالینڈ، ۱۹۱۳ء، ج۔ سوم، ص۔ ۸۔۶۸۷

۱۲۹ ---- V.A.Smith : Akbar The Great Mughal, Oxford, 1919, p. 435

۱۳۰ ----عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ (فارسی)، ج۔ ۳، ص۔ ۴۔۵

۱۳۱ ----ایضاً، ص۔ ۶

۱۳۲ ---- محمد غوث گوالیاری: اوراد غوثیہ، ص۔ ۵۴

۱۳۳ ---- T.W.Beale : Oriental Biographical Dictionary Calcutta, 1881, pp. 186-87

۱۳۴ ----نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، مطبوعہ بدایوں، ۱۸۲۶ء، ج۔ ۲، ص۔ ۱۹۸

۱۳۵ ---- Hermann Ethe : Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of India Office, Oxford, 1903, vol. I, p. 1043.

۱۳۶ ---- محمد ظہیر الحق احمد آبادی: تکملہ مناقب غوثیہ، ص۔ ۷۸

۱۳۷ ----عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، ج۔ ۳، ص۔ ۶

۱۳۸ ----دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء (اردو) مطبوعہ لاہور، ص۔ ۲۳۰

۱۳۹ ----غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۷۳ء، ص۔ ۲۲۴

۱۴۰ ---- مولوی عبدالحق : اردو کی نشو و نما میں صوفیاء کرام کا کام، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۳ء، ص۔ ۳۵

۱۴۱ ----دائرہ المعارف الاسلامیہ، مطبوعہ لائڈن، ۱۹۱۳ء، ج۔ ۱، ص۔ ۶۸۷

۱۴۲ ---- محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، ص۔ ۴۸۸

۱۴۳ ---- سید فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری، ص۔ ۱۷

۱۴۴ ---- مولوی ذکاء اللہ: اقبال نامہ اکبری، مطبوعہ دہلی، ۱۸۹۷ء

* سید حسام الدین راشدی نے مقالات الشعرا کے حاشیہ میں میاں تان سین کے حالات درج کئے ہیں، ہم وہیں سے فارسی عبارت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

"ترلوچن داس بن مکرند پاندی، گور برہمن کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، مضافات گوالیار میں موضع بھینت میں پیدا ہوا تھا"

"فن موسیقی میں مہارت کے بعد اس کا نام میاں تان سین ہوگیا تھا، شیخ محمد غوث گوالیاری (متوفی ۹۷۰ھ) کی دعاؤں کے طفیل ۹۳۶ھ یا ۹۳۸ھ میں پیدا ہوا تھا"

"شیخ محمد غوث کے حضور میں اس نے تربیت پائی اور استادان فن موسیقی سے یہ فن حاصل کیا اور اس قدر کمال حاصل کیا کہ بقول ابوالفضل ہزار سال میں اس کا مثل پیدا نہیں ہوا، ابتدا میں راجہ رام چند والی باندھو (ریواں) نے اس کو اپنے دربار میں رکھا، اس کے بعد راجہ بیربر اور زین خاں کی تحریک سے ۹۷۰ھ میں اکبر نے اس کو اپنے دربار میں طلب کر لیا، وہاں اس نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ ابتک اس کا نام زندہ ہے، آخر ۹۹۸ھ (۱۵۸۹ء) میں اس کا انتقال ہوگیا"

(حاشیہ مقالات الشعراء مولفہ شیر علی قانع تتوی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء ۲۔ ۱۴۱ بحوالہ رسالہ آجکل (دہلی) موسیقی نمبر، اگست ۱۹۵۶ء)

۱۴۵ ---- V.A.Smith : Akbar The Great Mughal, Oxford, 1919, pp. 435-36

۱۴۶ ---- محمد غوثی: گلزار ابرار، ص۔ ۴۸۸

۱۴۷ ---- عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔ ۳، ص۔ ۶

۱۴۸ ---- سید علی ہمدانی: رسالہ فتوتیہ، مرتبہ مارین مولے (پیرس) مطبوعہ، استنبول (ترکی) ۱۹۶۱ء، ص۔ ۴۷

۱۴۹ ---- علی اکبر اردستانی: مجمع الاولیاء (قلمی) انڈیا آفس لائبریری۔ لندن، ۱۰۴۳ھ، ورق۔ ۳۶۷

۱۵۰ ---- عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، ج۔ ۳، ص۔ ۶

Lt. Colonel Sir Wolseley Haig : The ---- ۱۵۱
Cambridge History of India, vol. IV, Delhi, 1957, p.32

(a) Lepel Griffin : The Famous Monuments---- ۱۵۲
of Centreal India, 1886, p. XI VII

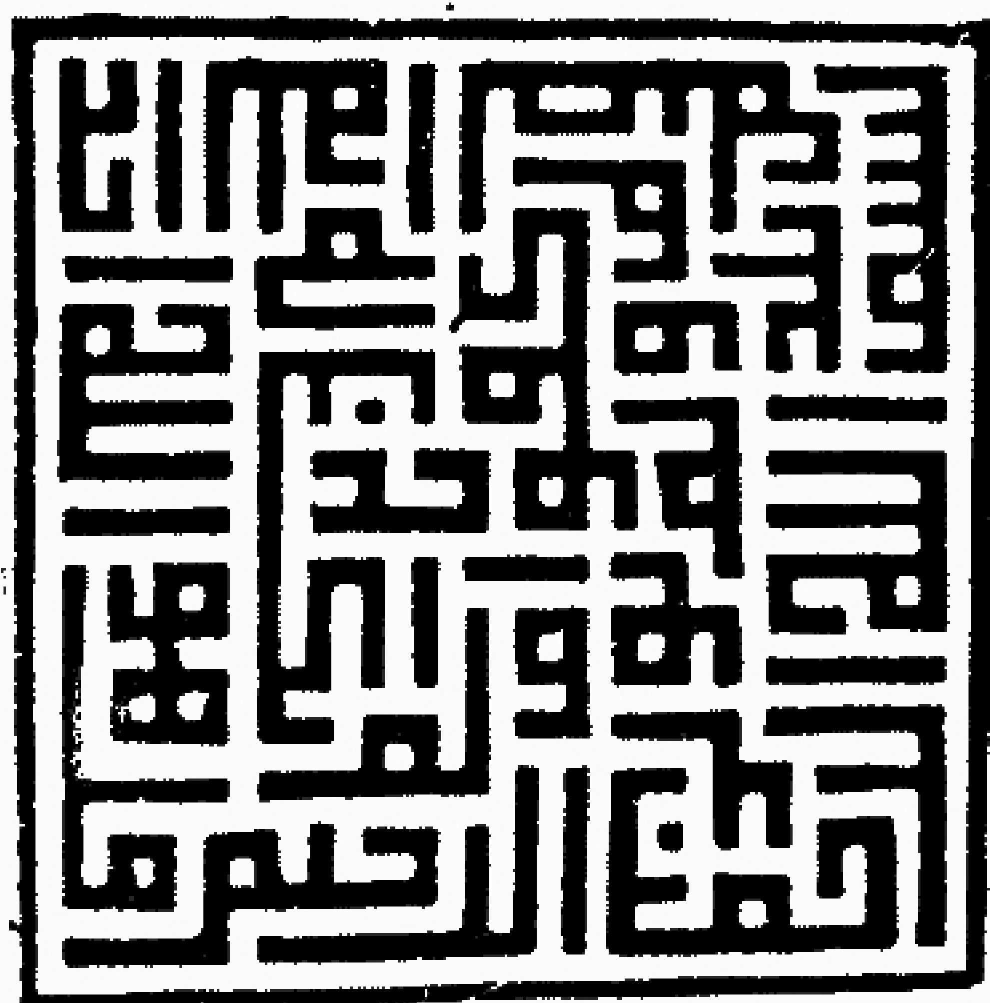
(b) Fergusson : Eastern Architecture, 1960.
p.292, fig. 422.

(c) D. Broinerd Spooner : Annual Report of the
Archaelogical Survey of India, Simla,
1924.

(d) Luard & Dawarkanath Sheopuri :
Gawalior Gazatteer

(e) Havel : Indian Architecture.

(f) Dr. nawrath : Indian Architecture.



حصۂ دوم

اولادِ امجاد

اولادِ امجاد

شاہ محمد غوث گوالیاری نے چار شادیاں کیں، ان سے نو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں ا جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی بیوی سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں (۱) قطب عالم شاہ عبداللہ المعروف بہ شیخ بدھا، آپ کا مزار مبارک گوالیار میں روضۂ شاہ محمد غوث کے بائیں جانب ہے (۲) میر شاہد، آپ کا مزار مبارک روضۂ مذکور کے ایوان میں ہے (۳) میر ہادی شریف، مزار مبارک روضۂ مذکور کے صحن میں ہے۔ (۴) بی بی زاہدہ (۵) بی بی مالحہ۔

دوسری بیوی سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ (۱) میر علی، مزار مبارک گوالیار میں روضۂ شاہ محمد غوث کے صحن میں ہے (۲) میر ولی مزار مبارک صحن روضۂ مذکور میں ہے (۳) بی بی کریمہ (۴) بی بی رحیمہ۔

تیسری بیوی سے ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ (۱) شاہ نورالدین المعروف بہ ضیاء اللہ عابد، مزار مبارک اکبر آباد میں بمقام ٹیا محل منڈوی حضرت میں ہے (۲) بی بی حفیظہ۔

چوتھی بیوی سے تین صاحبزادے ہوئے۔ (۱) سید اسماعیل مزار مبارک گجرات میں ہے (۲) سید مظفر (۳) سید اویس

مولانا محمد غوثی نے گلزار ابرار (۱۰۲۲ھ) اور ملا عبدالقادر بدایونی (م۔ ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) نے منتخب التواریخ میں شاہ محمد غوث کے تین چار صاحبزادوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے، یہاں صرف انہی صاحبزادگان کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

مناقب غوثیہ کے تکملہ نگار نے شاہ محمد غوث کے حالات کے ذیل میں چار

صاحب زادگان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"یہانتک آپ کا بے انتہا فیض پہنچا کہ کیا ہند و کیا سندہ سب شہروں میں آپ کی عارف و فاضل اولاد اور رہنما خلفاء پہنچے اور ان کی برکت سے خلا محال ہوگیا ہے، خصوصاً ولایت گجرات و دکن اور خاندیس و مالوہ میں بے شمار حضرات ملازمت سے مشرف ہوتے جن کی ایک مجمل فہرست یہ ہے۔

"حضرت شیخ عبداللہ المعروف بہ شیخ بدھا، جانشین گوالیر قدس سرہ، حضرت شیخ نورالدین ضیاء اللہ قدس سرہ، حضرت شاہ اویس قدس سرہ، حضرت شاہ اسماعیل قدس سرہ، فرزندان حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری قدس اللہ سرہ العزیز" [۲]

شیخ عبداللہ آپ کی کنیت ابو الوجیہ اور لقب قطب الاقطاب ہے، شاہ جہان آباد میں یوم جمعہ ۱۷ ماہ ربیع الاول ۹۳۸ھ میں ولادت ہوئی، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے تھیں، آپ نے شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی (م۔ ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء) اور مولانا مبارک دانشمند گوالیاری سے رسمی علوم کی تحصیل کی اور اساتذہ وقت میں آپ کا شمار ہوا، تمام علوم میں درس دیتے تھے۔

۹۷۰ھ میں جب غوث الاولیاء کا وصال ہوا تو آپ ہی مسند خلافت پر متمکن ہوئے، اسی زمانے میں جب اکبر بادشاہ نے چاہا کہ مقبرہ شاہ محمد غوث کی تعمیر کیجائے تو شیخ عبداللہ ہی کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی۔

سید فضل علی شاہ نے جہاں شیخ محمد غوث کے فرزندان گرامی کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ مقبرے کی تعمیر شاہ عبداللہ نے کرائی تھی وہ لکھتے ہیں۔

"پسران حضرت دوازده بودند و ہر یک در علم و عمل بے بدل بودند لیکن پسر کلان قطب الاقطاب شاہ عبداللہ کہ مثل شیخ بودند و جانشیں بعہد حیات پیر شدہ بودند، و مقبرۂ پدر خود آں حضرت ساختہ اند"[۳]

اکبر بادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ شیخ عبداللہ گوشۂ عزلت اختیار کریں چناں چہ بقول مولانا محمد غوثی اس نے آپ سے درخواست کی۔

"مخدوم زادہ چند روز بحسب ظاہر کمر میں تلوار باندھ کر اولیاء دولت میں شامل رہیں تاکہ آپ کی باطنی توجہ پر ظاہری امدادیں شاید حضرت غوث الاولیاء کی باطنی پرورش کے ثمرات کی برابر ہو جاویں اور سب جگہ اور ہر حال میں آپ کی ہمراہی میرے قلبی سکون کا باعث ہو کر مجھ کو شاد کام اور کامیاب کرے"[۴]

سید فضل علی شاہ نے بھی لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ کو شاہ عبداللہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی، وہ لکھتے ہیں:-

"اکبر بادشاہ را اعتقاد از قطب الاقطاب بسیار بود، جمیع پسران حضرت شیخ (محمد غوث) را جاگیر جداگانہ مقرر کردہ بودند، و برائے مدد خرچ مقبرہ جاگیر از پرگنات دتیا قریب سہ لک و بست پنج ہزار روپیہ جدا مقرر کرد، نصف شہر کہ بر کنارۂ دریا موسوم بہ "غوث پورہ" آباد کردۂ حضرت شیخ محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز است، و پانزدہ محل دیگر بنا بر نذر و نیاز فرمان شاہی بنام قطب الاقطاب شاہ عبداللہ عرف بڑی نافذ گردیدہ، آں جاگیر ہنوز موجود است"[۵]

اس درخواست کے مطابق شیخ عبداللہ چالیس سال تک صورتاً سپاہی اور معناً درویش رہے، اکبر نے جب آپ کو مرزا شاہ رخ کے پاس سفارت پر بدخشاں بھیجا تو شاہ رخ بنفس نفیس ایک منزل کی مسافت تک آپ کے استقبال کے لئے آیا، اور دولت خانے پر کمال عزت واحترام سے رکھا اور شاہانہ مہمانداری کی۔

سید فضل علی شاہ نے کلیات گوالیاری میں ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کیا ہے، چوں کہ یہ ان کا چشم دید ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس کی صحت کو مشکوک سمجھا جائے وہ لکھتے ہیں۔

"شہزادہ (جہاں گیر) ہر ماہ دو تین مرتبہ بیمار پڑتا تھا، ابوالفضل تاک میں رہتا تھا، اس نے اکبر بادشاہ سے کہا کہ تعجب ہے کہ شاہ عبداللہ آپ کے پیرزادے ہیں لیکن شہزادے پر تیر پھینکتے ہیں، کچھ تو ہم لوگ سپر بن کر اپنے اوپر لے لیتے ہیں، مگر تقاضائے بشریت ہے، جب غافل ہوتے ہیں تو تیر لگ ہی جاتا ہے یہ سن کر بادشاہ خاموش ہوگیا، شاہ عبداللہ تک بھی اس کی خبر پہنچ گئی، آپ نے فرمایا کہ کسی روز بادشاہ سے ملاقات کے وقت یہ شک رفع کر دیا جائیگا"

"کچھ عرصے بعد شاہزادے کی بسم اللہ کی تقریب کا موقع آیا، تو بادشاہ نے شاہ صاحب کو لکھ بھیجا کہ بندے کا قصور معاف فرمائیں اور یہاں تشریف لاکر اپنی زبان معجز بیان سے شاہ زادے کی رسم بسم اللہ فرمائیں تو باعث خیر وبرکت ہوگا، یہ خط لکھ کر ساتھ ہی پالکی، ہاتھی، گھوڑے اور پانچ سو سوار روانہ کئے،

چناں چہ جب شاہ عبداللہ، گوالیار سے آگرے پہنچے تو اس دن محفل جشن آراستہ ہوئی، بادشاہ اور امراء نے شرف قدم بوسی حاصل کیا، بادشاہ نے جب نیاز مندانہ آپ کے پیروں پر پڑنا چاہا تو آپ نے اس کا سر اٹھا کر فرمایا"

"جلال الدین محمد اکبر تو مرید پدر ما ہستی؟ وازیں فقیر ہم فیض می داری، و من بھرو خلیفہ حضرت شیخ ہستم، از تو مرا چہ خصومت ست، و عداوت در پیش آمدہ کہ شاہ زادۂ جہاں گیر را تیر اندازی کنم، دیگر کس ازیں فقیر کدام است کہ سپر شود"؟

"مؤلف اوراق ہذا (فضل علی شاہ) اس وقت موجود تھا، شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا اس کو سن کر اکبر بادشاہ خاموش ہو گیا، لیکن حضرت نے پھر غضب ناک ہو کر فرمایا۔

"سوگند بارواح شیخ است کہ ہنوز تیر اندازی نہ کردہ ام، اگر تیر اندازی ایں فقیر نماید کہ در کسے ہندوستان روئے ندارد کہ سپر تواند شد، حالا ایں جا بطلبید کہ سپر شود، و ایں فقیر از کمان قلب تیر انداز"

"یہ فرما کر آپ نے ایک آہ پر سوز کھینچی، تھوڑی دیر بعد ایک شور اٹھا، اور حرم سے خواجہ سرا بھاگے ہوتے آتے کہ شاہ زادہ بیہوش ہو کر مر گیا ہے، جب اس کیفیت کا علم ہوا تو سب کے ہوش جاتے رہے، ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، چناں چہ بادشاہ اور

مصاحبین نے آپ کے پیر پکڑ لئے اور معذرت چاہی، حضرت
نے اس درویش (فضل علی شاہ) سے فرمایا کہ کوئی بڑی جاندار
چیز منگواؤ، فقیر نے بادشاہ سے کہا، بادشاہ نے دو ہاتھی منگوائے،
وہ حضرت کے سامنے لائے گئے، اپ نے ایک لمحے کے بعد ان
پر نگاہ قہر ڈالی، چناں چہ وہ فوراً تڑپ کر مر گئے، ان کا مرنا
تھا کہ ادھر حرم سے خواجہ سراؤں نے آکر خبر دی کہ شاہزادہ اٹھ
کھڑا ہوا اور تندرست ہوگیا، اس کے بعد تقریب بسم اللہ ہوئی
اور بادشاہ نے حضرت کے پیروں کو چوما، سونا، چاندی اور جاگیر
وغیرہ نذر کی، چند دن حضرت وہاں رہے اس کے بعد گوالیار
تشریف لے آئے" [6] (ملخصاً)

۱۰۱۴ھ میں جب جہاں گیر تخت نشین ہوا تو آپ نے ضعف پیری کے سبب معذرت کر کے دربار سے علیحدگی اختیار کر لی، اور ۱۰۱۴ھ سے ۱۰۲۱ھ تک آپ گوالیار ہی میں خلق اللہ کی رشد و ہدایت میں مصروف رہے، اور ۱۸ محرم الحرام ۱۰۲۱ھ میں اپ کا وصال ہوگیا۔

شیخ نورالدین ضیاءاللہ آپ پابند شریعت اور سالک طریقت تھے، اپنے عہد کے اکابر صوفیا اور اجلہ علماء میں اپ کا شمار ہوتا تھا، اپنے والد ماجد شاہ محمد غوث کے وصا کے بعد ۹۷۰ھ میں آگرے تشریف لے گئے، وہاں خانقاہ تعمیر کرائی اور ۲۵ سال چلہ نشین رہے، کامل دس سال تک شیخ محمد طاہر محدث نہروالہ سے حدیث کی تحصیل کی، اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے تمام علوم کی تکمیل کر کے استاد وقت ہوئے، جس زمانے میں اپ نہروالہ میں احادیث کی تصحیح فرمارہے تھے، غوث الاولیاء

نے شیخ نور محمد کو آپ کے لئے خرقۂ خلافت اور اجازت نامہ دے کر نہروالہ بھیجا تھا۔

اکبر بادشاہ کے لاہور میں زمانۂ قیام کے دوران (۱۰۰۷ھ۔ ۹۹۴ھ) یہ حادثہ پیش آیا کہ وہ ہرن کے سینگ سے زخمی ہوگیا، زخم کاری تھا، سب لوگ عیادت کے لئے حاضر ہوتے مگر شیخ ضیاء اللہ نہ پہنچ سکے، اکبر نے آپ کو یاد فرمایا، چناں چہ آپ اکبر آباد سے لاہور تشریف لے گئے، اور بقول مولانا غوثی۔

"شہنشاہ نے بھی آپ کی تشریف آوری سے اپنی عافیت اور تندرستی کی فال لی" ے

چند روز کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ شاہزادہ دانیال کی ایک حرم امید سے ہے، آرزو یہ ہے کہ وضع حمل آپ کے یہاں ہو، شیخ نے پہلو بچانا چاہا، لیکن آخر میں مجبور ہو کر قبول کرنا پڑا، مگر اس واقعہ سے تنگ دل رہے، اس کے ایک ہفتہ کے بعد مرض الموت پیش آیا اور تین رمضان المبارک ۱۰۰۶ھ میں رحلت فرمائی۔ [8]

سید فضل علی شاہ نے اس واقعہ کو دوسرے انداز سے بیان کیا ہے جس کا ذکر آگے آئیگا۔

مولانا محمد غوثی بھی اکبر آباد میں شیخ ضیاء اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، موصوف لکھتے ہیں۔

"ہجری ۹۸۲ھ میں راقم اپنے وطن سے چل کر دارالسلطنت آگرہ میں گیا تھا، اس وقت میں راقم کے چچازاد بھائی، شیخ علی شمس آپ کی ملازمت میں استفادہ کر رہے تھے، انھوں نے حقیر کو آپ کی آستانہ بوسی اور خدمت کے شرف سے مشرف کیا تھا، پانچ مہینے اس جگہ رہ کر آپ کی فیض بخشی کا حصہ لیا" [9]

محمد حسین آزاد نے لکھا ہے۔

"شیخ ابوالفضل کی ان سے دوستانہ راہ و رسم تھی، انشاء میں بھی کئی
خط ان کے نام ہیں، اکبر نامے میں لکھتے ہیں کہ شیخ ضیاء اللہ ولد
شیخ محمد غوث گوالیاری نے ۱۰۰۵ھ میں دنیا کو الوداع کہا، تھوڑا
سا نقد دانش جمع کیا تھا، صوفیوں کی گفتار دلاویز سے آشنا تھے، اور
نکتہ شناس آدمی تھے" ۱۰

رقعات ابوالفضل حصہ دوم میں شیخ ضیاء اللہ کے نام، ابوالفضل کا یہ مکتوب ملتا
ہے، موصوف نے ۹۹۶ھ میں لاہور سے لکھا تھا۔

بخداشناس حق پرست ضیاء اللہ ولد شیخ محمد غوث شیخ زباندان ضیاء اللہ دوست

"دارندۂ خرد منداں وستائیدۂ دانشوراں و گماشتہ ایزد مناں و
بداشتہ حضرت سبحان در حرکات و سکنات جسمانی و روحانی،
رضائے پروردگار خود منظور داشتہ، بنگاشتہ، خیر طراز دوستاں،
خودرا خوش داشتہ بودندع

چناں خوش حال گردیدم کہ پندارم ترادیدم

شوق صحبت دوستاں را ہر گاہ در مشافہہ باعتضاد اشارت و
عبارت بہ عالم ظہور نتواں آورد، غائبانہ بنوشتہ تنہا متصدی بیان
آں شدن از کوتاہی خرد نویسندہ خواہد بود، حاشا کہ فقیر خودرا بہ
آں راضی نتواں کرد، کاش آرزوئے ملاقات قبل از زماں مقدار
داشتے، بمقتضائے آرزو غیبت نمی شود خودرا ازاں خالی ندیدے،
اگر بمبلغ علم خود توانستے کرد ہرگز از شدت الم دوری کہ موافق علم
اللہ است جز خرسندی نداشتے تابہ شکایت چہ رسد، اگر باخبار

قبض خاطر خود کہ در اکثر ناشی از قوت سعادات و خیریات است و دستدارندگان کمال را مسرت رسانم، ہر آئینہ. بہتر آں است کہ باعلام انبساط خاطر ناشناس خود را کہ اغلب منشی از ناپایستی چند ست کہ بمیزاں خرد خوشی رانا شایست دانا دلاں را ملول گردانم، اللہ تعالیٰ بحوادث روزگار دل خوشی بخشاد!

"ربیع الاول سنہ نہصد و نود و شش در لاہور قلمی یافت" [11]

کلیات گوالیاری کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفضل کی یہ عقیدت و محبت، حضرت مجدد الف ثانی اور ملا عبدالقادر بدایونی کی طرح بعد میں شاہ ضیاء اللہ سے بھی نہ رہی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"ابوالفضل کو حضرت شاہ ضیاء اللہ سے خوانخواہ پرخاش تھی، چناں چہ جب جہاں گیر پیدا ہوا تو اس نے اکبر بادشاہ کو سمجھایا کہ شہزادے کو شاہ صاحب کی مجلس میں رکھا جائے تو خیر و برکت کا باعث ہو گا اور خود وعدہ کیا کہ میں آپ کی طرف سے یہ پیغام شاہ صاحب تک پہنچا دوں گا کہ شاہزادہ آپ کی مجلس مبارک میں رہے تو باعث برکت ہو گا، باقی جو آپ کی مرضی، شاہ صاحب کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے بھائی شاہ عبداللہ کو گوالیار لکھ بھیجا کہ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد یہ لوگ ہم کو ذلیل سمجھ کر اس طرح مشورہ کر رہے ہیں، شاہ عبداللہ کو یہ سن کر افسوس ہوا، تھوڑے دن بعد شاہ ضیاء اللہ اسی غم میں انتقال فرما گئے" [12]

شاہ ضیاء اللہ کے کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، سوائے اس کے کہ جہاں گیر کی ماں چوں کہ ہندو تھی اور شاہ صاحب نہیں چاہتے ہوں گے کہ ایک ہندو عورت ان کے مکان میں رہے، انہوں نے اس کو اپنی تذلیل خیال کیا، اور ایمان کا تقاضا بھی یہی تھا۔

ملا عبدالقادر بدایونی (م۔ ۱۰۰۴ھ) بھی شیخ ضیاء اللہ سے دو مرتبہ ملے تھے، منتخب التواریخ، جلد سوم میں دونوں ملاقاتوں کا حال لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"شیخ محمد غوث کے جانشین ہیں، تصوف میں جو انداز بیان ان کا ہے، صوفیاء میں کم ہی کسی کا رہا ہو گا، ان کی محفل میں ہمیشہ معرفت و حقیقت کی ہی باتیں ہوتی تھیں، ان باتوں کا موضوع ہمیشہ توحید اور وحدت ہی کا مسئلہ ہوتا تھا" ۱۳

پھر لکھتے ہیں۔

"پہلے پہل جب ان کے فضائل کا شہرہ بلند ہوا تو میرے سننے میں آیا کہ شیخ اپنے باپ کی مسند فقر و ارشاد پر جانشین ہو گئے ہیں، بلکہ بعض پہلوؤں سے وہ ان پر فضیلت بھی رکھتے ہیں، قرآن شریف کے بھی حافظ تھے، اور اس کی تشریح و توضیح کرتے تو کسی تفسیر سے مدد لینے کی ان کو ضرورت نہیں پڑتی تھی" ۱۴

اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۹۷۰ھ میں ان سے ملاقات کے لئے میں آگرہ گیا، اور کسی واقف کار کو وسیلہ اور ذریعہ بنائے بغیر بے تکلفی اور سادگی سے جس کا مدت سے عادی تھا، سلام علیک کہہ کر مصافحہ کیا...... ان کو

میری یہ بے تکلفی کچھ پسند نہ آئی، اہل محفل نے مجھ سے پوچھا،
"آپ کہاں سے آرہے ہیں"؟ میں نے کہا...... "سہوان سے"
پھر پوچھا گیا "تم نے کچھ پڑھا لکھا بھی ہے"؟ میں نے جواب دیا
کہ "عرصہ پہلے ہر فن کی کچھ نہ کچھ تحصیل کی ہے" ۱۵

اس سوال و جواب کے بعد بقول بدایونی مجلس میں ایک شخص کو حال آگیا، اس نے ہاتھ پیر مارنے شروع کئے، اس طرح خوف زدہ کر کے بدایونی کو اٹھانا مقصود تھا، مگر یہ کہاں ٹلنے والے تھے، جب اس سے بھی کام نہ چلا تو علمی مباحثہ شروع ہوا، اس میں بھی کچھ پیش نہ چلی تو بدایونی کا حال احوال پوچھ کر بات ادھر سے ادھر کر دی۔

اس دلچسپ ملاقات کے بعد بدایونی نے دوسری ملاقات کا اس طرح ذکر کیا ہے:۔

"دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب میں اکبر بادشاہ کی ملازمت میں تھا، اور شیخ حسب طلب حیران پریشان تنہا عبادت خانہ شاہی میں آکر ٹھہرے ہوئے تھے"

"جمعہ کا دن تھا کہ بادشاہ پہلے ایک دو آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے مرزا غیاث الدین، علی اخوند، مرزا خوند اور مرزا علی، آصف خاں کو کہہ رہا تھا کہ شیخ کو بحث میں الجھا کر تصوف کا مطلب دریافت کرو، دیکھیں وہ کتنے پانی میں ہے، چناں چہ آصف خاں نے گفتگو شروع کی اور لوائح کی یہ رباعی پیش کی۔

گر در دل تو گل گزرد، گل باشی
ور بلبل بے قرار، بلبل باشی

تو جزئی و حق کل ست، اگر روزے چند
اندیشہ کل پیشہ کنی، کل باشی

اور پوچھا کہ "اللہ کو "کل" کس طرح کہا جاسکتا ہے، جب کہ وہ "جز" اور "کل" ہونے سے برتر اعلیٰ ہے"۔۔۔۔۔ شیخ تباہ حالی کے بعد دربار میں آتے تھے، اس لئے انہوں نے ایسے دھیمے لہجے میں کچھ باتیں کہیں جو کسی کے سمجھ میں نہیں آئیں، مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے جسارت کر کے کہا کہ مولوی جامی نے اگرچہ اس رباعی میں اللہ تعالیٰ پر "کل" ہونے ہی کا اطلاق کیا ہے، لیکن ایک رباعی میں جزئیت بھی بیان کی ہے۔

ایں عشق کہ ہست جزء لاینفک ما
حاشا کہ شود بہ عقل ما مدرک ما
خوش آں کہ دمد پر توے از نور یقیں
ما را برہاند از ظلام شک ما

لیکن اس "کل" ہونے اور "جز" ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ "جز" ہو یا "کل" سب کچھ وہی ہے (ہمہ اوست) اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی وجود حقیقت میں نہیں ہے، اصل میں اس کی اصل حقیقت کو عبارت میں نہیں لایا جاسکتا، اس لئے اس کی تعبیر کبھی "کل" سے اور کبھی "جز" سے کی جاتی ہے، پھر میں نے وحدت وجود کو ثابت کرنے کے لئے اور چند مسائل جن پر میں نے ان دنوں عبور حاصل کیا تھا، شیخ کی طرف سے تائیداً بیان کئے میری اس تقریر پر بادشاہ

بہت خوش ہوئے اور شیخ (ضیاء اللہ) بھی"[16]

ملا عبدالقادر بدایونی نے اکبر آباد میں شیخ ضیاء اللہ کی سجادہ نشینی کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"گوالیار میں شیخ محمد غوث" کے عزیزوں میں ایک نوجوان شیخ زادہ تھا، جو پاک باز اور راست روی میں مشہور تھا، آگرے میں وہ ایک طوائف پر عاشق ہوگیا، یہ خبر شہنشاہ کو ملی، تو انھوں نے اس گانے والی کو ایک مصاحب مقبل خاں کے حوالہ کر دیا"[17]

لیکن اس کے باوجود عاشق صادق اپنے محبوبہ کو قید سے نکال لایا، بادشاہ نے شیخ ضیاء اللہ کے ذریعہ ان دونوں کو دربار میں بلوایا اور نکاح کر دینا چاہا، لیکن شیخ موصوف نے اس سے اختلاف کیا، شیخ زادہ اس مخالفت کی تاب نہ لاسکا اور خنجر کھینچ کر اپنا کام تمام کرلیا۔

بدایونی لکھتے ہیں۔

"اس کی تجہیز و تکفین پر علماء میں بڑا اختلاف پیدا ہوگیا تھا، شیخ ضیاء اللہ کا کہنا تھا کہ حدیث شریف "من عشق وعف وکتم ثم مات، مات شہیداً کے مطابق وہ شہید عشق ہے، اس لئے اس کو شہید کی شان سے دفنانا چاہیئے"

شہید خنجر عشقم بخون دیدہ آلودہ
بہ خاکم ہمچناں پر خوں سپارید و مشوئید مرا[18]

غرض اس شہید کی تدفین عاشقانہ شان کے ساتھ ہوئی۔

شیخ اویس آپ بھی غوث الاولیاء کے فرزند رشید ہیں، جوانی ہی میں علوم عربیہ سے فراغت حاصل کرلی تھی، صاحب دل بزرگ تھے، جواہر خمسہ کے پانچوں جواہر کے عامل تھے، شہرت سے دور، عزلت گزینی کو پسند کرتے تھے، احمد آباد میں غوث الاولیاء کی تعمیر کردہ خانقاہ اور مسجد میں رونق افروز تھے۔

شیخ اویس کی والدہ ماجدہ، علامہ امیر شاہ میر شیرازی سے نسباً منسلک تھیں، جو سادات عظام میں سے تھے، سلطان محمود گجراتی کے عہد میں جانپانیر (گجرات) میں قیام کیا، امیر شاہ میر، صدرالدین محمد شیرازی اور مولانا جلال الدین دوانی ایک عہد میں یہاں صدر نشین رہے تھے۔

صاحب گلزار ابرار، مولانا محمد غوثی، ۱۰۰۳ھ میں شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے روضہ کی زیارت کے لئے خاندیس سے احمد آباد گئے تھے، وہاں شیخ اویس سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی، مولانا محمد غوثی نے شیخ سے گلزار ابرار کی تالیف کے ارادے کا اظہار کیا اور دعا کے لئے درخواست کی، شیخ نے فرمایا۔

"اگرچہ یہ منصوبہ دیر سے ظہور پذیر ہوگا لیکن بہت اچھا ہوگا" ۱۹

چناں چہ دس سال تک تیاری کی نوبت ہی نہیں آئی، آخر میں شیخ ابوالخیر مبارک خضر نے گلزار ابرار کی تسوید پر باصرار آمادہ کیا، مولانا محمد غوثی، شیخ موصوف سے اجین میں ملے تھے، شیخ ابوالخیر والی بدخشاں، میر شاہ رخ کی خدمت میں جاتے ہوئے اجین رکے تھے، اور اسی زمانے میں مولانا محمد غوثی، مولانا کمال محمد عباسی کے عرس میں شرکت کے لئے اجین آئے ہوئے تھے۔

شیخ ابوالخیر کی تحریک اور ہمت افزائی سے دو سال میں گلزار ابرار کا مسودہ تیار ہوگیا مگر اس کی تصحیح اور تبییض میں پھر رکاوٹ پیدا ہوگئی، بالآخر ماہ رجب

المرجب ۱۰۴۲ھ میں مبیضہ تیار ہوا بقول مولانا محمد غوثی، شیخ اویس کے ارشاد کے اٹھارہ سال بعد مبیضہ مکمل ہوگیا، (۱۰۰۴ھ تا ۱۰۲۲ھ)۔

شیخ اسماعیل آپ بھی شیخ محمد غوث گوالیاری کے فرزند رشید ہیں، ان سے بھی ملا عبدالقادر بدایونی کی راہ و رسم تھی، انہوں نے شیخ ضیاء اللہ کے حالات کے ذیل میں اس طرف اشارہ کیا ہے، لکھتے ہیں۔

"انہی دنوں شیخ کے سوتیلے بھائی شیخ اسماعیل جو فتحپور کے محلہ خواجہ جہاں میں میری قیام گاہ سے قریب ہی رہتے تھے اور ہماری آپس میں جان پہچان اور ملاقات تھی" ۲۰

مناقب غوثیہ کے تکملہ نگار نے لکھا ہے۔

"جب شہنشاہ جہاں گیر، احمد آباد (گجرات) آیا تو آپ کے تیسرے فرزند شاہ اسماعیل کو خلعت و جاگیر وغیرہ عطا کی اور قیام تک خصوصیت سے اپنے ہمراہ رکھا" ۲۱

غرض شاہان ہند نے نہ صرف شاہ محمد غوث بلکہ آپ کے فرزندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور نیازمندانہ برتاؤ رکھا، مناقب غوثیہ کا تکملہ نگار لکھتا ہے۔

"آپ کے (شیخ محمد غوث) کے وصال کے بعد شہنشاہ اکبر اور جہاں گیر نے آپ کے فرزندوں سے ہمیشہ حسن سلوک اور نیازمندانہ برتاؤ جاری رکھا، اور ان کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہ کی، بلکہ بہت کچھ عنایات و التفات فرماتے رہے، آپ کے فرزند حضرت نور الدین عرف ضیاء اللہ صاحب، شاہ کے ہمراہ سفر میں بھی رہتے تھے" ۲۲

حواشی و حوالے

۱ ------- شاہ محمد غوث کے اولاد کے متعلق یہ تفصیلات ایک مستند مخطوطہ سے نقل کی گئی ہیں، جو موصوف کے خاندان کے چشم و چراغ سید ظطیرالدین صاحب نے عنایت فرمایا تھا۔

۲ ------- فضل اللہ شطاری : مناقب غوثیہ (ترجمہ اردو) تکملہ از سید ظہیرالحق احمد آبادی، مطبوعہ آگرہ، ۱۹۲۳ء، ص۔ ۸۔۹۷

۳ ------- فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۷

۴ ------- محمد غوثی : گلزار ابرار، ترجمہ اردو از فضل احمد، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۴۸۸

۵ ------- فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۷

۶ ------- فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۹۔۱۷

۷ ------- محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، ص۔ ۴۲۲

۸ ------- ایضاً، ص۔ ۴۲۲

۹ ------- ایضاً، ص۔ ۴۲۲

۱۰ ------- محمد حسین آزاد : دربار اکبری، مطبوعہ ۱۹۱۰ء، لاہور، ص۔ ۱۔۸۷

۱۱ ------- رقعات ابوالفضل : مرتبہ مولوی جلال الدین احمد، مطبوعہ ۱۹۲۷ء، دفتر دوم، ص۔ ۲۵۹

۱۲ ------- فضل علی شاہ : کلیات گوالیاری (قلمی)، ص۔ ۱۷

۱۳ ------- ملا عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۲ء، ج۔ ۳، ص۔ ۶۲۹

۱۴ ------- ایضاً، ص۔ ۶۲۹

۱۵ ------- ایضاً، ص۔ ۶۲۹

۱۶ ------- عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ (اردو)، ج۔ ۲، ص۔ ۴۳۱

۱۷ ------- ایضاً، ص۔ ۳۹۱

۱۸ ------- ایضاً، ص۔ ۳۹۱

۱۹ ------- محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۷۔۶

۲۰ ------- ملا عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ (اردو) مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۲ء، ج۔ ۳، ص۔ ۶۳۱

۲۱ ------- فضل اللہ شطاری : مناقب غوثیہ (تکملہ)، ص۔ ۹۔۸۷

۲۲ ------- ایضاً، ص۔ ۸۷

حصہ سوم

تصانیف

تصانیف

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔

"و شیخ را تصانیف بسیارست من جملہ آں کتاب جواہر خمسہ و اوراد غوثیہ و بحرالحیات مشہور تراند" [1]

صاحب گلزار ابرار (۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء) محمد غوثی نے آپ کی ان تصانیف کا ذکر کیا ہے:۔

(۱) جواہر خمسہ (۲) اوراد غوثیہ (۳) ضمائر (۴) بصائر (۵) بحرالحیات (۶) کلید مخزن (۷) کنزالوحدہ [2]

(۱) جواہر خمسہ:۔ متذکرہ بالا تصانیف میں جواہر خمسہ خاص شہرت رکھتی ہے، اس کے دیباچہ میں مصنف ممدوح نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس کا سنہ تصنیف (۹۲۸ھ / ۱۵۲۱ء) ہے، پھر جب مصنف گجرات تشریف لے گئے تو وہاں (۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء) میں اس میں ترمیم واضافہ کیا۔ [3]

راقم نے انڈیا آفس لائبریری، لندن سے جواہر خمسہ کے نسخہ فورٹ ولیم کالج (نمبر ۲۱۲۴) اور نسخہ بیجاپور (نمبر ۱۴۶۴ ۳) کے ابتدائی چار صفحات کے فوٹو اور نقول منگائی ہیں، یہاں نسخہ بیجاپور کے ابتدائی تین صفحات کی نقل پیش کی جاتی ہے جس سے جواہر خمسہ کے مصنف، ان کے مرشد اور اس کی تالیف و تربیت کے متعلق ضروری باتیں معلوم ہو سکیں گی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۰ اور ۱۱ پر جواہر خمسہ کے اس مقدمہ کا کچھ حصہ نقل کر دیا گیا ہے، اس میں سے کچھ یہاں حذف کر دیا گیا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد" حمد لا بدایت و ثنای بی نهایت مالک الملک را که حقایق کونیه و اعیان ممکنات را از صور اسماء الٰهی بظهور آورد بتجلیات گوناگون مزین و مجلی کرد، آفتاب احدیتش از دریچهٔ وحدت جتان بر عالم تافت که غیراو هیچ کس پیوند وجود و عدم در نیافت، از اسم جامع خاتم جمع الجمع برداشت و علم و علم بالقلم را در صفت اسماء و صفات افراشت، آئینهٔ ان الله خلق آدم علی صورة الرحمان بدست خود ساخت، و بمصقلهٔ و نفخت فیه من روحی پر داخت، و مقابلهٔ وجه المومن مراة المومن داشت، خود بشناخته فتبارک الله احسن الخالقین گفت، چون نظر بر حسن خود انداخته جواهر خمسه حواس خمسه را که فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس در شب وحدت جامعه و اللیل اذا عسعس چون روز والصبح اذا تنفس روشن ساخت، تفسیر الا له الحق والامر روزی کرد، در صفحه کن فیکون وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون، این عدم را در بساط نشاط قدم کجا جا بود الا که معرفت عرفت ربی بربی روی نمود و صلوات وافیات و تحیات زا کیات بروح مقدس مطهر سلطان الانبیاء، صدر صفهٔ صفا محمد مصطفی صلی الله علیه وسلم که در آئینهٔ من رانی فقد راء الحق جمال حق را، همه کمال دید، کلیم سبحانک لا احصی ثناء علیک

در سر کشید، قدم در سجادۂ ایاک نعبدو ایاک نستعین نہاد، در مقام اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل استاد، (از ابرار) ان الا برار لفی نعیم بود، از اخیار من المصطفین الاخیار گشت، و بمہاں خانۂ فیہما ما تشتھیہ الانفس و تلذالاعین خاص و عام را دعوت کرد، و صاحب دعوت قل اد عوا اللہ او ادعوالرحمان ایا ماتدعو فلہ الاسماء الحسنی شد، وبایں دعوت انچہ در علم علوی و سفلی است ہمہ مسخر کردانید، الم تر ان اللہ سخر لکم مافی السموات و مافی الارض و اسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنتہ در میدان لا یزال من الازل الی الابد و من الا بدالی الازل شطار گشت کہ نزل علم الشطار قبل الفرقان فی صدری فتحقق حقیقتہ الاشیاء من الازل الی الابد در کسوۃ انا احمد بلامیم آراستہ از روضۂ قم فانذر ھمچو سرو برخاست، و از وارث حقیقی نحن نرث الارض و من علیہا بود، ورثۃ الحق یافت، ایں دولت از قسمت ازلی روی نمود کہ وللہ میراث السموات والارض یکی دید از ابتداء تا انتہا و ان الی ربک المنتھی، امابعد فقال الفقیر الراجی الی اللہ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار محمد بن خطیر الدین بن لطیف، بن معین الدین قتال ابن خطیر الدین با یزید پارسا ابن خواجہ فرید عطار۔۔۔۔ در کوہستان قلعۂ چنار رفتہ سیزدہ سال و چند ماہ در خلوت بود، وانچہ فرمودہ بودند بہ آں عمل نمود، حال گذشتہ را خلوت بود، و انچہ فرمودہ بودند بہ آں

عمل نمود، حال گذشتہ را نوشتہ جمع ساخت۔۔۔۔ایں کتاب را کہ مسمی بجواہر خمسہ است بدست آں حضرت داد۔۔۔۔ درا نوقت عمر ایں درویش بیست و دو سال بود، بعد از چند سال از روی قضاؤ قدر بولایت گجرات رسید، اکثر محبان و مخلصاں مستفیض و مستفید کشتند و این نامہ را تعویذ دل و جاں ساختند، بعضی اصحاب بعرض رسانیدند کہ بعضی از مواضع ایں کتاب تعلق بسماع دارد انرا تصریح فرمایند و ترتیب دہند تا ہیچ کس در مغالطہ نیفتند، بنابر ارادت محبان صادق و یاران مخلص بعضی جواہر تقدیم و تاخیر یافتہ و بعضی محل الفاظ بہم ربط دادہ شدہ، دریں حال عمر ایں درویش پنجاہ سالہ بود و کان ذلک فی سنتہ ست و خمسین و تسعمایتہ، ہر جا کہ نسخہ قدیم باشد بایں کتاب مقابلہ سازند، ایں کتاب مشتمل بر پنج جواہر ست، وباللہ التوفیق جوہر اول در عبادۃ عابداں و طریق آں، جوہر دوم درزہد زاہداں و طریق آں، جوہر سیوم در دعوت و ایمان و طریق آں، جوہر چہارم در اذکار و اشغال مشرف شطار و طریق آں، جوہر پنجم در ورثۃ الحق عمل محققان و طریق آں" ۴

اس نسخہ کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:۔

"تمت الکتاب بعون ملک الوہاب بتاریخ ہشتم صفر المظفر ۱۱۷۳ ہجری کاتب الحروف فقیر حقیر محمد واصل بیگ قادری مرتب یافت"

من نوشتم آنچہ دیدم در کتاب
عاقبت واللہ اعلم بالصواب (ورق۔ ۲۷۳)

جواہر خمسہ اصل فارسی میں ہے لیکن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار عبدالمقتدرہ شیخ محمد غوث گوالیاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"He was the author of several sufi works the most popular of which is Djawahir-i-Khamsa in Arabic, which he completed in 956 (1549) and which he subsequently rendered into persian with additional improvements" 5

(ترجمہ) "علم تصوف میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں "جواہر خمسہ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی جو عربی میں لکھی گئی ہے ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء میں آپ نے اس کو مکمل فرمایا، بعد ازاں ترمیم و اضافہ کے ساتھ موصوف نے اس کو فارسی میں منتقل کیا"

"جواہر خمسہ" کے ایک فارسی قلمی نسخہ (۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) کا تعارف کراتے ہوئے ایتھے (Ethe) بھی یہی لکھتا ہے:۔

"The Persian version of the large dogmatical work on sufism in Arabic by Shaikh Muhammad Ghauth" 6

(ترجمہ) شیخ محمد غوث نے عربی میں علم تصوف سے متعلق جو ضخیم کتاب لکھی تھی یہ اسی کا فارسی ترجمہ ہے"

شیخ محمد غوث گوالیاری کے حالات کے ذیل میں اسٹوری (Storey) بھی اسی خیال کا اظہار کرتا ہے:-

"Author of the Arabic sufi work

al-Jawahir al-Khamsa" 7

(ترجمہ) "آپ علم تصوف میں ایک عربی تصنیف "الجواہر الخمسہ" کے مصنف ہیں"

اسٹوری (Storey) نے اپنے بیان کی تائید میں بروکلمن (Brochelmann) کا حوالہ دیا ہے جس نے "جواہر خمسہ" کو عربی الاصل لکھا ہے۔ انڈیا آفس لائبریری، لندن، کے عربی کیٹلاگ میں لوس (Loth) نے بھی "جواہر خمسہ" کو عربی الاصل لکھا ہے ۸ لیکن جواہر خمسہ کے قلمی نسخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصل فارسی ہی میں تھی تصنیف کے وقت (۹۲۸ھ / ۱۵۶۱ء) بھی اور ترمیم و اضافہ کے وقت (۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء) بھی۔ ہمعصر تذکرہ نگاروں سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں "جواہر خمسہ" کا ایک فارسی نسخہ ہے (نمبر ۱۰۶۲) جو اندازاً گیارہویں صدی ہجری سے متعلق ہے۔ خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ تقطیع 3 x 2 صفحات ۲۸۹ ابو المعارف عنایت اللہ نے خط نستعلیق میں اس پر جابجا حواشی بھی لکھے ہیں۔ اس کے تتمہ میں یہ عبارت ملتی ہے:-

"وتمت هذا الكتاب المسمى بالجواهر الخمسه من مصنفات حضرت المرشدين" برہان المحققين، محب

العارفین، قدوة الواصلین، کعبة العاشقین، غوث الاسلام
والمسلمین شیخ محمد الملقب من اللہ بغوث قدس اللہ
تعالی سرہ،، [9]

اگر "جواہر خمسہ" مفرس ہوتی تو یہاں اس کی صراحت ضرور کی جاتی، انڈیا آفس لائبریری، لندن، میں "جواہر خمسہ" کا جو عربی نسخہ ہے اس میں مترجم نے شیخ محمد غوث گوالیاری کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

"آپ شیخ وجیہ الدین کے شیخ طریقت ہیں جن کا میں مرید ہوں" [10]

لوس (Loth) کا یہ کہنا ہے کہ یہ الفاظ مترجم کے نہیں بلکہ کاتب کے ہیں۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ برلن لائبریری میں "جواہر خمسہ" کا جو عربی نسخہ ہے اس میں بھی یہی الفاظ ملتے ہیں [11] ظاہر ہے کہ یہ الفاظ ناقل کے نہیں بلکہ مترجم کے ہو سکتے ہیں۔

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م۔۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء) کے تلمیذ رشید محمد غوثی شطاری نے گلزار ابرار (۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء) کے نام مشائخ طریقت کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی۔ مؤلف موصوف نے جہاں شیخ محمد غوث گوالیاری کے حالات لکھے ہیں وہاں نمونتاً "جواہر خمسہ" کی مناجات کے چند فقرے بھی لکھے ہیں۔ جو پانچویں جوہر کے آخر میں ہے، یہ بھی فارسی ہی میں ہے۔ مؤلف نے اس کا مطلق ذکر نہیں کیا کہ "جواہر خمسہ" پہلے عربی میں تھی اور بعد میں فارسی میں منتقل کی گئی۔ اس مناجات کے انداز بیان اور اسلوب نگارش سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ اصل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

احدا! توحید صرف وما من الہ الا اللہ را بصورت ما ومن بما
منما، کہ تجلیات صفات تست این ہمہ نشو ونما۔

صمدا ! انچه از غفلت بر ما گزشت، به ہشیاری مگیر ہم از خود عذر فہم الغافلون بپذیر و بتائید ولا تکن من الغافلین دست گیر۔

علیما ! ہشیاری واذکر ربک اذانسیت را بفراموشی نسوا اللہ فانسہم انفسہم مبدل مساز۔

قدیما ! انچہ در نہاد ما نہادہ ازاں اندیشہ ما بازدار و انچہ در استعداد است کہ فلاتعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین بے مشقت پیش آر، بیت

ز لطف انچہ مطلوب است و مقصود
مہیا کن بوجہ احسنش زود ۱۲

اسلامیہ کالج پشاور میں "جواہر خمسہ" کا جو قلمی نسخہ ہے اس میں بھی یہ مناجات موجود ہے۔ خاتمہ پر یہ رباعی ہے:۔

"یا رب اثرے بخش مناجات مرا
از لطف روا کن ہمہ حاجات مرا
می دار بذات خود صفاتم قائم
قائم بصفات خویشتن ذات مرا
بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ۱۳

حاجی خلیفہ نے بھی جواہر خمسہ کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے اس کی تعریب یا تفریس

کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کے سامنے وہی نسخہ تھا جو بعد میں فارسی سے عربی منتقل کیا گیا تھا، موصوف نے لکھا ہے۔

"الجواہر الخمس" للشیخ المؤید محمد بن خطیر الدین وھو مختصر، اولہ الحمد للہ الاحد الصمد الخ۔ الفہ بگجرات سنتہ ۹۵۶ ست و خمسین و تسعمائتہ، و رتب علی جواہر الاول فی العبادہ، الثانی فی الزھد، الثالث فی الدعوۃ، الرابع فی الاذکار، الخامس فی عمل المحققین من اہل الطریقتہ "[۱۴]

مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوگیا کہ "جواہر خمسہ" فارسی ہی تصنیف کی گئی تھی اب سوال یہ رہ گیا ہے کہ اس کو عربی میں کس نے منتقل کیا۔ اس کے لئے ہم ابجد العلوم کی طرف رجوع کرتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں، شیخ وجیہ الدین گجراتی (م۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء) کے تلمیذ رشید سید صبغتہ اللہ البروجی (م۔ ۱۰۱۵ھ / ۱۶۱۶ء) کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اخذ العلوم عن الشیخ وجیہ الدین الگجراتی واشتغل بالتدریس والارشاد بر ہتہ، ثم، رحل الی مکہ و المدینہ وغیر ہما، وعا دالی بروج، ثم ارتحل الی مالوہ، واقام فی احمد نگر من بلاد الدکن عند سلطانہا برہان الملک، ثم سافرالی الحرمین الشریفین و دخل بیجاپور، فحد مہ السلطان ابراہیم و ھیاء لہ اسباب السفر، فدخل المدینہ و سکن بجبل احد، وعرب "الجواہر الخمسہ" وحررہ علیہ تلمیذ الشیخ احمد الشناوی حاشیتہ، و ذکر الشیخ محمد عقیلہ المکی، ترجمتہ الحسنتہ فی کتابہ "لسان الزمان"..... تو فی

بالمدینتہ ۱۰۱۵ الھجریہ وقبرہ بھا۔"[۱۵]

(ترجمہ) "شیخ وجیہ الدین گجراتی سے علوم متداولہ حاصل کئے (اس کے بعد) کچھ عرصہ تک درس و تدریس و بیعت وارشاد میں مشغول رہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی تشریف لے گئے اس کے علاوہ اور مقامات کی بھی زیارت کی۔ پھر واپس بھروچ تشریف لے آئے (۹۹۹ھ میں) مالوہ بھی تشریف لے گئے اور بلاد دکن میں احمد نگر کے بادشاہ برہان الملک کے ہاں قیام کیا، حرمین شریفین کا دوبارہ سفر کیا اثنائے سفر میں جب بیجاپور تشریف لائے تو سلطان ابراہیم نے آپ کی خدمت کی اور اسباب سفر مہیا کیا۔ (چناں چہ آپ اس سفر پر روانہ ہوئے اور بالآخر) مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ جبل احد کے پاس سکونت اختیار کی۔ موصوف نے "جواہر خمسہ" کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا۔ آپ کے تلمیذ شیخ شناوی نے اس پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ شیخ محمد عقیلہ مکی نے اپنی کتاب "لسان الزمان" میں تعریف کی ہے..... ۱۰۱۵ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ قبر شریف بھی وہیں ہے"

غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی یہی لکھا ہے کہ سید صبغتہ اللہ (م۔ ۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶ء) "جواہر الخمسہ" کے معرب ہیں[۱۶] امام الدین محمد عارف العثمانی المعروف ابو النبی شطاری (م۔ مابعد ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء) نے "جواہر خمسہ" کی عربی میں شرح بھی لکھی تھی۔[۱۷]

ان حقائق و شواہد کے پیش نظر اب کہا جا سکتا ہے کہ نہ تو فاضل مقالہ نگار

عبدالمقدر کا یہ بیان صحیح ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری نے "جواہر خمسہ" کو پہلے عربی میں لکھا اور بعد میں فارسی میں منتقل کیا اور نہ بعض مستشرقین کا یہ بیان صحیح ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری نے "جواہر خمسہ" کو عربی میں تصنیف کیا تھا بعد میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری نے ۹۲۸ھ / ۱۵۶۱ء میں "جواہر خمسہ" کو فارسی میں لکھا۔ گجرات آپ کے بعد احباب کی فرمائش پر (۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء) میں قدیم نسخہ ہی میں ترمیم و اضافہ کیا۔ پھر سید صبغتہ اللہ البروجی (م۔۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۱ء) نے اس نسخہ کو عربی میں منتقل کیا۔

راقم نے "الجواہر الخمسہ" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا تھا، جس میں دلائل و براہین سے ثابت کیا تھا کہ "جواہر خمسہ" اصل عربی میں نہیں، فارسی میں لکھی گئی تھی، بعد میں شیخ صبغتہ اللہ البروجی نے اس کو معرب کیا، یہ مقالہ مجلہ برہان (دہلی) کے اپریل ۱۹۶۲ء کے شمارے میں "الجواہر الخمسہ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا، الحمد للہ کہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔

علامہ ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم (چیرمین، آدیٹوریل بورڈ، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ لاہور) کو جب راقم نے اپنی تحقیق سے مطلع کیا تو موصوف نے تحریر فرمایا۔

"جواہر خمسہ کے متعلق آپ کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے، اگرچہ فارسی یا عربی متن میرے سامنے نہیں ہے لیکن جو حوالے آپ نے دتے ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں جو آپ نے نکالا ہے"[۱۸]

انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ۔ (بمبئی) کے ڈائریکٹر پروفیسر نجیب اشرف ندوی نے جب اس مقالہ کا بغور مطالعہ فرمایا تو جواباً تحریر فرمایا۔

"پہلے آپ کا مکرمت نامہ اور پھر آپ کا پر مغز مقالہ موصول ہوئے، اس لطف خاص کے لئے مخصوص شکریہ قبول فرمائیے.... میں خوش ہوں کہ مجھے آپ کے مقالے سے سب سے پہلے مستفید ہونے کا موقع ملا.... میرے پاس بھی جواہر خمسہ اور دوسرے رسائل مکتوبہ ۱۰۸۵ھ ہیں.... یہ نسخہ کسی عالمگیری امیر کا ہے اور اس پر شروع اور آخر میں مہر ہے۔ اس کی عبارت ہے "دعا گوئے خیر ظل اللہ فقیر خواجہ فضل اللہ الحسینی" ۱۹

راقم نے اپنی تحقیق سے سی۔اے۔اسٹوری مؤلف تاریخ ادبیات فارسی (History of Persian Literature) کو بھی مطلع کیا تھا، مؤلف موصوف نے جواباً تحریر فرمایا۔

"Very many thanks for the information that you have so kindly sent me about "الجواہر الخمسہ"

I am always glad to receive Corrections of that kind, though I am not always very prompt in achnowledging them----- I think it will be enough for my purpose, if I make a note of the references in the hope that I may be able to include them in one of my future list of additions and corrections" 20

اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوتے ہیں، اس کی ہمہ گیر اشاعت و مقبولیت سے مصنف کے مقام اور مرتبے کا بھی اندازہ ہوتا ہے، راقم کے علم میں جو قلمی نسخے ہیں یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے افسوس ہے کہ ان نسخوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل نہ ہوسکیں، تاہم جو کچھ میسر آیا اس کو بیان کیا جاتا ہے، اس کمی کو انشاء اللہ دوسرے اڈیشن میں پورا کر دیا جائے گا۔

۱ ------ نسخہ اسلامک ریسرچ انسٹیٹوٹ، (بمبئی)، یہ نسخہ ۱۰۸۵ھ میں لکھا گیا ہے اور کسی عالمگیری امیر کا ہے، اس پر شروع اور آخر میں مہر ثبت ہے جس پر یہ عبارت موجود ہے۔

"دعاگوئے خیر ظل اللہ فقیر خواجہ فضل اللہ الحسینی"

اس نسخہ کی اطلاع محترم نجیب اشرف صاحب ندوی (ڈائریکٹر، ریسرچ انسٹیٹوٹ) نے دی تھی۔ ۲۱

۲ ------ نسخہ دارالمصنفین، (اعظم گڑھ)، سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے مقالے "ہندوستان میں ہندوستانی" میں جواہر خمسہ کے ایک قدیم نسخے مکتوبہ ۱۰۹۷ھ کا ذکر فرمایا ہے، یہ کتب خانہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ میں محفوظ ہے۔ (نقوش سلیمانی، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۴۱)۔

۳ ------ نسخہ اسلامیہ کالج، (پشاور)، جواہر خمسہ کا یہ قلمی نسخہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے، اس کا نمبر ۱۰۶۲ ہے، اندازاً گیارہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے، ۲۸۹ صفحات پر مشتمل ہے، تقطیع 2 x 3 ہے، ابوالمعارف عنایت اللہ نے خط نستعلیق میں جابجا حواشی بھی لکھے ہیں،

یہ نسخہ خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ اس کو راقم نے خود مطالعہ کیا تھا۔

۴ ------ نسخہ سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد)، جواہر خمسہ کا یہ فارسی نسخہ کرم خوردہ ہے اور ناقص الاول والآخر ہے، اسی جلد میں ایک اور قلمی نسخہ موسوم بہ کشف الاسرار ہے جس کو فقیر محمد بن شیخ عبدالطیف نے ۲۶ جمادی الثانی ۱۱۲۰ھ کو لکھا تھا، جواہر خمسہ کو بھی اسی قلم اور سیاہی سے لکھا گیا ہے اس لئے اغلب یہی ہے کہ یہ بھی سنہ مذکور سے تعلق رکھتا ہے۔

۵ ------ نسخہ فورٹ ولیم کالج، (لندن)، یہ نسخہ ۱۸۲۵ء میں انڈیا آفس لائبریری، لندن میں منتقل ہو گیا ہے، عنوان نمبر ۱۸۷۵ ہے اور ترتیب نمبر ۲۱۲۴ ہے، اس کو ۸ صفر المظفر ۱۱۷۳ھ میں محمد واصل بیگ قادری نے لکھا تھا، اس کے ۱۵ سطر ۳۷۳ اوراق ہیں، کسی زمانے میں یہ نسخہ ٹیپو سلطان شہید کی ملکیت میں بھی رہا ہے جیسا کہ سرورق کی مہر سے ثابت ہوتا ہے۔

۶ ------ نسخہ جان سن، (لندن)، یہ نسخہ حیدر آباد دکن سے حاصل کیا گیا ہے اور جن سن کے مجموعے میں شامل ہے، اس کا عنوان نمبر ۱۸۷۱ ہے اور ترتیب نمبر ۱۴۳۷ ہے، ۱۳۵ اوراق پر مشتمل ہے، یہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں موجود ہے۔

۷ ------ نسخہ بیجاپور، (لندن)، یہ نسخہ بھی انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے، اس کا عنوان نمبر ۲۰۶۷ ہے اور ترتیب نمبر ۳۶۴۱ ہے، مندرجہ بالا تینوں نسخوں (۵۔۶۔۷) کے متعلق معلومات کیٹلاگ [۲۲] سے حاصل کی ہیں اور پھر محترمی پروفیسر مدد علی قادری نے تفصیلی معلومات [۲۳] اور تصاویر فراہم کیں۔

۸ ------ نسخہ خدا بخش لائبریری، (پٹنہ)، جواہر خمسہ کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش

لائبریری میں بھی موجود ہے، اس کا نمبر ۱۳۴۴ ہے، اس کی اطلاع صفی احمد صاحب کیوریٹر نے دی تھی۔ [۲۴]

۹ ------ نسخہ کلیانی اسٹیٹ لائبریری (دکن)، جواہر خمسہ کا یہ قلمی نسخہ پاکستان میں ایک صاحب کے پاس موجود ہے، اس کی اطلاع مکرمی چودہری عبدالعزیز صاحب (سکریٹری، سنٹرل بورڈ آف ریوینیو، حکومت پاکستان نے دی تھی۔ [۲۵]

۱۰ ----- نسخہ برلن یونیورسٹی، (جرمنی)، ڈاکٹر زبید احمد نے اپنی تصنیف [۲۶] میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ فارسی جواہر خمسہ کا عربی ترجمہ ہے جو شیخ صبغتہ اللہ البروجی نے کیا تھا۔

انڈیا آفس لائبریری، لندن میں جواہر خمسہ کے قلمی ناقص نسخے بھی ہیں جن کے نمبر بالترتیب یہ ہیں ۳۰۶۸ اور ۳۰۶۹۔

شطاریہ سلسلے کے صوفیہ کا جواہر خمسہ پر باقاعدہ عمل رہا ہے، شاہ محمد غوث کے شیخ طریقت حاجی حمیدالدین حضور (م۔ ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء) نے اول ہی روز مطالعہ کے بعد فرمایا تھا۔

"ہیچ ولی بناشد کہ بریں اسرار مطلع نہ گردد" [۲۷]

چناں چہ شاہ وجیہ الدین نے اپنے خلیفہ سید صبغتہ اللہ بروجی، موصوف نے اپنے خلیفہ شیخ احمد الشناوی پھر موصوف نے اپنے خلیفہ شیخ احمد قشاشی کو جواہر خمسہ کی اجازت دی، "موصوف نے شیخ ابراہیم کو، انہوں نے اپنے صاحب زادے شیخ ابو طاہر اور پھر موصوف نے اپنے شاگرد رشید حضرت شاہ ولی اللہ کو جواہر خمسہ کی اجازت دی" [۲۸]

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) اوراد غوثیہ:- یہ بھی شاہ محمد غوث گوالیاری کی تصنیف ہے، مفتی غلام سرور لاہوری اور مولانا محمد غوثی نے اس کا ذکر کیا ہے، مصنف کے بیان کے مطابق یہ کتاب جمادی الاول ۹۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔

"واملائے مذکور در ماہ جمادی الاول سنہ تسع واربعین وتسعمائۃ ست" ۲۹

اس کتاب کے دیباچے میں شاہ محمد غوث نے قارئین کو جواہر خمسہ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی ہے:-

"ایں کتاب را اوراد غوثیہ نام نہادہ شد، چوں سالک را ازیں اکتفانہ شود، جواہر خمسہ کہ تصنیف ایں درویش ہمچو دریائے محیط ست کہ رفعت معانی آں ہمچو عرش دارد، ہر چند کہ شنا کند در پائینش رفعتش پیش آں کتاب را پیشوائے خود سازد و در عمل آرد تا بہ مایہ مقصود رسد" ۳۰

راقم کے پاس اوراد غوثیہ کا ایک فارسی مطبوعہ نسخہ ہے، جو ۱۳۱۳ھ میں مطبع صبغتہ اللہی، راتچور میں طبع ہوا تھا۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:-

"سپاس وستائش مرخالقے را کہ از کتم عدم، وجود ارواح را قبائے قابلیت بخشید، در بر کردند باستعداد خود، ظاہر آمدند در صدائے صلابت من عرف اللہ کل لسانہ بودند، در ندا۔ نقابت من عرف اللہ طال لسانہ شدند، از ربوبیت، الوہیت را شناختند۔ از الوہیت، عبودیت را آراستند، بظہور اللہ نور السموت والارض منور گشتند، در دریا۔ روحے کہ وایدناہ بروح القدس است غوطہ خوردند، بار خود برداشتند، و مستغرق گشتند" ----(ص۔ ۲)

اوراد غوثیہ کے شروع میں شاہ محمد غوث نے سالک کے لئے چند وصیتیں لکھی ہیں، ایک ولی کامل کی وصایا اس کی پاک زندگی کے تجربات و مشاہدات کا جوہر ہوتی ہیں، اور اس سے خود اس کی سیرت کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا ہے، افادیت عامہ کے لئے یہاں یہ وصیتیں نقل کی جاتی ہیں:-

۱۔ "دایم سر خود را متوجہ بیگانگی حق دارد، و نہ گذارد کہ غیر در خاطر وے راہ یابد و ہیچ چیز از نفع و ضرر و خیر و شر و ابداو انعام و ایذا و ایلام از خلق نہ بیند، اگر نعمتے بہ وے رسد یا نہ رسد، ادا۔ شکر حق کند کہ قل کل من عند اللہ داند۔

۲۔ "در آوان خلوت با نقطاع وقت در اختلاط خلق نہ کشاید، و راہ آمد و شد مردم بزیارت و تبرک بستہ دارد، و نظر کند با بتدائے حال رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در غار حرا از خلق فرار می نمودند و با کسے صحبت نمی داشتند، پس اگر طالب راضی باشد ھنوز شایان ریاضت نہ باشد، و اوقات او ضایع شود، و از خدمت خالق بخدمت مخلوق مبتلا گردد، و بعضے عارفاں گفتہ اند ہر کہ حق را باختیار نہ پرستد، خلق را بہ اضطرار بہ پرستد، چوں سالک قصد خلوت و عزلت کند چند گاہ بحضور شیخ باشد بفرمان او ظاہر و باطن آراید تا رابطۂ او با شیخ درست آید کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ، آں کہ چیزے فرماید و گوشہ گرفتن را حکم نماید۔

۳۔ مقدارے علم حاصل کند کہ اعتقاد خود بر مذہب اہل سنت و جماعت درست دارد کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ و فریب نفسانی و شیطانی بشناسد کہ اعداعدو ک

نفسک التی بین جنبیک

۴۔ سعی نماید کہ سایر عادات او موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد کہ ولدی من سلک طریقی۔

۵۔ صحبت با ناجنس و جاہلاں و موانست و اختلاط نہ نماید کہ الصحبت توثر صباغت اصل دارد۔

۶۔ با اہل دول نہ پردازد الا بضرورت

۷۔ چند گاہ در بوتہ ریاضت گداختہ گردد و با نفس امارہ جنگ و جدل کند، باشارہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنتہ ہی الماوی تا آں کہ توحید حقیقی رسد چوں تصحیح توحید افعالی کہ مرتبہ فرود است، کردہ باشد، اورا از تصحیح افعالی بتوحید صفاتی ترقی شود و از توحید صفاتی، توحید ذات بعیان و وجدان منکشف گردد، چرا کہ التوحید اسقاط الاضافات است کسانیکہ توحید از تخیل ذہن و مطالعہ کتب می گیرند در زندقہ و الحاد می افتند، و تہتک استاد شریعت می کنند و در ضلالت و جہالت می مانند کہ من عرف التوحید بلا استاذ فقدمات زندیقا۔

۸۔ چوں توفیق رفیق گردد روئے از دنیا بگرداند کہ ترک الدنیا راس کل عبادۃ و توجہ بہ درگاہ حق تعالیٰ کند۔

۹۔ مقدس از ہمہ ملوثات باشد، چناں کہ بے پاکی بدن و جامہ و وضو، صلوۃ نیست، آں چناں کہ بغیر پاکی دل و روح بحضرت حق بار نیست، ان اللہ یحب التوابین و یحب المطھرین۔

۱۰۔ چوں واقعہ بیند در بیداری یا درمیان خواب، نخستیں بہ مرشد عرض کند، کم و بیش نہ گوید، چناں کہ قصہ یوسف علیہ السلام کہ با پدر گفت انی رایت احد عشر کوکبا و الشمس و القمر رایت ہم لی ساجدین و تعبیرش و جعلھا ربی حقا۔

۱۱۔ تعقل و تفکر از تصرف و قیاس در ذات نہ کند کہ بحکم تفکروا فی آیاتہٖ وَلَا تفکروا فی ذاتہٖ نگہدارد۔

۱۲۔ ہرچہ گوید بہ ادب گوید کہ فقولا لہ قولا ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر پیشوائے خودس سازد، و از غیبت و بہتان و سایر نامشروعات ولاف ولغو ولہو پرہیزد۔

۱۳۔ در مقابل احسان محسن گوید جزاک اللہ خیرا وانک لعلی خلق عظیم۔

۱۴۔ حق المعرفت در بزرگی و قدر او و قدر بزرگی او ما قدروا اللہ حق قدرہ بشناسد۔

۱۵۔ نگہبان نفس باشد از ارتکاب ذنوب و پاسبان دل از التفات بغیر محبوب، قلب المومن حرم اللہ وحرام علی حرم اللہ ان یلج فیہ غیر اللہ۔

۱۶۔ از خواب غفلت بیدار شود و از نافرمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیزار گردد و بموجب الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا۔

۱۷۔ کارہائے دینی و دنیاوی بحق تعالی گذارد کہ و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

۱۸۔ یکے بیند ویکے داند ویکے گوید ویکے جوید و ہر چہ بیند ازو بیند، وازو داند ھو الاول ھو الاخر ھو الظاہر ھو الباطن

۱۹۔ ہر چند کہ گناہ گار بود بعفو او امیدوار بود لا تقنطوا من رحمتہ اللہ۔

۲۰۔ رسایل حقایق را مطالعہ نہ کند، چیزے کہ مرشد فرمودہ باشد دراں مستغرق گردد، ہر چہ در نظر آید بحضرت مرشد عرض کند، اگر مرشد حاضر نباشد مکتوبات شیخ شرف الدین یحیی منیری مطالعہ کند تا فریب نفس و وسواس خناس دریابد، اکثر مرد ماں را دیدم کہ بہ گفت و گوئے خلایق از حقایق بے نصیب ماند ند و کار نہ کردند، و قاری شدند، چوں آخر کار سلوک رسد برائے مقابل کردن حال خود کتب حقایق بہ بیند و لذت گیرد، و اگر موافقت سلف رفتہ باشد شکرانہ بجا آورد و بغیر کسب علمائے شریعت را رخصت است تا اعتقاد ایشاں درست آید و مایل شوند۔

۲۱۔ چیزے کہ در ذکر و فکر معرفت حق مانع آید آں را از پیش خود دور کند، و ملتفت نہ شود کہ او حرام ست وما نھٰکم عن ذکر اللہ فھو حرام۔

۲۲۔ از کشف و کرامات محترز باشد و بر او نظر نہ اندازد کہ خلقے بندہ کرامات شوند و او شرمندۂ حق گردد و آفتہائے روئے نماید کہ الشہرۃ آفت والخمول راحتہ۔" (ص۔۳ تا ۵)

مندرجہ بالا وصایا میں شیخ محمد غوث علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا ماحصل

یہ ہے کہ سالک انعام و ایلام میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرے، اختلاط خلق سے بچتا رہے، تحصیل علم اس حد تک کرے کہ مذہب اہل سنت و جماعت کی درستگی ہو جاتے، اپنے تمام عادات و اطوار کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرے، نا جنسوں اور جاہلوں کے پاس بیٹھنے سے بچتا رہے، اہل دول کی طرف مائل نہ ہو مگر بہ ضرورت، توحید افعالی سے توحید صفاتی اور توحید صفاتی سے توحید ذاتی کی طرف صعود کرے، جو لوگ توحید، تخیل ذہن اور کتابوں سے حاصل کرتے ہیں وہ الحاد و زندقہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، شریعت کی ہتک کرتے ہیں اور جہالت و گمراہی میں پھنس جاتے ہیں۔ دنیا سے تعلق نہ رکھے، تمام ملوثات سے پاک رہے، مکاشفات کو صرف مرشد کے سامنے بیان کرے، ذات الہی میں تعقل و تفکر سے کام نہ لے، ادب کو دستور زندگی بنائے، غیبت۔ بہتان۔ لاف و لغو و لہو غرض تمام نامشروعات سے پرہیز کرے، محسن کے احسانات کا شکر بجا لاتا رہے، بزرگوں اور ان کی بزرگی کی قدر کرتا رہے، نفس کا نگہبان رہے، غیر محبوب کو دل میں جگہ نہ دے، خواب غفلت سے بیدار ہو اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بیزار رہے، دین و دنیا کے کاموں کو خدا پر چھوڑ دے، ایک ہی دیکھے، ایک ہی جانے، ایک ہی کہے، اور ایک ہی تلاش کرے، جس کو دیکھے اس سے دیکھے اور اسی کی طرف سے سمجھے، کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اس کے عفو و درگزر سے ناامید نہ ہو، مرشد کیفر مودات پر عمل کرے اگر وہ موجود نہ ہو تو شیخ شرف الدین یحیی منیری کے مکتوبات مطالعہ کرے، کشف و کرامات سے احتراز کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بندۂ کرامات بن جائیں اور سالک، حق تعالی کے سامنے شرمسار ہو۔

شاہ محمد غوث نے اوراد غوثیہ کو نو درجات پر تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) درجہ اول در ورود اوراد (۲) درجہ دوم در وضو و نوافل (۳) درجہ سیوم در

بیانِ صوم و اربعین (۴) درجہ چہارم در دریافت خطرات و ماہیت آں (۵) درجہ پنجم در ذکر جہر و خفی (۶) درجہ ششم در مراقبہ و طریق آں (۷) درجہ ہفتم در تصورات و تصدیقات (۸) درجہ ہشتم در تنزلات و ظہور اسماء الٰہی و کیانی (۹) درجہ نہم در تصحیح خلافت و پیش گرفتن ارادت و آموختن آداب مشیخت و شناختن پیر و مرشد، و مسائل طریقت و در بیعت و تصحیح سلاسل ظاہری و باطنی و بیان معراج۔ (ص۔۶)

اوراد غوثیہ کا اختتام اس طرح ہوتا ہے۔

......"دریں فکر بودم کہ معراج حضرت رسالت یاد آمد، آں خطرہ بر طرف شد، آں حال، حالیست کہ در قال نیاید، بجز خداوند تبارک و تعالیٰ کسے نداند بر قدرے کہ صورت گیرد در قلم آمد، ایمائے و اشارتے ست واقف گردد، اگرچہ از روئے سلوک اول قدم نبی آخر قدم ولی است لاچوں بتامل شافی دریابد ہر چند کہ وے سیر کند از رتبۂ نبی نہ گزرد کہ ولایت او درپے نبی است، خدائے تعالیٰ از خلل و ذلل نگہدارد، آمین یارب العالمین"۔ ۳۱

(۳) معراج نامہ:۔ شیخ محمد غوث کی یہ تصنیف بڑی معرکہ آرا ہے، بقول مفتی غلام سرور لاہوری، اسی کتاب کی وجہ سے شیر شاہ سوری، شیخ موصوف سے بدظن ہو کر درپے آزار ہوا اور آپ کو ترک وطن کر کے گجرات جانا پڑا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"بعضے حاسداں معراج نامۂ شیخ رانزد شیر شاہ بادشاہ بردند وبہ عرض رسانیدند کہ وے دریں کتاب کلمات خلاف شرع تحریر فرمودہ است، شیر شاہ درپے آزار شد، پس شیخ از گوالیار بہ

گجرات رفت" ۳۲

گجرات تشریف لے گئے تو یہاں بھی بقول ملا عبدالقادر بدایونی، شیخ علی متقی نے شیخ محمد غوث پر کفر کا فتوی لگادیا، یہ فتوی جب شیخ وجیہ الدین علوی کے پاس گیا تو انھوں نے اس کو چاک کر دیا" * اور شیخ علی متقی سے فرمایا۔

"ما ارباب قالیم و شیخ اہل حال، فہم ما بہ کمالات اور نمی رسد و بہ ظاہر شریعت ہیچ اعتراض برو متوجہ نمی گردد" ۳۳

پھر گجرات سے اکبر آباد پہنچے تو اسی معراج نامے کی وجہ سے بیرم خاں اور شیخ گدائی درپے آزار ہو گئے چناں چہ شیخ محمد غوث مجبوراً گوالیار واپس آئے، ملا عبدالقادر بدایونی نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"و رسالہ شیخ محمد غوث را کہ دراں جا کیفیت معراج خود بیان کردہ، گفتہ کہ در بیداری مرا مجالسہ و مکالمہ با حضرت رب العزۃ عزشانہ واقع شد و بر حضرت رسالت پناہی صلی الہ علیہ وسلم تقدیم کردند، امثال ایں خرافات کہ عقلاً و نقلاً مذموم و ملوم باشد درمیاں آوردہ شیخ را پیش کشیدہ ہدف تیر ملامت ساختند تا بہ خاطر آزردہ بہ گوالیار رفت" ۳۴

مختصر یہ کہ اس معراج نامے کی وجہ سے شیخ محمد غوث کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔۔ شاہ وجیہ الدین جیسی فکر رسا کس کے پاس تھی جو اس کتاب کے اسرار و معارف کو سمجھ سکتا۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ یہ رسالہ عہد ہمایونی کی تصنیف ہے، کیونکہ ۹۵۷ھ میں شیر شاہ کا غلبہ ہو گیا تھا۔

علامہ اقبال مرحوم کو بھی اس کتاب کے مطالعہ کا اشتیاق تھا چناں چہ ایک مکتوب میں مولوی صالح محمد کو لکھتے ہیں۔

"حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سے یہ بھی معلوم کیجئے کہ آیا ان کے بزرگوں کے کتب خانے میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کا وہ رسالہ موجود ہے جس میں انہوں نے آسمانوں اور سیاروں کی سیر کا ذکر کیا ہے، مجھے اس کی مدت سے تلاش ہے، اب تک دستیاب نہیں ہوسکا، آج تک شائع بھی کسی نے نہیں کیا" ۴۵

(۴) بحر الحیات:۔ یہ کتاب امرت کنڈ کا ترجمہ ہے، جو شاہ محمد غوث نے کیا تھا، بقول شیخ محمد اکرام:۔

"اس میں ہندو یوگیوں اور سنیاسیوں کے اطوار و اشغال کی تفصیل کو فارسی میں منتقل کیا ہے، اپنی ابتدائی تصنیف جواہر خمسہ میں بھی ان کی ایک آدھ جھلک دکھائی، اس سے شطاریہ طریقے کے اس ارتباط پر روشنی پڑتی ہے، جو اس کو ہندو یوگا سے تھا" ۴۶

مولانا محمد غوثی نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:۔

"جریدہ دستور العمل طائفہ جوگی و سنیاسی کا ترجمہ، اس میں باطنی اعمال، تصوری اشغال، پاس انفاس کا ذکر اور نیز ان امور کے سوا اور بھی اقسام ریاضت بیان کئے گئے ہیں، جن کی بدولت روحی لشکر کو جسمانی سپاہ پر فتح ملتی ہے۔ جوگیوں اور سنیاسیوں کی دو جماعتیں، ہنود کے ریاضت مندوں، گوشہ نشینوں، اور رہبانوں کی سرگروہ ہیں، اور انہیں اشغال و اذکار کی برکات سے استد

راج اور خرق عادات کے درجہ کو پہنچ کر، سائلوں کے ضمیروں
کی چیستاں پر اطلاع حاصل کرتی ہیں، آپ نے ان تمام معانی
کو سنسکرت عبارت سے جو کتب ہنود کی زبان ہے، اخذ کر کے
فارسی لباس پہنایا ہے، اس کتاب کے مفہومات سے زنار توڑ کر
بجائے اس کے توحید اور اسلام کی تسبیح گردن میں ڈال دی ہے،
نیز حقیقی ایمان کی قوت سے ان مفہومات کو تقلید کی قید سے
نکال کر صاحب تحقیق صوفیوں کے اذکار و اشغال سے تطبیق
دی ہے" ۳۷

مولانا محمد غوثی کے اس بیان سے شیخ محمد اکرام کے متذکرہ بالا بیان کی تردید
ہوتی ہے۔

(۶۔۵) ضمائر و بصائر:۔ ان رسائل میں شاہ محمد غوث نے علم تصوف
کے موضوع، مبادی مسائل اور مقاصد کا ذکر کیا ہے، اور اس علم کے حقائق اور
مفصلات ظاہر کئے ہیں۔ ۳۸

(۷) کلید مخازن:۔ مبدؤ معاد کی متعلق یہ بڑا عجیب و غریب رسالہ
ہے، اس میں علوی و سفلی اشیاء کی حقیقتیں، توحید صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق
کے اصول بتائے گئے ہیں، اور ارباب فنا و بقا کے لئے عینی اور علمی موجودات کی
شناخت، کشف و معائنہ کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے۔ ۳۹

مولانا محمد غوثی نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث کے خلیفہ بزرگ شیخ بدیع الدین
جیلانی سمر قندی نے کلید مخازن پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے، اور تعلیقات لگائی ہیں۔ ۴۰
مولانا محمد غوثی نے یہ بھی لکھا ہے کہ (احمد آباد گجرات) میں یہ کتاب میر

عبدالاول کے ہاتھ آگئی، موصوف بڑے صاحب معرفت اور ذی علم تھے، جب انہوں نے یہ رسالہ صفحہ بصفحہ مطالعہ فرمایا اور رسالہ کے مغز اور مافیہا کا لطف اٹھایا تو غوث الاولیاء کی خدمت میں مکتوب ارسال کیا، جس میں تحریر تھا۔

> "حکمت و حیثیت کے چند مسئلے جن کی دشواریاں و ستر سی ذہن کے سبب سے بہ آسانی حل نہیں ہوتی تھیں، اس مشکل کشا رسالہ کی بدولت آسان ہوگئیں" ۴۱

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ مناقب غوثیہ کے تکملہ نگار نے ان کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

> "جواہر سبعہ، رسالہ صغیر، شرح نور نامہ، رفیع الدرجات، سبیل المستحقین والمجذوبین، حسن الاخلاق" ۴۲

(۸) __کنزالوحدہ۔__ مولانا محمد غوثی نی لکھا ہے کہ یہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی آخری تصنیف ہے، اس کتاب کے ضمن میں توحید کشفی اور ایمان حقیقی کا بیان ہے، موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث کے خلیفہ بزرگ شیخ بدیع الدین جیلانی سمرقندی نے کنزالوحدہ پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے اور تعلیقات لگائی ہیں ۴۳

مولانا محمد غوثی نے گلزار ابرار میں کنزالوحدۃ سے توحید کشفی اور ایمان حقیقی کے بیان میں جو اقتباس نقل کیا ہے وہ شیخ بدیع الدین جیلانی کی شرح سے مقتبس معلوم ہوتا ہے۔ وہ اقتباس یہ ہے۔

> ,,وقیل اقسام الایمان عند اہل الذوق خمسته,, تکلیفی، اعم من الکل و یشتمل کل فرد من نوع الانسان مومناً

کان اور کافراً، و الثانی۔ تقلیدی عام، یعم کل مومن مقلداًکان اور محققاً،والثالث۔ استدلالی خاص،۔مختص بہ العلماء من المومنین و الرابع۔ حقیقی، اخص منہ و یتصف بہ الاولیاء منھم، و الخامس۔ عینی ذاتی، صاحبہ مختص بالولا یتہ المحمد یہ و جالس علی سریرۃ الخلافتہ الحقیقتہ، ناظر بعین البصیرۃ الی الاحدیتہ المطلقتہ، و بعین الباصرۃ الی الکثرۃ بملا حظتہ الوحدانیتہ المختصتہ،،۔

،،فا علم ان صاحب ھذہ المنزلتہ الجامعتہ کان فی کل قرن علی بسیط الارض واحداً، ففی القرون التی صرفت عنا، کان سلطان المحققین و برہان العارفین الشیخ محمد المخاطب بالغوث العطاری نسباً و الشطاری مشرباً قدس اللہ اسرار ہم، ثم کان رئیس المحدثین الشیخ محمد ابن ابی الحسن البکری الشافعی المصری قدس اللہ روحھا وا فاض علینا برکات انفاسھما، وفی قرن الذی کنافیہ ھو عین الزمان، مسیح العاشقین، الشیخ عیسی ابن قاسم مد اللہ ظلال ارشادہ علی رؤس المشتاقین الی جمال ھذہ الولا یتہ المذکورۃ والی صاحبھا علیہ التحیتہ و السلام، و علی تابعیہ بالکشف فی ادراک عالم الجمع و الفرق علی حکم الفرقان المجید المحفوظ المحیط بمالہ و علیہ،، [44]

گلزار ابرار:۔ بعض تذکرہ نگاروں نے گلزار ابرار کو بھی شاہ محمد غوث گوالیاری کی طرف منسوب کر دیا ہے، چناں چہ نظامی بدایونی نے قاموس المشاہیر میں لکھا ہے:۔

> "آپ کی تصانیف سے گلزار ابرار اور جواہر الخمسہ ہیں، اول الذکر میں صوفیائے کرام کے حالات درج ہیں" ۴۵

ولیم بیل نے بھی یہی ستم ظریفی کی ہے، اس نے لکھا ہے:۔

> "آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان تصانیف میں جواہر الخمسہ اور دوسری گلزار ابرار ہے، موخر الذکر میں ہندوستان کے تمام مشائخ صوفیاء کے حالات زندگی، جائے مدفن اور بہت سی دوسری باتیں درج ہیں" ۴۶

مگر فی الحقیقت گلزار ابرار مولانا محمد غوثی * کی تالیف ہے، شیخ اویس کے حالات کے ذیل میں گلزار ابرار پر بھی ضمنی طور پر روشنی ڈال دی گئی ہے، شاہ محمد غوث کا وصال ۹۷۰ھ میں ہوا اور گلزار ابرار کا سنہ تکمیل و تالیف ۱۰۲۲ھ ہے، اور زمانہ تالیف ۱۰۰۴ھ تا ۱۰۲۲ھ، ظاہر ہے کہ یہ کتاب شاہ محمد غوث گوالیاری کی تصنیف نہیں ہو سکتی، محمد غوثی نے گلزار ابرار کے سال اتمام پر یہ قطعہ لکھا ہے:۔

بے حجابانہ خلوتے دارند	چوں بزرگاں دریں چہار چمن
خلوتے بے حجاب گشت ازاں	سال اتمام ایں حدیقہ دیں ۴۷

۱۰۳۶ - ۱۴ = ۱۰۲۲ھ

حواشی و حوالے

۱ ------- مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیا، مطبوعہ ۱۸۷۳ء، ج۔ ۲، ص۔ ۳۲۲

۲ ------- محمد غوثی: گلزار ابرار، (مترجمہ فضل احمد) ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۲۹۴۔ ۳۰۱

۳ ------- محمد غوث گوالیاری: جواہر خمسہ اردو، مترجمہ مرزا محمد بیگ دہلوی، مطبوعہ، دہلی، ۱۳۲۵ھ، ص۔ ۹۔ ۱۰

۴ ------- محمد غوث گوالیاری: جواہر خمسہ (قلمی) نسخۂ بیجاپور، انڈیا آفس لائبریری، لندن، نمبر ۱۳۶۱، ورق، ۱۔ ۳

۵ ------- M.TH. Houtsma etc : Encyclopaedia of Islam, vol III, PT. 2, Leyden, 1913, p.688

۶ ------- Hermann Ethe : Catalogue of the persian Manuscripts in the Library of the India office, London, vol I, 1903, p.1042

۷ ------- C.A.Storey : The persian Literature, vol. I, par II, London, 1953, p.834

۸ ------- Dr Zubaid Ahmad : Contribution of India to Arabic Literature, Allahabad, 1945, p. 80

۹ ------- محمد غوث گوالیاری: جواہر الخمسہ، (فارسی) قلمی، (گیارہویں صدی ہجری)، پشاور

۱۰ ------ Dr Zubaid Ahmad : Contribution of India to Arabic Literature, Allahabad, 1945, p. 80

۱۱ ------ Ibid, p. 80

۱۲ ------ محمد غوثی: گلزار ابرار، (ترجمہ فضل احمد) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۲۹۸

۱۳ ------ محمد غوث گوالیاری: جواہر الخمسہ، قلمی، (گیارہویں صدی ہجری)، پشاور

۱۴ ------ (الف) ملا کاتب چلپی: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مطبوعہ ۱۳۱۰ھ،

Gustavus Fluegel : Kashf-al-Zunoon, (ب)
London, vol. III, p. 53 (Italian translation
with Arabic text).

۱۵ ------ (الف) نواب صدیق حسن خاں : ابجد العلوم، جز ثالث، رحیق المختوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ص۔ ۸۹۸

(ب) مولانا رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند (اردو) مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، ص۔ ۲۴۴

(ج) سید عبدالحئی : یاد ایام، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء، ص۔ ۶۷

۱۶ ------ غلام علی آزاد بلگرامی : سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان بحوالہ
Dr. Zubaid Ahmad : Contribution of India to Arabic Literature, Allahbad, 1945 p.80

۱۷ ------ Ibid, p. 363

۱۸ ------ مکتوب علامہ ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم، مرقومہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء، از لاہور

۱۹ ------ مکتوب پروفیسر نجیب اشرف ندوی، محررہ ۲۹ اگست ۱۹۶۱ء، از بمبئی۔

۲۰ ------ Letter from C.A. Storey, dated 31st. January 1963, from Lawrence Road, Hove, 3 Sussex, (U.K.)

۲۱ ------ مکتوب سید نجیب اشرف ندوی، محررہ ۲۹ اگست ۱۹۶۱ از بمبئی

۲۲ ------ Hermann Ethe : The Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of India Office, London, vol I, 1903, p.1042

۲۳ ------ مکتوب پروفیسر مدد علی قادری، محررہ ۱۰ جولائی ۱۹۶۳ء، از لندن

۲۴ ------ مکتوب صفی احمد کیوریٹر، محررہ ۵ جنوری ۱۹۶۳ء، از پٹنہ

۲۵ ------ مکتوب چودہری عبدالعزیز، محررہ ۴ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء، از کراچی

۲۶ ------ Dr. Zubaid Ahmad : The Contribution of India, to Arabic Literature, Allahabad, 1945, p. 80

۲۷ ------ محمد غوث : جواہر خمسہ، مخطوطہ لندن، (دیباچہ)

۲۸ ------ شیخ محمد اکرام : رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص۔ ۳۴۴

۲۹ ------شاہ محمد غوث : اوراد غوثیہ، ص ۔ ۵۴

۳۰ ------شاہ محمد غوث : اوراد غوثیہ، ص ۔ ۳

۳۱ ------محمد غوث گوالیاری : اوراد غوثیہ، ص ۔ ۱۱۶

* بقول شیخ محمد اکرام، اس واقعہ کے بعد شیخ وجیہ الدین علوی نے تکفیر مسلم کے مسئلے پر ایک مستقل رسالہ تالیف فرمایا تھا، جس میں:- "ابتدا میں فقہی کتابوں سے مسئلۂ تکفیر پر روشنی ڈالی، پھر احادیث سے سند اسب کو مشرح بیان کیا ہے، آخر میں صوفیائے کرام کے احوال سے بحث کی ہے کہ حالت سکر میں جو کہہ جاتے ہیں وہ قابل مواخذہ نہیں ہوتا، پھر سید محمد غوث گوالیاری کی کتاب اوراد غوثیہ(؟) پر لوگوں نے جو اعتراضات کیے تھے ان کا جواب دیا ہے------ آپ کا ارشاد یہ تھا کہ کسی شخص کی سو باتوں میں سے ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اس کو مسلم سمجھو، اور کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہ کہو (شیخ محمد اکرام : رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۔ ۳۳۹)۔

۳۲ ------غلام سرور لاہوری : خزینۃ الاصفیاء، ص ۔ ۲۲۳

۳۳ ------ملا عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج ۔ ۳، ص ۔ ۴۴

۳۴ ------ایضاً، ج ۔ ۲، ص ۔ ۵۔ ۳۴

۳۵ ------ علامہ محمد اقبال : اقبال نامہ، (مرتبہ شیخ عطاء اللہ)، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۱ء، مکتوب نمبر ۱۷۳، ص ۔ ۳۔ ۳۷۲

۳۶ ------شیخ محمد اکرام : رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۔ ۴۔ ۳۶

۳۷ ------محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، ص ۔ ۳۰۰

۳۸ ------محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، ص ۔ ۳۲۹

۳۹ ------ایضاً، ص ۔ ۳۰۰

۴۰ ------ایضاً، ص ۔ ۲۸۸

۴۱ ------ایضاً، ص ۔ ۳۰۰

۴۲ ------فضل اللہ شطاری : مناقب غوثیہ، تکملہ از سید ظہیر الحق، مطبوعہ، آگرہ، ۱۹۲۳ء، ص ۔ ۷۵

۴۳ ------محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص ۔ ۲۸۸

۴۴ ------محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو) ص ۔ ۲۔ ۳۰۱

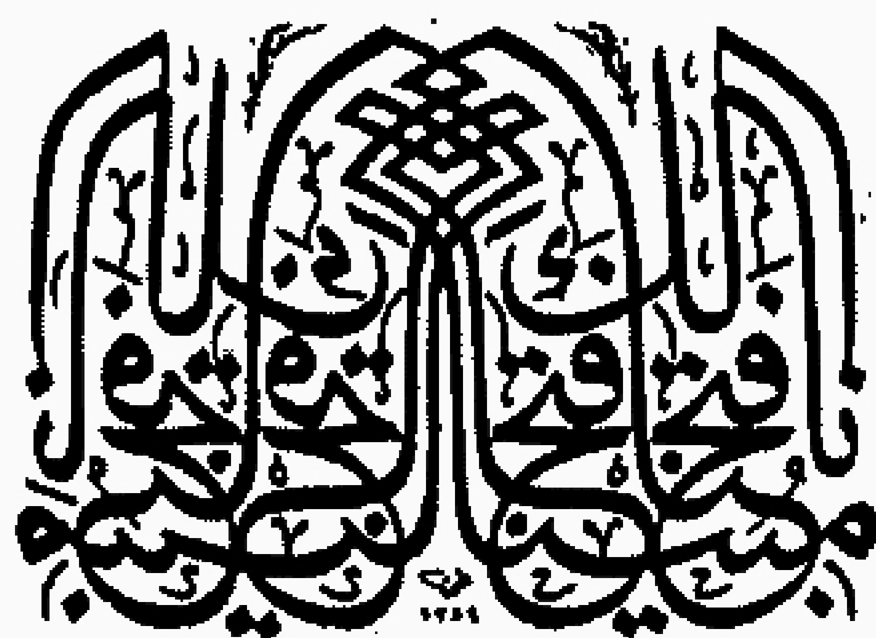
۴۵ ------نظامی بدایونی : قاموس المشاہیر، مطبوعہ بدایوں، ۱۹۱۶ء، ج ۔ ۲، ص ۔ ۱۹۸

* آپ شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی (م ۔ ۹۷۳ھ) کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت مانڈو میں شب جمعہ ۱۱ رجب المرجب ۹۶۲ھ میں ہوئی، (محمد غوثی گلزار ابرار، ص ۔ ۶۱۰)

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سنہ ولادت ۹۶۳ھ لکھا ہے، مگر خود محمد غوثی نے ۹۶۲ھ لکھا ہے، نظامی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے۔ "محمد غوثی، حضرت سید محمد غوث گوالیار شطاری سے بیعت تھے" (حیات شیخ عبدالحق، مطبوعہ دہلی، ص۔ ۲۰۸) یہ بیان صحیح نہیں، کیوں کہ خود محمد غوثی نے لکھا ہے کہ ان کو تاج العرفا شیخ سراج الدین خاں خلیفہ پیر صدر الذاکرین سے شرف بیعت حاصل تھا (گلزار ابرار، ص۔ ۶۱)

۴۶------ T.W.Beale : Oriental Biographical Dictionary, Calcutta, 1881, p.198

۴۷------ محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۶۳۲



حصۂ چہارم

خلفاءِ کبار

خلفاء و مریدین

اہل دل کی عظمت کو پرکھنا ہو تو دیکھئے کہ اس کی عظیم شخصیت اور اس کی ہمہ گیر سیرت نے کتنے دلوں کو گرمئ محبت سے گرمایا اور نور عشق سے جگمگایا۔ دلوں کو زندہ کرنا، اہل دل کا خاص اعجاز ہے۔ اس نظر سے جب شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہیں تو کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شمع جل رہی ہے اور پروانے ہیں کہ ہر طرف سے جوق در جوق چلے آرہے ہیں، کس بلا کی کشش ہے، کس غضب کی جاذبیت ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی (م۔۱۰۰۴ھ) نے شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م۔۹۹۷ھ) کی شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ سے عقیدت وارادت کو موصوف کے کمالات روحانی میں شمار کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے۔

"و بسیارے از مشائخ نامی بزرگ دیگر در ملک دہلی، و گجرات و بنگالہ، از عطف دامن او برخاستہ، و آثار کمال او ہنوز در ہند باقی ماندہ" ۱

شاہ فضل اللہ شطاری نے لکھا ہے کہ کوہ چنار میں ریاضت و مجاہدے کے زمانے سے ہی بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، چناں چہ وہ لکھتے ہیں۔

"اور اس ریاضت کے زمانے میں اکثر خلفاء و مرید طالب و خادم، نعمت سے مستفید و بہرہ مند ہوتے۔ مثلاً شیخ جمال محبوب اللہ، و خواجہ معین الدین خراباتی، و شیخ ناصر قتال، و شیخ نور طبقاتی، و شیخ نعمت اللہ صوفی، و شیخ قاضی شطاری، و شیخ احمد دانا، و شیخ احمد سیاہ، خواجہ عالم حاجی، و شیخ جلال عبدالقاہر، و شیخ فرید سوختہ، و شیخ مبارک مجذوب، و شیخ ماہ عاشق و شیخ عطاء اللہ کنج نشیں، و شیخ داؤد

موحد، و شیخ حسن صاحب دعوت، اور ان کے علاوہ بے شمار مرید
ہوئے جنکی تعداد حد سے زیادہ ہے، جس کا پایان و حساب
نہیں" [۲]

جب شاہ محمد غوث، گوالیار میں مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے تو یہاں بیشمار حضرات مستفیض ہوئے۔ شاہ فضل اللہ شطاری لکھتے ہیں۔

"نیز اکثر خلفاء و خدام، صاحب نعمت و مستعد دولت، اس جگہ سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ چناں چہ شیخ سیف الدین سیف اللہ، شیخ ارزانی عرف شاہ یداللہ، و شیخ جیا اہل اللہ، و شیخ ابو الخیر خراسانی، و سید فتوح ماوراء النہری، و شیخ ناظر فیاض، و شیخ تاج الدین، و غوث نارنولی، و سید مبارک صوفی، و سید احمد عاشق، و شیخ سعد اللہ اور ان کے مثل بسیار خلق عالم صورت سے عالم معنی کو پہونچی ہے اور فائدہ پایا ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا کہ اس راہ مین قدم رکھا ہو اور کوئی دم سوائے حق کے رہا ہو" ۔ [۳]

راقم کے پاس گیارہویں صدی ہجری کا ایک مخطوطہ (موسوم بہ تکمیل الایمان) ہے۔ اس میں شاہ محمد غوث گوالیاری کے مریدین اور خلفاء کی ایک مفصل فہرست ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کا حلقۂ ارادت و بیعت کتنا وسیع تھا۔ اس فہرست میں ان حضرات کے اسماء گرامی ہیں۔

"شیخ جمال کوہی، شیخ ناصر قتال، شیخ قاضا ثانی شطاری، شیخ احمد غازی پوری، شیخ عطاء اللہ طاقی، شیخ ضیاء اللہ میرٹھی، شیخ نصر اللہ لکھنوی، شیخ عبداللہ عشقی، شیخ مجد الدین عاشق اللہ، شیخ عبدالکریم مشہدی، شیخ عبداللہ بغدادی، شیخ جلال الدین موحد،

شیخ عبدالقادر ثانی، شیخ محمد یوسف چڑیا کوٹی، سید سلطان بہڑائچی، سید نظیر الدین بھٹی، شیخ عبدالکریم بھکری، خواجہ عبدالشہید سمر قندی، شیخ عبدالفتح قطب، شیخ غلام ابراہیم، شیخ بہاؤ الدین جونپوری، شیخ عبداللہ قندھاری، شیخ جمال ہانسوی، شیخ محمد عاشق دہلوی، شیخ بہاؤالدین ذکریا، شیخ عبدالسلام، شیخ بدر الدین سیک عبدالرزاق، شیخ محمد جلال تھانیسری، سید محمد، شیخ محمد فاضل، شیخ حسن مکی، شیخ ابو بکر عبداللہ، سید عمر عبداللہ شیخ محمد اسحاق، شیخ حسین ناگوری، شیخ عبدالملک، ملا احمد بیجاپوری، شیخ شہاب الدین، سید عبدالجلیل گجراتی، شیخ اکبر شامی، شیخ احمد شہاب الدین، شیخ صدرلدین ذاکر، سید محمد، (از فرزنداں سید محمد گیسودراز)، مخدوم احمد غواص، شیخ عبدالرسول،

شیخ عبدالرحمان، قاضی صدر الدین لاہوری، سید منصور، شیخ عزیزالدین (از فرزندان شیخ شہاب الدین سہروردی)، شیخ مجیب الدین برہنہ سر (از فرزندان خواجہ بہاؤالدین نقشبند)، شیخ سراج الدین (از فرزندان شیخ عبدالقادر گیلانی)، شیخ نجیب الدین عربی، شیخ عبداللہ عرب، شیخ ابو سعید عرب، شیخ رحمت اللہ عرب، شیخ مسعود عرب، شیخ محمود اعظم عرب، شیخ انعام اللہ عرب، شیخ محمد فاضل عرب، شیخ محمد فضیل عرب، شیخ محمد داؤد عرب، شیخ محمد اسماعیل عرب، حافظ محمد شریف عرب، شیخ معروف حاجی ابراہیم محدث، شیخ ابوالحسن لاہوری، سید عبدالقادر، خواجہ عبدالشہید (از فرزندان خواجہ عبداللہ احرار)، شیخ کمال

صاحب جمال، سید احمد، سید حسن دانشمند قنوجی، خواجہ حسن ترکمانی، میاں تان سین، شیخ عبداللہ بہکہ، شیخ علاؤالدین عرشی، مجذوب سید محمد مقیم بیابانی مجذوب محمد منور، مجذوب سید میر، مجذوب مخاطب مست الست شاہ گوہر، مجذوب شاہ میر علی، مجذوب شاہ فرخ، مجذوب شاہ دہوت، مجذوب شاہ فرحت، مجذوب شاہ قمر، مجذوب شاہ میراں، مجذوب شاہ لطیف، مجذوب شیخ عبدالمجید، شیخ اللہ داد، شیخ عبدالغفور جنگلی، شیخ محمد قاسم شیخ محمد دائم،

شیخ محمد اشرف شرقی، شیخ نور الحق والدین، سید محمد علی ذوقی، سید محمد ملتانی، سید جمیل الدین اصفہانی، شیخ سعید الدین کابلی، شیخ عثمان اکبر آبادی، شیخ محمد اکبر، شیخ محمد اصغر، شیخ محب اللہ، شیخ محی الدین، شیخ عزیز الدین، سید دوست علی، خواجہ لطف اللہ، خواجہ فہیم اللہ، سید محمد امین، سید بقاء اللہ، مولوی محمد صادق، شیخ سعد اللہ بردوانی، شیخ محمد اعظم، سید محمد سالار، شیخ منیرالدین محب خاص، خواجہ شمس الحق تارک دنیا، شیخ عبدالودود، شیخ عبدالوحید، شیخ محمد ہاسم عباسی، شیخ محمد مکارم صدیقی، شیخ محمد فاروق فاروقی، شیخ معین الدین، شیخ انعام اللہ، سید حیدری، شیخ منعم قندھاری، سید محمد شاہد غوثی، شیخ محمد زاہد، شیخ ابوالغیاث، شیخ حفیظ اللہ، شیخ مراد اللہ، سیخ فتح اللہ، میر شاہ علی، سید کرم علی، سید محمد حیدر، کواجہ محمد خلیل، خواجہ احسن اللہ، سید محمد روشن، حافظ محمد ماہ، خواجہ محمد حافظ، خواجہ فخرالدین کیپلی، سید محمد، سید

محمد شاہ، سید یار محمد، سید احمد، سید محمد منیر، شیخ خواجہ عالم، شیخ قطب عالم، شیخ مخدوم عالم، شیخ واسع، شیخ شکر اللہ، خواجہ محمد سعید کشمیری، شیخ عبدالنبی، شیخ اللہ یار، شیخ وجیہ الدین ناگپوری، شیخ منگل، شیخ مصبح اللہ، شیخ فقیر محمد، شیخ محمد مرید، شیخ قدرت مقصود آبادی، شیخ محمد شفیع، شیخ الہ بخش، سید مصطفےٰ، سید مرتضیٰ، سید اشرف علی، سید امداد حسین، سید حسن بخش، سورتی، شیخ امان اللہ، شیخ پیر محمد، شیخ فرہاد، میر کلن، میر امیر بیجاپوری، میر میراں پیرانگی، شیخ محمد ہمت، شیخ چھنگا، شیخ داں للہ، سید ببر علی ملتانی، سید شیخا، شیخ محمد جنید حیدر، میر محمد بادشاہ، شاہ مظفر علی، شاہ غضنفر علی، سید محمد باقر مغربی، سید محمد طاہر سردار الاولیاء، سید محمد طاہر مطہر، شیخ شودھا، سید شاہ باز پرواز، سید نیاز حیدر حیدر، سید آفتاب، سید ماھتاب، شیخ محمد گلبرگی، سید محمد سبحان گلبرگی، سید ظہور الدین، شیخ ظہور اللہ، خواجہ محمد حامد، خواجہ محمد حمید، شیخ ابوالخیر، شیخ نظر محمد، شیخ عین اللہ، شیخ حتو، شیخ بدوح، شیخ بندو، شیخ گھورن، سید محمد مہدی، سید مست علی، شیخ لشکر محمد عارف باللہ برھانپوری، شیخ وجیہ الدین حسینی الحسنی گجراتی، شیخ عبداللہ گنج بخش گڑکھ تیمری، سید محمد عطا عرف حاجی حاضری محمد آبادی، سید محمد کاظم عرف سید بہار زوری، شیخ سراج الدین عبداللہ صوفی، شیخ عبداللہ گنج بخش عرف شیخ اللہ بخش گڑکھ تیمری، شمس الدین زندہ دل، شیخ جیا شادی خان، شیخ مبارک عاشق دانشمند گوالیاری، شیخ دوست محمد

سہرندی"۔

اس تفصیل کے بعد صاحب مخطوطہ لکھتے ہیں۔

"ایں دو صد و بست بزرگ در مشرب شطار خاندان عشقیہ آتش خوارہ مرید حضرت غوث الاسلام محبوب اللہ شدند"[4]

مناقب غوثیہ کے تکملہ نگار نے بھی شاہ محمد غوث کے خلفاء و مریدین کی ایک طویل فہرست دی ہے[5] سید امام الدین احمد نے بھی چند ممتاز خلفاء کا ذکر کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے۔

"دکن و گجرات میں آپ کے تشریف لانے سے بڑے بڑے علماء نے فیض پایا ہے، چناں چہ آج تک دکن و خاندیس آپ کے فیض سے مملو ہے، خلفاء آپ کے بہت ہیں، چناں چہ شیخ لشکر محمد عارف باللہ برہان پوری، شیخ وجیہ الدین گجراتی، شیخ صدر الدین ذاکر، شیخ ولی محمد، شیخ وودو اللہ شطاری، شیخ میاں ابراہیم سرہندی، میاں تان سین، سید کالے شطاری، شاہ منجھن، شیخ ماکو وغیرہ مشہور و معروف ہیں"۔[6]

الغرض شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کے خلفاء و مریدین ہند و پاک اور عرب و عجم میں پھیلے ہوتے تھے، ان کے حالات کے لئے ایک علیحدہ تذکرے کی ضرورت ہے، یہاں صرف چند خلفاء کے اجمالی حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی شیخ وجیہ الدین کے حالات زندگی خود ان کے معاصرین، عبدالباقی نہاوندی، مولانا محمد غوثی اور ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کئے ہیں۔

مولانا محمد غوثی لکھتے ہیں۔

"آپ شیخ نصر اللہ کے بیٹے تھے۔ مولد اور مرقد، دونوں احمد آباد (گجرات) میں ہیں۔ آپ دونوں جہاں کے قطب، دونوں جہاں کے حقائق کے مرکز، حصولی اور حضوری علم کے مالک، اکتسابی اور وہبی علم کے خداوند، کتابی منقوش اشیاء کے رموزداں، اور اسرار لوح محفوظ کے رازدار تھے۔ کہتے ہیں کہ اپ نے علمی صورت سے نکل کر ہجری ۹۰۲ نو سو دو میں عنصری پیکر کے وطن کو اپنی ولادت کے جلوے سے منور فرمایا اور ولادت کے بعد پانچویں سال کے آغاز سے اخیر تینتیس ۳۳ سال تک آپ طرح طرح کے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل میں مشغول رہے یہاں تک کہ ساٹھ علم سے زیادہ ہی زیادہ آپ کو حاصل ہو گئے۔ جب مجازی کثرت آباد سے حقیقی وحدت گاہ کو آخری سفر ہوا تو تاریخ انتیویں ۲۹ صفر تھی اور ہجری ۹۹۷ نو سو ستانوے تھا۔ اس وقت تک اپ تمام علوم کے درس دینے میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بخششیں آپ کے اوقات عزیز کے شامل حال رہیں۔ اس باسٹھ سال کی مدت میں آپ کے فیض رسانی کی بدولت۔ بہت سے ذی استعداد لوگوں نے آپ کی شاگردی سے خلعت استادی پایا اور بلند ہمت صوفیوں نے آپ کی دل نشین تلقین سے خرقہ خلافت حاصل کیا"۔

ملا عبدالباقی نہاوندی بھی شیخ وجیہ الدین سے فیض یات تھے۔ موصوف نے "ماثر رحیمی" شیخ موصوف کی حیات میں تالیف کی تھی۔ اس میں لکھتے ہیں۔

"میاں وجیہ الدین فاضلے دانشمند و عالمے خردمند است و شاگرد
بیواسطہ عماد طارمی بود کہ از جملہ شاگرداں و تلامذہ علامہ زماں و
وحید دوراں مولانا جلال الدین دوانی است کہ از غایت شہرت
احتیاج بتعریف و توصیف نہ دارد۔ و اکثرے از ملایان متبحر
ہندوستان شاگرد میاں موٗمی الیہ اند۔ و بجامعیت او درمیان
فضلائے ایں عصر کسے بہم نمی رسد۔ و در مجاہدہ نفس و ترک
لذات دنیاوی نیز سعی بکمال کردہ۔ تزکیہ نفسے فی الجملہ اورا بہم
رسیدہ بود۔ واحوال خیرمال میاں مذکور از غایت شہرت و نہایت
عالمگیری از تفصیل آں باز دارد"۔ ۸

ملا عبدالقادر بدایونی بھی شیخ وجیہ الدین کے زمانے، میں، موجود تھے۔ شیخ موصوف کے انتقال کے بعد، ان کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

"...... یہ علوی نسب سے تعلق رکھتے تھے لیکن اپنے نسب کو
انہوں نس مسافر ہونے کی وجہ سے شہرت نہ دی۔ اپنے زمانے کے
بڑے عابد و متقی عالم تھے۔ شریعت کی نہایت پابندی کرتے
تھے۔ گوشہ نشینی ان کا شعار تھا۔ ہمیشہ دینی علوم کے درس و
تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ تمام عقلی اور نقلی علوم پر
قدرت و عبور حاصل تھا۔ چناں چہ "صرف ہوائی" سے لے کر
"قانون" "شفا" "شرح مفتاح" اور "عضدی" جیسی کتابوں
سے شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جس پر انہوں شرح یا حاشیہ نہ
لکھا ہو۔ ایک مخلوق ان کے علمی افادہ سے فیض اٹھاتی رہی"۔ ۹

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"ارادت کا تعلق تو کسی اور سے تھا لیکن شیخ محمد غوث سے
تربیت وارشاد حاصل کیا تھا۔ اور آداب طریقت میں ان کے پیرو
تھے۔ انہی کے پاس سلوک کی تکمیل کی تھی۔ صوفیانہ مشرب سے
بڑا ذوق اور مناسبت تھی"۔ ۱۰

مولانا عالم گل بہاری کے تذکرے کے حوالے سے مولانا محمد غوثی نے شیخ وجیہ الدین کا یہ واقعہ نقل کیا ہے جو ۹۸۳ھ میں پیش آیا تھا۔

شیخ وجیہ الدین نے مولانا عالم گل بہاری سے فرمایا۔

"جن مقدمات پر الٰہی حقائق کا دریافت اور کشف موقوف ہے ان مقدمات کی تحصیل کا شوق میرے دل میں بھی اس وقت پیدا ہوا تھا کہ جب درس و تدریس میں مشغول تھا۔ ناگاہ ایزدی مشیت جس کی ہر ایک مقدر شئے میں سو سو نکتے اور نیر نگیاں ہیں، حضرت غوث الرحمان کو گوالیار سے گجرات کی طرف کھینچ لائی۔ یہ صورت مجھکو حضرت غوث الرحمان کی شرف پابوسی سے مشرف ہونے کا باعث ہوئی اور بہت تھوڑے عرصہ میں ممدوح کی کیمیائی پرورش کے ذریعہ میرا اسلام تانبے کی طرح، کندن سونا بن گیا۔ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت میں پہل قدمی کرنا نصیب ہوا۔ اور چند روز بعد خلافت مطلق کا خلعت پاکر سرفراز ہو گیا اور پالیا جو کچھ پاس تھا پھر وہ نہ ملا۔ بیت

انچہ حق بہر بندگان آراست
آرزو آں چناں ندارند خواست ۱۱

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

"انتساب و اعتقاد وے در تصوف بہ شیخ محمد بود اگرچہ مرید جائے

دیگر بود" ۱۲

اور اس "انتساب" اور "اعتقاد" پر شیخ وجیہ الدین کو ناز تھا، ملفوظات مین لکھا ہے۔

"می فرمودند کہ قبل از ملاقات شیخ، ہیچ خبر از خداندا شتم، مرا کہ بہ خدا رسانید شیخ محمد غوث بود رضی اللہ عنہ"۔ ۱۳

مولوی عبدالحق مرحوم نے مقصود المراد کے حوالے سے لکھا ہے۔

"مقصود المراد (ملفوظات سید ہاشم علوی) میں خود شاہ ہاشم (شیخ وجیہ الدین کے بھتیجے) کی زبانی یہ لکھا ہے کہ شاہ وجیہ الدین کی تربیت حضرت شاہ محمد غوث نے فرمائی۔ اور علم حقائق سکھایا اور باوجودیکہ انہوں نے بائیس ۲۲ سال کی عمر میں ایک سو بیس ۱۲۰ علم تحصیل کئے لیکن خود شاہ صاحب (شاہ وجیہ الدین) فرماتے تھے کہ اگر میں شیخ سے ملاقات نہ کرتا تو میں مسلمان نہ ہوتا۔ اور پھر فرمایا کہ جو معرفت اللہ تمام عمر میں حاصل نہ ہوئی تھی وہ ایک شب میں حاصل ہو گئی"۔ ۱۴

شیخ وجیہ الدین کے ملفوظات میں لکھا ہے۔

"دیگر فرمودند "وقتے بہ خواب دیدم پیر دستگیر شاہ قاضن را کہ زیر درخت آسودہ اند۔ فقیر نیز آں جا حاضر شدم۔ "فرمودند کہ کیستی؟۔ "گفتم۔ "فلاں کس مرید شما" فرمودند کہ شمارا بہ ایں درجہ کہ رسانید؟ "گفتم کہ "شیخ محمد غوث" فرمودند "بلے "شیخ محمد غوث ایں چنیں مردیست"۔ ۱۵

اس واقعہ سے شیخ محمد غوث کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا ہے۔

"و لبس الخرقة من الشیخ قاضن قدس سرہ، و لما ورد الشیخ محمد غوث الکوالیاری، صاحب الجواہر الخمسة بگجرات، تلاشی الشیخ وجیہ الدین فی جمالہ و سلک الی منتھی الطریقة فی ظلالہ و متع الطلبہ بجلائل الافادات، و ملاء شرق العالم و غربہ من لوامع البرکات" [16]

(ترجمہ) "جب شیخ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ گجرات میں وارد ہوتے تو شیخ وجیہ الدین ان کے جمال میں گم ہو گئے، اور انھیں کے زیر سایہ طریقت کی انتہا تک پہنچے، طلبہ ان کے افادات عالیہ سے مستفید ہوتے اور مشرق و مغرب کو اپنے انوار برکات سے معمور کر دیا"۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے ماثر الکرام میں بھی شیخ وجیہ الدین کا ذکر کیا ہے۔ [17] مولنا عبدالحیٔ لکھنوی نے اپنی تالیف "الثقافت الاسلامیہ فی الھند" میں شیخ موصوف کا ذکر فرمایا ہے۔ [18] اور یاد ایام میں لکھا ہے۔

"علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی، گجرات کے ان برگزیدہ علماء میں ہیں، جن کے احسان سے اہل ہند کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے، یہ علامہ عماد الدین محمد طارمی کے شاگرد تھے، تقریباً بیس برس کے سن سے انہوں نے تدریس شروع کی اور سرسٹھ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کے پڑھانے میں اپنی اوقات بسر کی اور شرح جامی سے لے کر تفسیر بیضاوی تک تیئیں کتابوں کے حواشی و شروح لکھے، انھیں کی زندگی میں احمد آباد سے لاہور

تک ان کے شاگرد پھیل کر علمی خدمتوں میں مصروف ہو گئے
تھے، اور استاذ الاستذہ کا منصب جلیل اپنی زندگی میں ان کو
حاصل ہو گیا تھا"۔ [۱۹]

الغرض شیخ وجیہ الدین علوی اپنے عہد کے اجلہ علماء و صوفیاء میں سے تھے۔ شاہ محمد غوث سے ایسے عالم کی عقیدت و محبت یقیناً شاہ محمد غوث کی برگزیدگی اور علو مرتبت پر دال ہے، اسی لئے جہاں گیر بادشاہ نے لکھا ہے:۔

"شیخ وجیہ الدین، شیخ محمد غوث کے ایسے بلند مرتبہ خلیفہ تھے جن
پر خود مرشد کو فخر ہوتا ہے"۔ [۲۰]

ٹی۔ڈبلیو۔بیل (T.W.Beale) نے لکھا ہے:۔

"He was the Murshid or master of
Shaikh Wajih-Uddin Alw of Gujrat" 21

آئین اکبری میں ابوالفضل نے بھی شیخ وجیہ الدین کا ذکر کیا ہے [۲۲]

حامد بن فضل اللہ (المعروف بہ جمالی) نے محمد ہمایوں بادشاہ کے عہد میں اولیاء اللہ کے حالات میں ایک تذکرہ موسوم بہ سیر العارفین لکھا تھا، موصوف نے اسکو اپنے شیخ طریقت شاہ سماء الدین دہلوی (متوفی ۹۱۱ھ) کے حالات تجہیز و تکفین پر ختم کیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے:۔

"حضرت شیخ وجیہ الدین احمد کہ قطب زمانہ خود بود، الان مقبرۂ او
در گجرات است" [۲۳]

پھر لکھا ہے:۔

"حضرت شیخ وجیہ الدین احمد مرید حضرت بابا اسحاق مغربی بودہ
است" [۲۴]

بعض تذکرہ نگاروں نے موصوف کو شیخ وجیہ الدین علوی خلیفہ شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ سمجھ لیا۔ حالاں کہ یہ ان سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ کیوں کہ صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ جب ان کے شیخ ۶۵ سال کی عمر میں شیخ وجیہ الدین سے ملے تو موصوف کی عمر ۱۲۳ سال تھی۔ شیخ سماء الدین بقول صاحب سیر العارفین ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ بقول مولانا غلام علی آزاد بلگرامی شیخ وجیہ الدین خلیفہ شاہ محمد غوث کی ولادت ۹۱۱ھ میں جانپانیر میں ہوئی۔[۲۵] ظاہر ہے موصوف وہ شیخ وجیہ الدین نہیں جن کی زیارت شیخ سماء الدین دہلوی نے کی تھی۔

تصانیف شیخ وجیہ الدین کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ کتابوں کے بکثرت شروح و حواشی لکھے ہیں۔ ڈاکٹر زبید احمد نے مندرجہ ذیل چند تصانیف کے نام لکھے ہیں۔

۱۔ حاشیہ علی تفسیر البیضاوی

۲۔ شرح نخبۃ الفکر

۳۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ

۴۔ حاشیہ علی التلویح

۵۔ حاشیہ علی اصول البزودی

۶۔ الحقیقۃ المحمدیۃ

۷۔ حاشیہ علی شرح العضدی علی المختصر لابن حاجب

۸۔ الحاشیہ علی التجوید

۹۔ الحاشیہ علی شرح العقائد للتفتازانی

۱۰۔ الحاشیہ علی الحاشیۃ القدیمۃ

۱۱۔ حاشیہ علی شرح الملخص

۱۲۔ حاشیہ علی شرح الجامی

۱۳۔ شرح ارشاد النحو

۱۴۔ حاشیہ علی المطول

۱۵۔ حاشیہ علی مختصر المعانی[۲۶]

مولانا محمد غوثی نے بھی مندرجہ ذیل حواشی و شروح کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ حاشیہ فوائد ضیائیہ
۲۔ شرح ارشاد قاضی
۳۔ شرح ابیات منہل ومامینی
۴۔ حاشیہ شرح تجرید
۵۔ حاشیہ قطبی
۶۔ شرح شمسیہ
۷۔ حاشیہ شرح کلمتہ العین
۸۔ شرح جام جہاں نما
۹۔ شرح کلید مخزن تصنیف غوث الاولیاء۔[۲۷]

وفات مولانا محمد غوثی نی لکھا ہے کہ شیخ وجیہ الدین نے، ۲۹ صفر ۹۹۷ھ میں احمد آباد (گجرات) میں وفات پائی۔[۲۸] ملا عبدالقادر بدایونی نے سنہ وفات ۹۹۸ھ لکھا ہے۔[۲۹] مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی ۲۹ صفر ۹۹۸ھ لکھا ہے۔[۳۰] اور یہی سنہ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم اور حکیم شمس اللہ قادری[۳۱] نے بھی تحریر کیا ہے۔ مگر موخر الذکر نے تاریخ ۱۹ صفر لکھی ہے۔[۳۲] ملا عبدالقادر بدایونی نے "وجیہ الدین"[۳۳] سے سنہ وفات نکالا ہے اور مولانا رحمان علی نے جنت الفردوس نزلا[۳۴] سے مگر ان دونوں مادوں سے سنہ وفات نہیں نکلتا۔ غالباً مترجمین سے کہیں سہو ہوگیا۔ چوں کہ اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اور شیخ وجیہ الدین کا وصال صفر المظفر میں ہوا اس لئے عین ممکن ہے کہ مولانا محمد غوثی کو اس تبدیلی کا خیال نہ رہا ہو، اس لئے اغلب یہی ہے کہ ۹۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ لشکر محمد عارف آپ کا شمار بھی شیخ محمد غوث کے اجلہ خلفاء میں ہے۔ آپ ملک راجن ابن ملک پیر ابن ملک رکن قریشی کے فرزند رشید تھے۔ مضافات گجرات میں قصبہ ملاسہ میں دسویں صدی ہجری کے آغاز میں پیدا ہوئے۔ والدہ نے تیرہ روز بعد اور والد نے چھ برس بعد وصال فرمایا۔ پرورش دادا نے کی اور ابتداء سن شعور میں قاضی

محمود بیر پوری کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔

سولہ برس کی عمر میں رہنمائے حقیقی کی تلاش میں نکل پڑے طلب صادق تھی اس لئے بحر المعارف شیخ قطب جہانیاں ذاکر نہر والہ کی خدمت میں رسائی ہو گئی۔ شیخ موصوف نے دو سال تک روحانی تربیت کی۔

۹۵۱ھ میں احمد آباد (گجرات) میں شیخ محمد غوث گوالیاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ جب شیخ موصوف نے گوالیار کی طرف مراجعت فرمائی تو آپ نے ہمراہ چلنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر شیخ نے فرمایا۔

"عارف! ہم تم کو اپنی جگہ طالبان معرفت کی ہدایت کے واسطے اس صوبے میں چھوڑتے ہیں" چناں چہ بتعمیل حکم مرشد کم و بیش تیس سال تک احمد آباد میں رہنے کی توفیق ہوئی۔ آخر ہجری ۹۸۲ھ میں برہان پور (خاندیس) کی طرف ارادہ کر کے روانہ ہو گئے"۔ ۳۵

۹۹۳ھ تک رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ اور ۲ شوال سنہ مذکور میں رحلت فرمائی۔ آپ کے نام سے ہی آپ کا سنہ وفات (۹۹۳ھ) نکلتا ہے۔

لشکر محمد عارف کی ایک صاحب زادی بڑی فاضلہ تھیں۔ درس دیا کرتی تھیں۔ عبدالرحیم خان خاناں اور اس کے بیٹے داراب خاں نے لشکر محمد عارف کے جلیل القدر خلیفہ شیخ عیسیٰ جند اللہ سے درخواست کی کہ ہم بوبو راستی علیہا الرحمہ (دختر مذکور) کے درس سے مستفید ہونا چاہتے ہیں چناں چہ۔

"آپ نے قبول فرمایا اور بہلیون پر سوار ہو کر معہ خان خانان وغیرہ راستی پور پہنچے۔ حضرت موصوف لمعات و نزہتہ الارواح اور اسی پایہ کیا علی کتب تصوف بطرز شائستہ و دل نشین

> پڑھانے میں شہرت رکھتی تھیں، درس جاری تھا۔ یہ لوگ کافی
> عرصہ تک اس روز کے درس سے مستفید ہوتے۔ واپسی میں مسیح
> الاولیاء (شیخ عیسیٰ)، داراب خاں کی سواری کے رتھ پر اپنی خانقاہ
> میں تشریف لاتے"۔ ۳۶

شیخ عیسیٰ جند اللہ مسیح الاولیاء۔ شیخ عیسیٰ جند اللہ ابن شیخ قاسم سندھی قدس اللہ سرہ العزیز (م۔ ۱۰۳۱ھ)، شیخ لشکر محمد عارف کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے اسلاف کا وطن قصبہ پاتری (سندھ) تھا۔ ہمایوں کی لشکر کشی سے جب سندھ میں اختلال و بد نظمی پیدا ہوئی تو آپ کے والد ماجد شیخ قاسم اور عم محترم شیخ محدث ۹۵۰ھ میں ترک وطن کر کے احمد آباد تشریف لے گئے۔ ۳۷ بقول اعجاز الحق قدوسی،

> "شیخ قاسم اور ان کے بڑے بھائی شیخ طاہر محمد محدث اپنے
> خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے احمد آباد تشریف لائے اور
> انہوں نے اسی زمانے میں حضرت محمد غوث گوالیاری سے بیعت
> ہو کر چودہ خانوادوں میں خلافت حاصل کی پھر آپ اپنے مرشد کی
> اجازت سے اپنے خاندان کے ساتھ برار تشریف لائے۔" ۳۸

شیخ عیسیٰ جند اللہ کی ولادت ایلچپور (برار) میں ۵ ذی الحجہ ۹۶۲ھ میں ہوئی ۳۹ سقوط سلطنت برار کے بعد شیخ طاہر محدث مع شیخ عیسیٰ برہان پور تشریف لائے۔ والی خاندیس شاہ فاروقی نے محلات اور نقد و جنس پیش کی۔ سندھی مہاجرین بھی آپ کے قریب ہی آباد ہو گئے۔ یہ آبادی آج تک سندھی پورہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ عیسیٰ جند اللہ، شیخ یوسف بنگالی اور شیخ طاہر محدث سے علوم عقلیہ اور نقلیہ میں فارغ ہو کر عم محترم کے مشورہ پر خدا طلبی کی راہ میں جادہ پیما ہوئے۔ غالباً ۹۸۲ھ

میں گوالیار تشریف لائے اور حضرت شیخ محمد غوث کے روضہ پر حاضر ہو کر روحانی لذتیں حاصل کیں۔ ۴۰ گوالیار سے اکبر آباد آئے پھر یہاں سے حکیم عثمان بو بکانی کے حلقہ درس سے مستفید ہونے کے لئے برہان پور تشرف لے گئے۔ مگر آتش شوق اس حلقہ درس میں بھی نہ بجھی۔ انہیں دنوں بازار میں شیخ لشکر محمد عارف کی نگاہ ان پر پڑ گئی۔ آپ نے شیخ عیسیٰ سے فرمایا۔

"تم تو ہمارے ہو، ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟" ۴۱

اس ارشاد پر شیخ عیسیٰ حاضر ہوئے اور ایک دو صحبتوں میں تزکیہ نفس حاصل کیا اور خود مسیح القلوب بن گئے۔ محمد قاسم فرشتہ فرط ارادت سے لکھتا ہے۔

"دو عیسیٰ است فرخندہ در نسل آدم
یکے ابن قاسم، یکے ابن مریم" ۴۲

شیخ محمد عیسیٰ کو تعلیم سے بڑا شغف تھا چناں چہ ملا اسماعیل سے قرآن مجید پڑھا۔ شیخ طاہر محدث سے فقہ و حدیث میں تکمیل کی۔ شیخ مبارک سندھی سے اصول فقہ و علم کلام میں سند فضیلت حاصل کی۔ شیخ عثمان بو بکانی سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل کیا۔ شیخ فتح اللہ شیرازی سے ریاضی و عروض سیکھا۔ شیخ ابراہیم قاری سے تجوید و قراءت سیکھی اور شیخ لسکر محمد عارف سے علم لدنی میں کمال حاصل کیا۔ آپ ہمیشہ ذکر کرامات سے گریز فرماتے تھے۔ اور اپنے شیخ طریقت لشکر محمد عارف کے بارے میں فرماتے۔

"لوگ حضرت شیخ لشکر عارف باللہ کی مجلس میں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر کرتے تو آپ پسند کرتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ مقربان خدا کی اس فضیلت کو باور نہیں

فرماتے؟۔۔۔۔۔ فرمایا۔ اولیاء کی کرامت کا کیونکہ منکر ہونے لگا
لوگ کرامت ہی کو اولیاء اللہ کا کمال سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے اور
یہی مجھے پسند نہیں کیوں کہ کرامت تو ان کے روحانی قرب و
فضیلت کے مقابلے میں ادنیٰ ترین درجہ ہے پھر ادنیٰ چیز کو اعلیٰ
مدارج پر فوقیت دینا ایک طرح سے ان بزرگان کرام کی توہین
ہے"۔[۴۳]

شیخ عیسیٰ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم تھے۔ علماء آپ کے درس سے مستفید ہوا
کرتے تھے۔ ان تصانیف سے آپ کے تبحر علمی کا پتا چلتا ہے۔

۱۔ روضتہ الحسینی (۹۸۹ھ)
۲۔ عین المعانی (۹۹۷ھ)
۳۔ انوار الاسرار (تفسیر قرآن حکیم)
۴۔ رسالہ حواس پنج گانہ
۵۔ حاشیہ بر اشارۂ غریبہ کتاب انسان کامل
۶۔ شرح قصیدہ بردہ (فارسی)
۷۔ رسالہ قبلتہ المذاہب اربعہ
۸۔ حاشیہ بر شرح ضیائیہ
۹۔ فتح محمدی در علوم ما یتعلق بہ التفسیر
۱۰۔ تتمیم شرح مائۃ عامل
۱۱۔ رسالہ عقود
۱۲۔ ترجمہ اسرار الوحی
۱۳۔ رسالہ وحدت الوجود
۱۴۔ رسالہ در بیان تعینات و حقیقت محمدیہ

شیخ عیسیٰ جند اللہ کا وصال ۱۰۳۱ھ میں ہوا۔[۴۴] موصوف کے تفصیلی حالات
گلزار (ص۔ ۵۰۸ تا ۵۳۷) میں مطالعہ کیے جا سکتے ہیں۔

شیخ علی شیر بنگالی آپ بھی شیخ محمد غوث گوالیاری کی خلفاء میں ہیں۔ آپ تمام علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ سے فارغ تھے۔ نور الہدی ابوالکرامات کی نسل سے تھے۔ جو شیخ جلال الدین مجرد کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ شیخ علی شیر بنگالی، شاہ محمد غوث سے بیعت و عقیدت رکھتے تھے۔ شرح نزھتہ الارواح میں خود لکھا ہے کہ جب جوان ہوا تو حق پرستی اور خدا شناسی کے درد نے دل کو گدگدایا، طلب و شوق میں گھر سے نکل پڑا۔ ہر ایک شناساتے درد سے اپنا درد کہتا مگر مداوانہ پاتا بالاخر۔

"ایک رات قصبہ اودھ میں اسی اندیشہ کے اندر غنودگی پیدا ہوئی اور اس حالت میں غوث الاولیاء قدس اللہ سرہ کی مثالی صورت مشاہدہ کی۔ اس مشاہدے نے مجھ کو فریفتہ کر دیا۔ اب ان آرزوں کا ہجوم ہوا کہ بیداری میں دولت ملازمت حاصل کی جاوے۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ غوث الاولیاء آسودگان دہلی کی زیارت کے واسطے تشریف لاتے ہیں یہ سنکر بے تامل شہر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جب موضع کیلوکھری میں پہنچا تو عالم بیداری میں وہی صورت نظر آئی جو میں عالم مثال میں دیکھ چکا تھا۔ جب مدارج بیعت طے ہوتے تو مل گیا جس کی تلاش تھی اور دیکھ لیا جو ملتا نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے چند سال آپ کے خدمت گزاروں میں کھڑے ہو کر بہت کچھ فیض حاصل کیا"۔ [۴۵]

شیخ علی شیر بنگالی کا انتقال ۹۷۰ھ کے کچھ بعد احمد آباد میں ہوا۔ خوبجگاہ وہیں ہے۔

شیخ صدر الدین ذاکر مولانا محمد غوثی نی آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ۔ "آپ شیخ شمس کے بیٹے ہیں، اور نام محمد ہے۔ زادبوم جانپانیر اور خوابگاہ

بردورہ (بڑودہ) ہے۔ آپ کے آبائے کرام سوداگری کے ذریعہ گزر اوقات کرتے تھے۔ پچیس سال کی عمر میں ترک اور تجرید کی توفیق ہوئی۔ ۹۵۲ھ میں قطب الاقطاب غوث الاولیاء کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے..... جب آپ کے پیر بزرگوار نے گجرات سے گوالیار معاودت فرمائی تو آپ ہمراہ گئے۔ اور وہاں پر جواہر خمسہ کو تمام و کمال عمل میں لائے۔ بعدہ خلافت کا خرقہ اور تمام مشہور سلسلوں کا اجازت نامہ حاصل کر کے اپنے وطن میں رہنے کی اجازت لی، ہجری ۹۸۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا" ۴۶

شیخ شمس الدین شیرازی آپ کا لقب اور تخلص زندہ دل تھا۔ شیراز کے رہنے والے تھے۔ فرمارو ایان فارس کی نسل سے تھے۔ جب حکومت بنی اعمام کے ہاتھ آئی تو آپ کے ساتھ انہوں نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ چار و ناچار والدہ کے مشورے سے ترک وطن کیا۔ والدہ نے دو نصیحتیں فرمائی تھیں:-

"۱۔ اپنے دست بیعت سے ایسے بزرگ کا دامن پکڑنا جو زمانہ کا قطب اور غوث ہو"۔

"۲۔ جب تک زندہ رہو واپس آنے کی کوشش نہ کرنا"۔

چناں چہ آپ لباس قلندرانہ پہن کر عراق و عرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر شہر مرشد کامل کو تلاش کیا۔ وہاں سے جزیرہ دیو آئے۔ یہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی جو غوث الاولیاء کے مرید تھے۔ ان کی صحبت میں جذب کی کیفیت پیدا ہوئی۔

"اسی اثنا میں آپ کو اطلاع ملی کہ شیخ محمد غوث..... گوالیار سے

ہجرت فرما کر احمد آباد تشریف لے آتے ہیں۔۔۔۔ چناں چہ
وہاں سے آپ احمد اباد پہنچے اور شرف بیعت حاصل کیا۔ تہذیب
و تکمیل کے بعد آپ کو باشندگان صوبہ دکن کی رہنمائی کی
اجازت ملی۔ مگر شیخ کی حیات میں آپ نے بیعت کرنے کی جرا
ت نہ کی۔ وفات کے بعد شیخ عبدالغفور نامی جوان صالح کو بیعت
کیا تھا"

مولانا محمد غوثی لکھتے ہیں کہ ایک سال بیچ کر کے شیخ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے گوالیار آیا کرتے تھے۔ اور راستہ میں منڈو (مانڈو) میں ان کے محلہ میں قیام کرتے تھے۔ مولانا تے موصوف علم تکسیر اور جفر میں شیخ شمس الدین کے شاگرد تھے۔ ۹۸۶ھ سے گوالیار آنا ترک کر دیا تھا۔ ۹۹۰ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ [۴۷] شیخ عبدالغفور نے آپ کے بعد اس سلسلے کو چلایا۔

شیخ ودود اللہ شطاری آپ شیخ معروف صدیقی کی بیٹے ہیں۔ اسم گرامی شیخ لاد ہے۔ ہمیشہ درویشانہ اور فقیرانہ بسر کی۔ آپ کے اسلاف کا سلسلہ نسب شیخ عبدالرحمان معنعن تک پہنچتا ہے۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

شیخ ودود اللہ سلسلہ شطاریہ میں شیخ محمد غوث سے بیعت تھے۔ کم و بیش بارہ سال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں رہ کر شطاری مشرب کے اشغال واذکار کا طریقہ اور اس کی دعوت کی سندلی۔ اور ان کو عمل میں بھی لاتے۔

غوث الاولیا۔ نے جب گوالیار سے ہجرت فرمائی تو آپ بھی چلے آتے۔ اور چند سال قصبہ آشٹہ میں گوشہ نشیں رہے، ۹۴۷ھ میں ترک سکونت کر کے مالوہ سے

خاندیس میں قصبہ جامود میں اقامت گزیں ہوئے۔

شیخ عیسیٰ جند اللہ نے بھی آپ کی زیارت کی تھی۔ چناں چہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ مجھ کو کسی تقریب سے اپنے مرشد شیخ لشکر محمد عارف کے ہمرکاب جامود کے میدان میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں شیخ ودود اللہ کی ملازمت بھی میسر ہوئی تھی۔ ہم نے ایک نورانی پیر دیکھا جس کی پیشانی سے ولایت و کرامت کے انوار دیکھنے والوں کی نظر کے سامنے عیاں تھے"۔ ۴۸

آپ نے ۹۹۳ھ میں وفات پائی اور جامود (خاندیس) ہی میں مدفون ہوئے۔

شاہ منجھن عبداللہ ابن قاضی خیرالدین کی فرزند رشید اور نجیب الطرفین تھے۔ آپ کے جد امجد خلاصۃ العلماء قاضی تاج الدین نحوی تھے اور نانا زبدۃ السادات قاضی سماء الدین دہلوی تھے۔ جو فتویٰ نویسی کے منصب عالی پر سرفراز تھے اور قتلغ خانی کے خطاب سے مشہور تھے۔

شاہ منجھن کے شیخ طریقت تاج العرفا شیخ تاج الدین بخاری ہیں۔ موصوف جب ہندوستان تشریف لائے تو غوث الاولیاء کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ اور شطاریہ سلسلے میں خرقہ خلافت و اجازت حاصل کیا۔

شیخ تاج الدین نے شاہ منجھن کو غوث الاولیاء کی خدمت میں رہنے کی ہدایت و سفارش کی تھی۔ چناں چہ شاہ منجھن نے غوث الاولیاء سے جواہر خمسہ پڑھی ور اس کو عمل میں لائے۔ غوث الاولیاء نے از راہ کرم وہ خرقہ عطا فرمایا جو کوہستان چنار کے زمانہ ریاضت میں زیب تن فرماتے تھے۔ اس خرقہ کے متعلق مولانا محمد غوثی لکھتے ہیں۔

"ہجری ۱۰۱۴ میں آپ کے فرزند ارجمند شیخ عثمان کے ہاتھوں

راقم نے بھی اس خرقہ کی زیارت کی تھی"۔ ۴۹

شاہ منجھن، شیخ احمدی کے ہم درس تھے۔ تمام علوم متداولہ کا محققانہ درس دیتے تھے۔ حدود شرعیہ کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ پوری زندگی درس و تدریس، و مطالعہ و مراقبہ میں گذری، جس سال شیر خان سوری نے قلعہ راۓ سین فتح کر کے اسلام آباد نام رکھا تھا اس سال آپ اپنے وطن لکھنوتی سے چل کر اس قلعہ میں تشریف لائے۔ اور ایک زمانہ تک اس قلعہ کی شیخ الاسلامی اور خانقاہ داری کے منصب پر فائز رہے۔ جب قلعہ مذکور پر ہنود کا قبضہ ہوا تو آپ وہاں سے ترک سکونت کر کے سارنگ پور (مالوہ) چلے آئے۔ اور یہاں مکان بنالیا ان اطراف میں شاہ منجھن جیسا متبحر عالم موجود نہ تھا۔ بقول مولانا محمد غوثی۔

"آپ کے گرامی قدم کی برکت سے سارنگ پور شہر شیراز کی طرہ دارالعلوم بن گیا اور بہت سے اہل کمال آدمیوں کے واسطے وہاں کی دامن گیر خاک سکونت کا باعث ہوئی"۔ ۵۰

شاہ منجھن آخر میں آشتہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ یہ قصبہ سارنگ پور سے دو منزل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہیں ماہ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ ۵۱ مولانا محمد غوثی بھی شاہ منجھن کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے۔ گلزار ابرار میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

"جب ہجری ۹۸۶ میں مالک اقلیم، اکبر شاہ نے مالوہ کی طرف کوچ فرمایا تو صوبہ مالوہ کے تمام مشائخ ایک وجہ خاص سے لشکر میں فراہم کئے گئے۔ اس مجمعے میں راقم کو شاہ منجھن کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا تھا۔ دیدار اور دست بوسی سے فیض پایا تھا"۔ ۵۲

شیخ عبدالحئی جیوہ شاہ محمد غوث کے اجلۂ خلفاء میں ہیں۔ متوکلانہ زندگی بسر کی۔ تسلیم و رضا کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ شان بے نیازی یہاں تک تھی کہ ایک دن (بقول شیخ داؤد شطاری) حضرت شاہ محمد غوث نے کچھ غلہ آپ کے ہاں بھیجا، آپ نے لینے سے انکار کر دیا، دوبارہ بھیجا گیا، پھر انکار کر دیا، تیسری بار بھیجا تو ساتھ ہی یہ تہدیدی پیغام بھی آیا۔

"دفتر خلافت سے تمہارا نام کاٹ دوں گا!" ۵۳

مگر شیخ جیوہ نے، اپنے شیخ طریقت کو کیا متوکلانہ جواب دیا ہے، فرمایا۔

"پیر کی رہنمائی کی بدولت رد کے خوف کا اور قبول کی امید کا نقش، خاطر درویش سے بالکل دھو دیا گیا ہے۔ یہ تہدیدی پیغام بھی نقش بر آب ہے"۔ ۵۴

شاہ محمد غوث کے پاس جب یہ جواب پہنچا تو آپ خود شیخ جیوہ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور بغلگیر ہو کر ارشاد فرمایا۔

"عبدالحئی! استقامت اور ثابت قدمی کے منصب کا فرمان آج تمہارے نامی نام اور دستخط سے مکمل ہو گیا۔ اب تم الاستقامتہ فوق الکرامتہ کا علم، طریقت کی معرکہ آرائی میں نصب کرو اور فاستقم کما امرت کا تاج افعال کے سر پر اور فقر کی ہفت کشور کی سلطنت اپنے اوپر مسلم سمجھو"۔ ۵۵

گوالیار میں شیخ جیوہ کے دربار میں لوگوں کا اژدھام لگا رہتا تھا، اس سے وہ بہت تنگ دل تھے۔ اس لئے مجبوراً ترک وطن کر کے دہلی آئے۔ یہاں بھی وہی ہجوم رہنے لگا ناچار پانی پت روانہ ہوئے وہاں بھی یہی بھیڑ بھاڑ رہی آخر کار دریائے جمنا کے

کنارے قصبہ بدولی میں گوشہ نشین ہو گئے اور غالباً۔ یہیں وفات پائی۔

المختصر شاہ محمد غوث کے خلفاء۔ اور مریدین ہر طرف پھیلے ہوتے تھے۔ چناں چہ گوالیار میں موصوف کے فرزند شیخ عبداللہ (م۔ ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) مسند نشین ہوتے۔ شیخ مبارک اور شیخ بدیع الزمان سمر قندی بھی۔ یہیں تھے۔ موصوف نے شاہ محمد غوث کی تصانیف "کلید مخازن" اور "کنز الوحدہ" پر حواشی لکھے اور تعلیقات لگائیں۔ اکبر آباد میں شاہ محمد غوث کے دوسرے فرزند شیخ نور الدین ضیاء اللہ (م۔ ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۲ء) مسند نشین تھے۔ شیخ عبداللہ صوفی بھی۔ یہیں تھے۔ برہان پور (خاندیس) میں شیخ اکمل الدین برہان، شیخ لشکر محمد عارف (م۔ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء) اور سراج محمد بنیانی سلسلے کی اشاعت فرمارہے تھے۔ بڑودہ میں شیخ صدر الدین محمد شمس ذاکر (م۔ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء) اور شیخ حبیب شطاری فیض رساں تھے۔ احمد آباد میں شاہ محمد غوث کے دو صاحب زادگان شیخ اویس اور شیخ اسماعیل رونق افروز تھے۔ اعاظم خلفاء میں شیخ وجیہ الدین علوی اور علی شیر بنگالی مستفیض فرمارہے تھے سنبھل میں شیخ محمد عاشق، اجمیر میں مولانا عبدالفتاح ناگوری، سرہند میں شیخ محمد جمالی، کالپی میں شیخ جلال واصل، بدولی میں شیخ جیوہ عبدالحیّ، بیجاپور میں شیخ شمس الدین شیرازی، اجین (مالوہ) شیخ احمد متوکل اور شیخ عالم، سارنگ پور میں شیخ منجھن، غرض سارے اطراف واکناف میں خلفاء پھیلے ہوتے تھے اور سلسلہ شطاریہ کی اشاعت پورے آب و تاب کے ساتھ ہو رہی تھی۔ شاہ وجیہ الدین (م۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء) کے خلیفہ شیخ صبغت اللہ بروچی (م۔ ۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶ء) نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور اس سلسلہ کو حجاز میں پھیلایا۔

حواشی و حوالے

۱ ------عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء، ج۔۳، ص۔۴
۲ ------فضل اللہ شطاری: مناقب غوثیہ (اردو) مطبوعہ آگرہ، ۱۹۳۳ء، ص۔۲۲
۳ ------ایضاً، ص۔۳۳
۴ ------تکمیل الایمان (قلمی)، ص۔۴ تا ۱۰
۵ ------محمد ظہیر الحق: تکملہ مناقب غوثیہ، ص ۶۷ تا ۷۰
۶ ------امام الدین: تاریخ الاولیاء، مطبوعہ بمبئی، ص۔۴۔۳۶۳
۷ ------محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔۴۰۵
۸ ------عبدالباقی نہاوندی: ماثر رحیمی، مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۲۴ء، ص۔۱۸۔۱۷
۹ ------عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ (اردو)، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۳ء، ص۔۵۸۴
۱۰ ------ایضاً، ص۔۵۸۴
۱۱ ------محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۶۲ھ، ص۔۴۰۶
۱۲ ------عبدالحق محدث: اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ، ص۔۱۶۳
۱۳ ------ملفوظات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی، فارسی قلمی (قبل ۱۰۹۸ھ)، اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور
۱۴ ------ڈاکٹر عبدالحق مرحوم: "اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۳ء، ص۔۳۵
۱۵ ------شاہ وجیہ الدین علوی: ملفوظات (قلمی)، پشاور
۱۶ ------غلام علی آزاد بلگرامی: سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان (۱۰۷۷ھ)، ص۔۴۵
۱۷ ------غلام علی آزاد بلگرامی: ماثر الکرام، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء، ص۔۱۹۶
۱۸ ------ عبدالحئی الحسنی: الثقافت الاسلامیہ فی الہند، مطبوعہ دمشق، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء، ص۔۱۸۶
۱۹ ------عبدالحئی لکھنوی: یاد ایام، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء، ص۔۶۔۶۵
۲۰ ------نورالدین جہانگیر: تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء، ص۔۴۵۰

۲۱------ T.W.Beale : Oriental Biographical Dictionary, Calcutta, 1881

۲۲------ ابوالفضل : آئین اکبری، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۹۳۸ء، ج۔۱، ص۔۴۸۸

۲۳------ حامد بن فضل اللہ جمالی : سیر العارفین، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ۱۷۹

۲۴------ ایضاً، ص۔ ۱۸۰

۲۵------ غلام علی آزاد بلگرامی : ماثر الکرام، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء، ص۔ ۱۹۶

۲۶------ Dr. Zubaid Ahmad : The Contribution of India to Arabic Literature, Allahbad, 1945, p. 409

۲۷------ محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۴۰۹

۲۸------ ایضاً، ص۔ ۴۰۵

۲۹------ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ (اردو) ج۔ ۳، ص ۵۸۵

۳۰------ غلام علی آزاد بلگرامی : سبحۃ المرجان، ص۔ ۴۵

۳۱------ عبدالحق : اردو کی نشو و نما میں، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۳ء، ص۔ ۳۷

۳۲------ شمس اللہ قادری : اردوئے قدیم، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۲۵ء، ص۔ ۲۴

۳۳------ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ، جلد سوم (اردو)، ص۔ ۵۸۵

۳۴------ مولانا رحمان علی : تذکرۂ علمائے ہند (اردو)، مطبوعہ ۱۹۶۱ء، کراچی، ص۔ ۵۴۰

۳۵------ محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص۔ ۲۔ ۳۶۱

۳۶------ مطیع اللہ راشد برہان پوری : تذکرۂ اولیاء سندھ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۔ ۵۲۔ ۵۱

۳۷------ شیخ اسماعیل فرحی : کشف الحقائق (قلمی) بحوالہ راشد برہان پوری، ص۔ ۳۱

۳۸------ اعجاز الحق قدوسی : تذکرۂ صوفیاء سندھ، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۱۵۶

۳۹------ عیسیٰ جند اللہ : عین المعانی (قلمی)

۴۰------ مطیع اللہ راشد برہان پوری : تذکرۂ اولیاء سندھ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۔ ۳۴

۴۱------ ایضاً، ص۔ ۳۵

۴۲------ محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی : تاریخ فرشتہ، مطبوعہ حیدر آباد دکن

۴۳------ راشد برہان پوری : تذکرۂ اولیاء سندھ، ص۔ ۹۔ ۴۸

۴۴------ محمد غوثی : گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ ۱۳۲۶ھ،

۴۵------ ایضاً، ص ۳۰۹

۴۶ ------ایضاً، ص۔ ۳۳۰

۴۷ ------ایضاً، ص۔ ۳۵۴۔۵

۴۸ ------ایضاً، ص۔ ۳۸۶

۴۹ ------ایضاً، ص۔ ۳۷۲

۵۰ ------ایضاً، ص۔ ۳۷۲

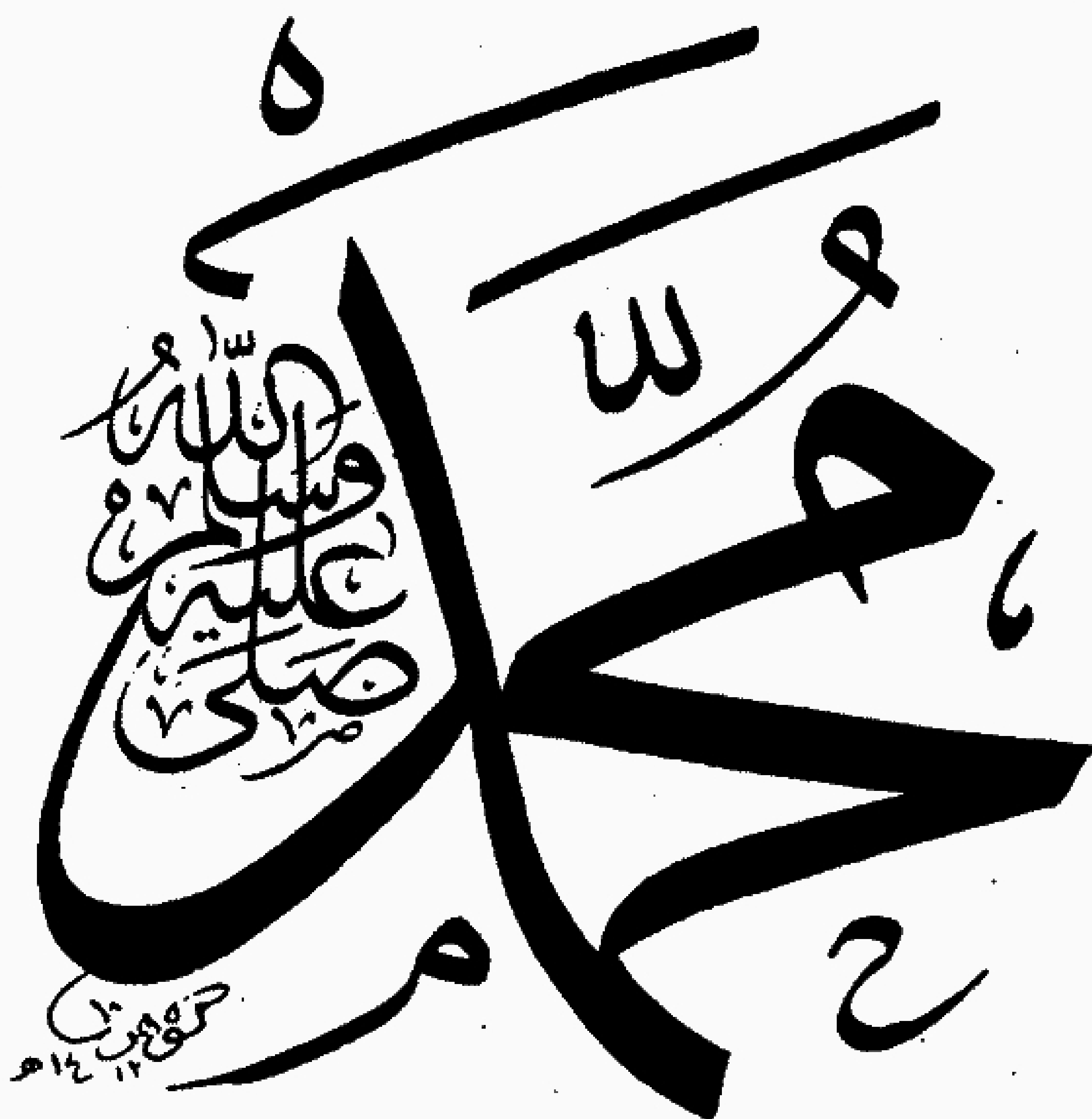
۵۱ ------ایضاً، ص۔ ۳۷۳

۵۲ ------ایضاً، ص۔ ۳۷۳

۵۳ ------ایضاً، ص۔ ۴۰۴

۵۴ ------ایضاً، ص۔ ۴۰۴

۵۵ ------ایضاً، ص۔ ۴۰۵۔۶



ضمیمہ

(شجرات)

شجرۂ نسب شیخ محمد غوث بن سید خطیر الدین ثانی بن سید عبدالطیف بن سید معین الدین قتال بن سید خطیر الدین آتشی بن سید بایزید پارسا بن سید فرید الدین عطار نیشاپوری بن سید ابو اسماعیل ثانی بن احمد صادق ثانی بن سید نجم الدین بن سید تقی الدین بن سید نور الدین بن سید ابابکر بن سید عبداللہ بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادق بن سید امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امام علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب۔

شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ کے اخلاف کا تفصیلی شجرہ تو نہ مل سکا البتہ موصوف کے بڑے صاحب زادے شاہ عبداللہ (م۔ ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) کی اس ایک شاخ کا شجرہ جس میں درگاہ غوث الاولیاء کا منصب سجادگی منتقل ہوتا چلا آیا ہے سید خطیر الدین صاحب نے عنایت فرمایا ہے جو موصوف کی اولاد میں ہیں۔ یہ شجرہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

شاہ محمد غوث

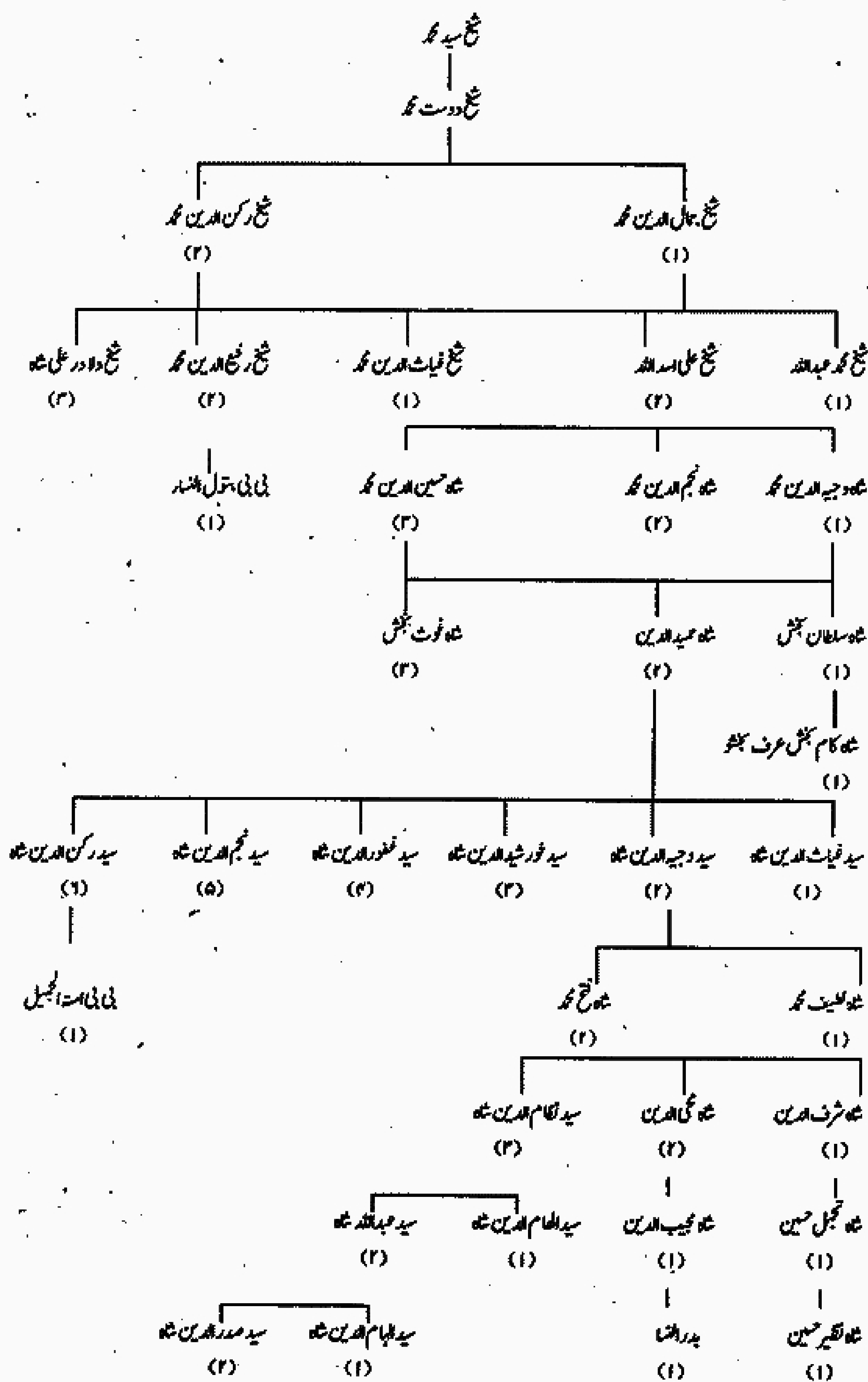
|

شیخ عبداللہ

|

شیخ وجیہ الدین محمد

|



شیخ سید محمد
شیخ دوست محمد
شیخ جمال الدین محمد (۱)
شیخ رکن الدین محمد (۲)
شیخ محمد عبداللہ (۱)
شیخ علی اسداللہ (۲)
شیخ غیاث الدین محمد (۱)
شیخ رفیع الدین محمد (۲)
شیخ داؤد علی شاہ (۳)
شاہ وجیہ الدین محمد (۱)
شاہ نجم الدین محمد (۲)
شاہ حسین الدین محمد (۳)
بی بی بتول النساء (۱)
شاہ سلطان بخش (۱)
شاہ حمید الدین (۲)
شاہ غوث بخش (۳)
شاہ کام بخش عرف بجھو (۱)
سید غیاث الدین شاہ (۱)
سید وجیہ الدین شاہ (۲)
سید خورشید الدین شاہ (۳)
سید غفور الدین شاہ (۴)
سید نجم الدین شاہ (۵)
سید رکن الدین شاہ (۶)
بی بی امۃ الجلیل (۱)
شاہ لطیف محمد (۱)
شاہ فتح محمد (۲)
شاہ شرف الدین (۱)
شاہ محی الدین (۲)
سید نظام الدین شاہ (۳)
شاہ تجمل حسین (۱)
شاہ نجیب الدین (۱)
سید عبداللہ شاہ (۲)
سید الہام الدین شاہ (۱)
سید صدر الدین شاہ (۲)
بدرالنساء (۱)

سید انعام الدین شاہ (۱) — سید عبداللہ شاہ (۲)

شاہ نظیر حسین (۱) — بدر النسا (۱)

شاہ سید حسین (۱) — شاہ مظہر حسین (۲)

سید مجیب الدین شاہ (۱)

سید علی حسین شاہ (۱)
(موجودہ سجادہ نشیں)
(گوالیار میں مقیم ہیں)

سید غیاث الدین شاہ (۱) — سید ظہیر الدین شاہ (۲)

سید وجیہ الدین (۱)

سید محمد راشد (۱) — سید محمد طاہر (۲) — سید محمد ارشد

سید محمد اسعد

سید محمد طٰہٰ — سید محمد طیب

سید محمد محسن

سید عارف الدین — سید ذکی الدین — سید عمران الدین



شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ نے اوراد غوثیہ (۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) میں مختلف سلاسل کے شجرہ ہائے خلافت تحریر کئے ہیں، یہاں خاص خاص سلسلوں کے شجرے نقل کئے جاتے ہیں۔

شجرہ خلافت طریقہ شطاریہ شیخ محمد غوث بن ظہور حاجی حصور عن شاہ ابو الفتح ہدایت اللہ عن شیخ قاضن عن شیخ عبداللہ عن شیخ محمد عارف عن شیخ محمد عاشق عن شیخ خدا قلی ماوراء النہری عن شیخ ابو الحسن خرقانی عن ابو المظفر مولانا ترک طوسی عن شیخ خواجہ اعز عشقی عن خواجہ محمد مغربی عن بایزید بسطامی عن امام جعفر صادق عن امام باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین عن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم عن رسالت پناہی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرہ خلافت طریقہ چشتیہ شیخ محمد غوث عن شیخ ظہور حاجی حصون عن شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست عن شیخ قاضن عن شیخ محمد ابن غیاث عن شیخ معین الاسلام عن شیخ حسام الدین عن شیخ نور قطب العالم عن شیخ علاء الحق عن شیخ سراج الدین عثمان عن شیخ نظام الدین اولیاء۔ عن شیخ فرید الدین شکر گنج عن خواجہ خواجہ قطب الدین عن خواجہ معین الدین چشتی عن خواجہ عثمان ہارونی عن خواجہ حاجی شریف زندانی عن حضرت مودود چشتی عن خواجہ یوسف چشتی عن خواجہ محمد چشتی عن خواجہ احمد قطب الدین چشتی عن خواجہ ابو اسحاق چشتی عن خواجہ ممشاد ابو اسحاق عن خواجہ ھبیرۃ البصری عن خواجہ حذیفہ مرعشی عن سلطان ابراہیم ادھم عن خواجہ فضیل بن عیاض عن خواجہ عبدالواحد ابن زید عن خواجہ حسن بصری عن حضرت امام علی ابن ابی طالب عن رسالت پناہی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرہ خلافت طریقہ سہروردیہ شیخ محمد غوث عن شیخ ظہور حاجی حصور عن ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست عن شیخ قاضن عن شیخ رکن الدین عن شیخ تاج الدین عن مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری عن شیخ رکن الدین ابو الفتح بہاء الدین عن شیخ صدر الدین ابو الفضل بہاء الدین عن شیخ ابو البرکات بہاء الدین زکریا عن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عن خواجہ وجیہ الدین ابو حفص عن شیخ محمد المعروف بعمویہ عن شیخ احمد اسود عن شیخ ممشاد علوی عن خواجہ جنید بغدادی عن خواجہ سری سقطی عن معروف کرخی عن خواجہ حبیب عجمی عن خواجہ حسن بصر عن حضرت امام علی ابن ابی طالب عن رسالت پناہی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرہ خلافت طریقہ قادریہ شیخ محمد غوث عن شیخ ظہور حاجی حصور عن شیخ ابو شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست عن شیخ قاضن عن شیخ عبدالوہاب عن شیخ عبدالرؤف عن شیخ محمود عن شیخ عبدالغفار صدیقی عن شیخ محمد عن شیخ علی حسینی عن شیخ جعفر احمد حسینی عن شیخ ابراہیم حسینی عن شیخ عبداللہ حسینی عن شیخ عبدالرزاق عن غوث الاسلام سید محی الدین عبدالقادر جیلانی عن غوث الاسلام ابو سعید بن مبارک مخزومی عن شیخ ابوالحسن علی القریشی عن شیخ یوسف بن یوسف طرطوسی عن شیخ احمد عبدالعزیز الیمنی عن ابوالقاسم عباس احمد یمنی عن شیخ ابو بکر عبداللہ شبلی عن خواجہ جنید بغدادی عن خواجہ سری سقطی عن خواجہ معروف کرخی عن امام علی موسی الرضا عن حضرت موسی کاظم عن امام جعفر صادق عن امام احمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین عن امیرالمومنین علی مرتضی عن رسالت پناہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرۂ خلافت طریقۂ فردوسیہ شیخ محمد غوث عن شیخ ظہور حاجی حضور عن ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست عن شیخ کریم الدین عن شیخ جمال الدین عن شیخ محمد علا عن حضرت علا بدایونی عن شیخ شرف الدین یحیی منیری عن شیخ نجیب الدین فردوسی عن شیخ رکن الدین عن شیخ بدر الدین سمرقندی عن خواجہ سیف الدین باخرزی عن خواجہ نجم الدین کبری عن شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عن شیخ وجیہ الدین ابو حفص عن شیخ محمد بن عبداللہ المعروف بعمویہ عن شیخ احمد اسود عن خواجہ ممشاد علوی عن خواجہ جنید بغدادی عن شیخ سری سقطی عن خواجہ معروف کرخی عن امام علی موسی رضا عن امام موسی کاظم عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین عن حضرت امام علی ابن ابی طالب عن حضرت رسالت پناہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرۂ خلافت طریقۂ اویسیہ شیخ محمد غوث عن شیخ ظہور حاجی حضور عن شیخ علی شیرازی عن شیخ عبداللہ مصری عن حضرت خواجہ اویس قرنی عن حضرت رسالت پناہی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔



کتابیات

(اردو، فارسی، عربی اور انگریزی مآخذ)

۱۔ ابوالفضل، شیخ : آئین اکبری، جلد اول، اردو، (مترجمہ محمد فدا علی طالب)، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء۔

۲۔ ابوالفضل، شیخ : رقعات ابوالفضل، فارسی، (مرتبہ جلال الدین احمد)، مطبوعہ ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء۔

۳۔ احمد شناوی، شیخ : شرح جواہر خمسہ، (عربی)

۴۔ اعجاز الحق قدوسی : تذکرۂ صوفیائے سندھ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء۔

۵۔ امام الدین احمد : تاریخ الاولیاء اللہ، مطبوعہ بمبئی

۶۔ امام بخش بن پیر بخش : حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار، (اردو)

۷۔ انتظام اللہ شہابی، مفتی : سوانح حضرت محمد غوث، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء۔

۸۔ بدیع الدین، شیخ : شرح کنز الوحدہ، (عربی)

۹۔ تذکرۃ الاولیاء، (قلمی)، غمگین اکادمی گوالیار، جلد نمبر ۶۱۰

۱۰۔ جوہر اکبر آفتابچی : ہمایوں نامہ، اردو، (مترجمہ احمد الدین احمد) مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء۔

۱۱۔ حامد بن فضل اللہ، جمالی : سیر العارفین، (فارسی)، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء۔

۱۲۔ خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ دہلی ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء۔

۱۳۔ داراشکوہ، شہزادہ : سفینۃ الاولیاء، (فارسی)، مطبوعہ کانپور، ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء۔

۱۴۔ داراشکوہ، شہزادہ: سفینۃ الاولیاء، اردو، (مترجمہ محمد وارث کامل)، مطبوعہ لاہور

۱۵۔ داراشکوہ، شہزادہ : سفینۃ الاولیاء، اردو، (مترجمہ محمد علی لطفی)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء۔

۱۶۔ ذکاء اللہ، مفتی : اقبال نامہ اکبری، (اردو)، مطبوعہ دہلی، ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء۔

۱۷۔ رحمان علی، مولانا : تذکرۂ علمائے ہند، (فارسی)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء۔

۱۸۔ رحمان علی، مولانا: تذکرۂ علمائے ہند، اردو، (مترجمہ محمد ایوب قادری)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء۔

۱۹۔ سکندر بن محمد : مرات سکندری، (فارسی)، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء۔

۲۰۔ شمس اللہ قادری، حکیم : اردوئے قدیم، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء۔

۲۱۔ صدیق حسن خاں، نواب : ابجد العلوم (عربی)، جزء ثالث رحیق المختوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ / ۱۸۸ء۔

۲۲۔ صفی الدین بن احمد : سمط المجید، (عربی)، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء۔

۲۳۔ ظہیر الدین محمد بابر، بادشاہ : تزک بابری، (اردو)، (مترجمہ نصیر الدین حیدر)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء۔

۲۴۔ عبدالباقی نہاوندی: ماثر رحیمی، (فارسی)، جلد اول، مطبوعہ کلکتہ، ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴۔

۲۵۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: اخبار الخیار، (فارسی)، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳۔

۲۶۔ عبدالحق، مولوی: اردو کی نشو و نما میں صوفیاء کرام کا کام، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳۔

۲۷۔ عبدالحئی الحسنی الکھنوی: الثقافتہ الاسلامیہ فی الہند، (عربی)، مطبوعہ دمشق، ۱۳۷۳ھ / ۱۹۷۷۔

۲۸۔ عبدالحئی الحسنی الکھنوی: یاد ایام، (اردو)، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹۔

۲۹۔ عبدالقادر بدایونی، ملا: منتخب التواریخ، (فارسی) جلد دوم و سوم، مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۹۔

۳۰۔ عبدالقادر بدایونی، ملا: منتخب التواریخ، (اردو)، (مترجمہ مولوی احتشام الدین)، مطبوعہ کلکتہ، ۱۳۸۲ھ / ۱۸۶۹۔

۳۱۔ عبدالقادر بدایونی، ملا: منتخب التواریخ، (اردو)، (مترجمہ محمود احمد فاروقی)، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲۔

۳۲۔ عبدالمجید سالک، مولانا: مسلم ثقافت ہندوستان میں، (اردو)، مطبوعہ لاہور

۳۳۔ علی اکبر حسینی اردستانی: مجمع الاولیاء، قلمی، (فارسی)، مکتوبہ علی اکبر ۲ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳۔ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن، نمبر ۶۴۵

۳۴۔ علی شیر بنگالی، مولانا: نزھتہ الارواح، (عربی)

۳۵۔ علی شیر قانع تتوی: تحفتہ الکرام، (اردو)، (مترجمہ اختر رضوی)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء۔

۳۶۔ علی شیر قانع تتوی: مقالا الشعراء، فارسی، (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۷ء۔

۳۷۔ عین الدین بیجاپوری: تذکرۃ الاولیاء ہند، (فارسی)،

۳۸۔ غلام سرور لاہوری لاہوری، مفتی: خزینتہ الاصفیاء، (فارسی)، مطبوعہ لکھنو، ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء۔

۳۹۔ غلام علی آزاد بلگرامی: سبحتہ المرجان فی آثار ہندوستان، (عربی)، ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء۔

۴۰۔ غلام علی آزاد بلگرامی: ماثر الکرام، (فارسی) مطبوعہ آگرہ، ۱۳۲۸ء / ۱۹۱۰ء۔

۴۱۔ غلام مصطفے خاں، ڈاکٹر: علمی نقوش، (اردو)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء۔

۴۲۔ فضل اللہ قمی: خلاصتہ الاثر فی اعیان قرن الحادی العشر، (عربی)،

۴۳۔ فضل اللہ شطاری: مناقب غوثیہ، (اردو)، (مترجمہ محمد ظہیر الحق احمد آبادی)، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۳ء۔

۴۴۔ فضل علی شاہ، سید: کلیات گوالیاری، قلمی، (فارسی)، مکتوبہ عبدالرحیم کشمیری، ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ (مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء)۔

۴۵۔ فقیر محمد جیلمی: حدائق الحنیفہ، (اردو) مطبوعہ لکھنو، ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء۔

۴۶۔ محمد اسمٰعیل رمزی : آئینہ ولایت، (اردو)، مطبوعہ بھوپال، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء۔

۴۷۔ محمد اقبال، علامہ : اقبال نامہ، (فارسی)، (مرتبہ شیخ عطاء اللہ)، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / 1951ء۔

۴۸۔ محمد اکرام، شیخ : رود کوثر، (اردو)، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء۔

۴۹۔ محمد حسین آزاد : دربار اکبری، (اردو)، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء۔

۵۰۔ محمد خطیر الدین، سید : سندان غوثیت، (اردو)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔

۵۱۔ محمد عقیلۃ المکی : لسان الزمان، (عربی)

۵۲۔ محمد غوث، شاہ : جواہر خمسہ (قلمی، فارسی)، مکتوبہ ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء۔ سندھ یونیورسٹی لائبریری، حیدر آباد (مغربی پاکستان)

۵۳۔ محمد غوث، شاہ : جواہر خمسہ، (قلمی)، گیارہویں صدی ہجری، اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور

۵۴۔ محمد غوث، شاہ : جواہر خمسہ، (قلمی)، مرقومہ محمد واصل بیگ قادری ۸ صفر المظفر ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء، انڈیا آفس لائبریری، لندن، مخطوطہ نمبر ۲۱۲۴

۵۵۔ محمد غوث، شاہ : جواہر خمسہ، (قلمی)، انڈیا آفس لائبریری، لندن، مخطوطہ نمبر ۳۶۴۱

۵۶۔ محمد غوث، شاہ : جواہر خمسہ، (اردو)، (مترجمہ مرزا محمد بیگ دہلوی)، مطبوعہ دہلی، ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء۔

۵۷۔ محمد غوث، شاہ: جواہر خمسہ، (اردو)، (مترجمہ سید میر حسن) مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء۔

۵۸۔ محمد غوث، شاہ: جواہر خمسہ، (اردو)، (مترجمہ محمد عبدالحکیم) مطبوعہ لکھنؤ

۵۹۔ محمد غوث، شاہ: اوراد غوثیہ، (فارسی)، مطبوعہ رانچور، ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء۔

۶۰۔ محمد غوث، شاہ: کنز الوحدہ، کنز الوحدہ، (عربی)

۶۱۔ محمد غوثی، مولانا: گلزار ابرار، (اردو)، (مترجمہ فضل احمد) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء۔

۶۲۔ محمد فاضل شاہ: مخبر الواصلین، (فارسی)

۶۳۔ محمد قاسم ہندو شاہ، فرشتہ: تاریخ فرشتہ، (فارسی)، جلد اول، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء۔

۶۴۔ محمد مطیع اللہ راشد: تذکرہ (فارسی)، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء۔

۶۵۔ محمد ہاشم علوی، سید: مقصود المراد، (فارسی)

۶۶۔ مصطفےٰ بن عبداللہ، حاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، (عربی)، جلد دوم و سوم، مطبوعہ لندن

۶۷۔ مصطفےٰ بن عبداللہ، حاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، (عربی)، جلد اول، مطبوعہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء۔ (مصر؟)

۶۸۔ نجم الدین غزی، شیخ: لطف الثمر و قطف الثمر، (عربی)

۶۹۔ نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، (اردو)، مطبوعہ بدایوں، ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء۔

۷۰۔ نور الدین جہاں گیر، بادشاہ: تزک جہاں گیری، (اردو)، (مترجمہ سلیم واحد سلیم)، مطبوعہ لاہور، ۱۲۸۰ھ / ۱۹۶۰ء۔

۷۱۔ وجیہ الدین علوی، شیخ : ملفوظات (قلمی)، فارسی، ماقبل ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶ء۔
اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور

۷۲۔ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ : انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، (فارسی)

۷۳۔ انفاس العارفین، (فارسی)، مطبوعہ مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء۔

۷۴۔ یوسف البادر سرکیس : المطبوعاة العربیہ و المعربہ، (عربی)، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء۔

75- Abul Fazl : Akbar Nama, English translation by Beveridge, Calcutta, vol. III, 1910

76- Amir Syed Ali Hamadani : Resala-e-Futuwwatiyya, edited by Dr. Marian Mile, Istanbul, 1961.

77- C.A.Storey : The Persian Literature, vol I, Part II, (Biography), London, 1953

78- D. Broinerd Spooner : Annual Report of the Archaelogical Survey of India, Simla, 1924

79- Fergusson : Eastern Architecture, 1960

80- Gustavus Fluegel : Kashf al-Zunoon, (Italian Translation with Arabic Text, London, vol II & III

81- Havell : Indian Architecture.

82-H. M. Elliot : The History of India, Calcutta, 1953

83- Hermann Ethe : The Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of the India Office, Oxford, vol. I, 1903 & 1937

84- James Hastings etc : The Encyclopaedia of Religion and Ethics, vol. XI, New York, 1954

85- Levy : The Persian Literature, London, 1948

86- Lepel Griffin : The Famous Monuments of Central India, 1886

87- Luard & Dawarkanath Sheopuri : Gawalior Gazetteers.

88- M.TH. Houtsma etc : The Encyclopaedia of Islam, Leyden (Holland), vol. III, 1913.

89- Nawrath, Dr : Indian Architecture.

90- Sir Wolseley Haig, Lt. Colonel : The Cambridge History of India, vol. IV, Delhi, 1957

91- Tara Chand, Dr : The Influence of Islam on Indian Culture, Allahbad.

92- Theodr de Bary : Sources of Indian Tradition, New York, 1959.

93- T. W. Beale : Oriental Biographical Dictionary, Calcutta, 1881.

94- V. A. Smith : Akbar The Great Mughal, Oxford, 1919.

95- Zubaid Ahmad, Dr : The Contribution of India to Arabic Literature, Allahbad, 1945.



مسعود ملت کے آثار علمیہ

تصنیفات

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۱۔	شاہ محمد غوث گوالیاری	سوانح	میرپور خاص	۱۹۶۴ء
۲۔	تذکرہ مظہر مسعود	سوانح	کراچی	۱۹۶۹ء
۳۔	اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر (غیر مطبوعہ مقالہ، ڈاکٹریٹ، سندھ یونیورسٹی)	قرآنیات	حیدر آباد سندھ	۱۹۷۰ء
۴۔	فاضل بریلوی اور ترک موالات	سیاسیات	لاہور	۱۹۷۱ء
۵۔	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	سوانح	لاہور	۱۹۷۳ء
۶۔	حیات مظہری	سوانح	کراچی	۱۹۷۴ء
۷۔	عاشق رسول	ادب	لاہور	۱۹۷۶ء
۸۔	سیرت مجدد الف ثانی	سوانح	لاہور	۱۹۷۶ء
۹۔	موج خیال	ادب	کراچی، بمبئی	۱۹۷۷ء
۱۰۔	حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال	فلسفہ	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۱۔	Neglected Genius of The East	سوانح	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۲۔	مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی	سوانح	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۳۔	حیات فاضل بریلوی	سوانح	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۴۔	تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم	سیاسیات	لاہور	۱۹۷۹ء
۱۵۔	شاعر محبت	ادب	گجرات	۱۹۷۹ء

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۱۶۔	محبت کی نشانی	فقہ وادب	کراچی، الہ آباد	۱۹۸۰ء
۱۷۔	حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی	سوانح	سیالکوٹ	۱۹۸۱ء
۱۸۔	گناہِ بے گناہی	سیاسیات	لاہور، کراچی	۱۹۸۱ء
۱۹۔	حیات امام اہلسنت	سوانح	لاہور، کراچی	۱۹۸۱ء
۲۰۔	دائرہ معارف امام احمد رضا	سوانح	کراچی	۱۹۸۲ء
۲۱۔	ماہ وانجم	سوانح	سیالکوٹ	۱۹۸۳ء
۲۲۔	نور و نار	سیرت	لاہور، کراچی	۱۹۸۴ء
۲۳۔	اجالا	سوانح وادب	لاہور، کراچی	۱۹۸۴ء
۲۴۔	نظام مصطفیٰ	سیاسیات	لاہور	۱۹۸۴ء
۲۵۔	رہبر و رہنما	سوانح وادب	لاہور، کراچی	۱۹۸۶ء
۲۶۔	آخری پیغام	قرآن وادب	لاہور، پشاور	۱۹۸۶ء
۲۷۔	تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا	سیاسیات	لاہور	۱۹۸۸ء
۲۸۔	جشن بہاراں	سیرت وادب	کراچی، لاہور	۱۹۸۸ء
۲۹۔	جان جاں صلی اللہ علیہ وسلم	سیرت وادب	کراچی	۱۹۸۹ء
۳۰۔	آئینہ رضویات (جلد اول مرتبہ محمد عبدالستار طاہر)	تاریخ، سوانح، سیاسیات	کراچی	۱۹۸۹ء
۳۱۔	جان ایمان	سیرت وادب	لاہور	۱۹۸۹ء
۳۲۔	دعائے خلیل	سیرت وادب	لاہور	۱۹۹۰ء
۳۳۔	غریبوں کے غمخوار	سوانح وادب	لاہور	۱۹۹۰ء
۳۴۔	امام احمد رضا اور عالمی جامعات	سوانح وادب	صادق آباد	۱۹۹۰ء
۳۵۔	امام احمد رضا اور علوم جدیدہ و قدیمہ	سوانح وادب	لاہور	۱۹۹۰ء
۳۶۔	تاج الفقہاء	فقہ، سوانح	لاہور	۱۹۹۰ء
۳۷۔	کل کے معمار	ادب	لاہور	۱۹۹۱ء
۳۸۔	رحمۃ للعالمین	سیرت وادب	لاہور	۱۹۹۱ء

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۳۹۔	مرادِ رسول	سوانح	لاہور	۱۹۹۲ء
۴۰۔	عیدوں کی عید	سیرت	کراچی، لاہور	۱۹۹۲ء
۴۱۔	قیامت	قرآن و ادب	کراچی	۱۹۹۲ء
۴۲۔	آئینہ رضویات (جلد دوم مرتبہ محمد عبدالستار طاہر)	سوانح تاریخ وغیرہ	کراچی	۱۹۹۳ء
۴۳۔	محدث بریلوی	سوانح	کراچی، لاہور	۱۹۹۳ء
۴۴۔	علم غیب	سیرت	کراچی، دہلی	۹۳۔۱۹۹۶ء
۴۵۔	جشن ولادت (صلی اللہ علیہ وسلم)	سیرت	لاہور	۱۹۹۴ء
۴۶۔	رسم و رواج	عمرانیات	لاہور	۱۹۹۴ء
۴۷۔	رونق حیات	فقہ و ادب	لاہور	۱۹۹۴ء
۴۸۔	تعظیم و توقیر	سیرت	کراچی، دہلی	۱۹۹۴ء
۴۹۔	حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلابی دین	سیاسیات	بارہ مولہ، کشمیر	۱۹۹۴ء
۵۰۔	نسبتوں کی بہاریں	نفسیات، ادب و تصوف	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۴ء
۵۱۔	حضرت مجدد الف ثانی، حالات و افکار و خدمات	سوانح	کراچی	۱۹۹۵ء
۵۲۔	دو قومی نظریہ اور پاکستان	سیاسیات	لاہور	۱۹۹۵ء
۵۳۔	پیغام	معاشیات اور عمرانیات	کراچی، لاہور	۱۹۹۵ء
۵۴۔	نئی نئی باتیں	فقہ و ادب	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۵ء
۵۵۔	عورت اور پردہ	فقہ و ادب	کراچی، دہلی	۱۹۹۵ء
۵۶۔	سلام و قیام	سیرت و ادب	کراچی، دہلی	۱۹۹۵ء

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۵۷۔	قبلہ	تاریخ وسیرت	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۵ء
۵۸۔	آئینہ رضویات (جلد سوم، مرتبہ عبدالستار طاہر)	تاریخ اور سوانح وغیرہ	کراچی	۱۹۹۶ء
۵۹۔	مصطفوی نظام معیشت	معاشیات	کراچی	۱۹۹۶ء
۶۰۔	فاروق اعظم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	سیاسیات	کراچی	۱۹۹۶ء
۶۱۔	جشن میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	سیرت	حیدر آباد دکن	۱۹۹۶ء
۶۲۔	Shaykh Ahmed Sirhindi & Dr. M. Iqbal	سوانح و تصوف	کراچی	۱۹۹۶ء
۶۳۔	آئینہ حقائق	تنقید	لاہور	۱۹۹۶ء
۶۴۔	صراط مستقیم	تصوف و فقہ	کراچی	۱۹۹۷ء
۶۵۔	تقلید	عمرانیات	کراچی	۱۹۹۷ء
۶۶۔	روح اسلام	تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء
۶۷۔	جس کا انتظار تھا	سیرت	کراچی	زیر تدوین
۶۸۔	خلفائے اعلیٰ حضرت	سوانح	لاہور	(غیر مطبوعہ)
۶۹۔	حضرت فقیہہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی	سوانح	کراچی	۱۹۹۶ء
۷۰۔	مجدد ہزارۂ دوم	تاریخ و سوانح تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء
۷۱۔	شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مسعودیہ مظہریہ (اضافات)	تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۷۲۔	آئینہ رضویات (جلد چہارم مرتبہ محمد عبدالستار طاہر)	تاریخ و سیاست وغیرہ	کراچی	(زیر تدوین)
۷۳۔	قرآن کا تصور مذہب	مذہب	کراچی	(زیر تدوین)
۷۴۔	ہم کدھر جارہے ہیں؟	تاریخ و سیاسیات	کراچی	(زیر تدوین)
۷۵۔	رواداری قرآن حکیم کی روشنی میں	سیاسیات قرآنیات	کراچی	(زیر تدوین)

تالیفات

۷۶۔	دائمی تقویم	توقیت	کوئٹہ	۱۹۶۷ء
۷۷۔	مظہر الاخلاق	اخلاقیات	کراچی	۱۹۶۸ء
۷۸۔	ارکان دین	فقہ	کراچی، لاہور	۱۹۶۹ء
۷۹۔	مکاتیب مظہری (جلد اول)	ادب و تصوف	کراچی	۱۹۶۹ء
۸۰۔	مواعظ مظہری	مذہب و ادب	کراچی	۱۹۶۹ء
۸۱۔	فتاویٰ مظہری	فقہ	کراچی	۱۹۷۰ء
۸۲۔	مظہر العقائد	عقائد	سیالکوٹ	۱۹۷۶ء
۸۳۔	اکرام امام احمد رضا	سوانح	لاہور	۱۹۸۱ء
۸۴۔	امام احمد رضا اور عالم اسلام	سوانح	کراچی	۱۹۸۳ء
۸۵۔	فتاویٰ مسعودی	فقہ	کراچی	۱۹۷۸ء
۸۶۔	گویا دبستاں کھل گیا	سوانح	لاہور	۱۹۸۹ء
۸۷۔	عشق ہی عشق	ادب	لاہور	۱۹۹۳ء
۸۸۔	ارمغان رضا	ادب	کراچی	۱۹۹۴ء
۸۹۔	انتخاب حدائق بخشش	ادب	کراچی	۱۹۹۵ء

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۹۰-	مکاتیب مظہری (جلد دوم)	ادب	کراچی	غیر مطبوعہ
۹۱-	مکتوبات شریف حضرت قاضی احمد دمائی نقشبندی مجددی	ادب و تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء

تراجم

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سنہ طباعت
۹۲-	Islam at the Cross Road "اسلام دوراہے پر" از لیو پولڈ اسد	مذہب	الہ آباد	۱۹۵۶ء
۹۳-	Two Gentle Men of Verona "ویرونا کے دو شریف زادے" از ولیم شیکسپیئر	ادب	لاہور	۱۹۵۷ء
۹۴-	The Economic History of Hyderabad "حیدر آباد کی معاشی تاریخ" از محمد حسین ترک	معاشیات	حیدر آباد، سندھ	۱۹۵۷ء
۹۵-	The Influence of Islam On Indian Culture "تمدن ہند پر اسلامی اثرات" از ڈاکٹر تاراچند	تاریخ و ثقافت	لاہور	۱۹۶۴ء
۹۶-	محمد علی فرانس میں	تاریخ و سیاست	کراچی	۱۹۸۱ء

علم الانسان ما لم يعلم

گوهر قلم

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد





ادارۂ مسعودیہ، کراچی پاکستان

۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء